منظر الکرام

حیدرآباد دکن کے مشاہیر کا تذکرہ

از

مولوی سید منظر علی صاحب اشہر

سنہ ۱۳۴۵ ہجری

مطبوعہ عماد پریس حکمت جاہ بازار حیدرآباد دکن

فہرست کتاب منظر الکرام

مدار المہامان

صدر اعظمان

مشیر خاص

معین المہامان

صدر المہامان

صدر الصدور

۱	نواب صدر یار جنگ بہادر	۷۱		ؔ	

چیف کمانڈر

۱	کرنل نواب سرافسر الملک بہادر	۸۱		ؔ	

معتمدین

۱	نواب احمد نواز جنگ بہادر	۸۷	۹	نواب فصیح جنگ مرحوم	۱۰۱
۲	نواب اختر یار جنگ بہادر	۸۸	۱۰	مولوی میر کاظم علی صاحب	۱۰۳
۳	نواب اکبر یار جنگ بہادر	۸۹	۱۱	نواب کرامت جنگ بہادر	۱۰۶
۴	رائے بیجناتھ صاحب	۹۲	۱۲	دیوان بہادر کرشنا چاری صاحب	۱۰۸
۵	نواب ذوالقدر جنگ بہادر	۹۴	۱۳	نواب مہدی یار جنگ بہادر	۱۰۹
۶	نواب صمد یار جنگ بہادر	۹۶	۱۴	نواب نذیر جنگ بہادر	۱۱۱
۷	نواب علی نواز جنگ بہادر	۹۷	۱۵	نواب سید نصیر حسین خیال	۱۱۴ؔ
۸	نواب فخر یار جنگ بہادر	۹۹	۱۶	مولوی آغا محمد علیخان صاحب	۱۱۸ الف

ارکان عدالت العالیہ

۱	نواب جنبار یار جنگ بہادر	۱۱۹	۶	پنڈت کیشو راؤ صاحب	۱۲۶
۲	نواب جیون یار جنگ بہادر	۱۲۰	۷	نواب مرزا یار جنگ بہادر	۱۲۸
۳	نواب سراج یار جنگ بہادر	۱۲۲	۸	نواب ناظر یار جنگ بہادر	۱۳۰
۴	نواب ضیاء یار جنگ بہادر	۱۲۴	۹	نواب ہاشم یار جنگ بہادر	۱۳۲
۵	نواب فاروق یار جنگ بہادر	۱۲۶		ؔ	

نظماء

۱	راجہ اندر کرن بہادر	۱۳۵	۳	ڈاکٹر سید حامد علی صاحب	۱۳۸
۲	مولوی خواجہ انور حسن صاحب	۱۳۶	۴	مولوی سید خورشید علی صاحب	۱۴۰

اہل فن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے مالک کا گن گاتے اور اس کے رسول کے نام پر صدا لگاتے ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ اپنے آپ کو اِن مدہوشوں کے مقابل لائیں، اور مستِ الست کہلائیں۔ مگر اس کارگاہِ ہستی میں تو ذرہ بھی حقیقت رکھتا، اور قطرہ بھی کمال بحر میں شامل ہے! آپ مانیں یا نہ مانیں، ہم تو اس دھن میں سرگرداں ہیں، کہ نورِ ازل کی ڈگر پر چلے جائیں، اور شمس و قمر کی منزلیں طے کر کے وہاں پہنچیں جہاں ہماری قرارگاہ ہے

اک قطرہ اور اتنی سربلندی　　　کیا تو نے بھی اے حباب پی لی؟

برسات اور وہ بھی دکن کی خوشگوار برسات میں، زن و فرزند کی فکر سے آزاد، ایک شب ہم تنہائی کا لطف حاصل کر رہے تھے۔ پروانے شمع کے شیفتہ تھے، اور ہم تتلیوں کے ایک بیان پر فریفتہ۔ یہاں تک کہ پروانوں کا ایک لشکر آگے بڑھ کر ہم پر حملہ آور ہوا۔ ہمیں اقرار ہے کہ اُن کے پہلے ہی حملہ میں ہم نے سپر ڈال دی، اور کتاب کو ایک جانب رکھ دیا۔ لیکن یہ ننھے لشکری ہمارے خیالات کو پریشان نہ کر سکے۔ یہ شاید اُن کی طاقت سے باہر کی بات تھی۔ اس موقعہ پر ہمارے دماغ میں اس خیال نے جگہ پیدا کرنی شروع کر دی، کہ مِلّی متمدنہ کے علمی خزانے کیڑے مکوڑوں تک کے حالات سے مالا مال ہیں، ایک ہم ہیں کہ اپنے مشاہیر کے حالات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ اے کاش! ہم میں اتنی ہی حمیت ہوتی کہ اپنے مشاہیر کی یاد کو وقتاً فوقتاً تازہ کرتے رہا کرتے۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ قصد بھی کر لیا کہ اس کام کو ہم خود کریں گے۔

انسان جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اُسے اس کی تکمیل کی فکر ہوا کرتی ہے

یہ فکر ہم پر بھی فرض ہوگئی اور ادائے فرض کی خاطر ہم نے پائے تخت آصفی اور یہاں کے اُن مشاہیر کو چن لیا جن کو عصر حاضرہ میں خدمت ملک انجام دینے کا موقعہ ملا ہے چنانچہ پوری کتاب ایسے ہی لوگوں کے حالات سے مملو ہے ۔ کام کی ابتدا کرنے سے پہلے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرکے ہم نے اُن باتوں کو اختیار کیا جن میں اس سرزمین کے مناسب حال یکسانیت موجود ہو اگرچہ مناسب موقعہ کمی بیشی کی گئی ہے ، لیکن علی العموم ہمارے استفسارات اُسوقت یہ قرار پائے تھے :۔

(۱) نام معہ ولدیت وسکونت ۔ تاریخ ومقام پیدائش (۲) کس مقام پر کہاں تک تعلیم پائی ؟ طالب علمی کے زمانہ کے امتیازات ، نیز کسی بزرگ یا استاد کی خاص توجہ کا حال (۳) تعلیم حاصل کرنیکے بعد کے مشاغل زندگی ، اور سرکاری ملازمت میں داخل ہونے سے قبل کے حالات (۴) سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہونے کا زمانہ اور یہ کہ کس سررشتہ میں کتنی مدت تک ملازمت کی (۵) سرکار عالی یا کسی دوسری گورنمنٹ کے محکمہ یا محکمہ جات کا کوئی امتحان پاس کیا ہو تو بصراحت درجہ وامتیاز وغیرہ اُس کا ذکر (۶) بطور حسن کارگزاری کسی عہدہ دار نے کوئی رائے ثبت فرمائی ہو تو اُس کا ذکر (۷) بطور صلۂ خدمت کوئی خطاب ، تمغا ، عطیہ ، یا کسی دوسری سرفرازی کا حال (۸) ملکی ، قومی ، یا مذہبی اعتبار سے خلق اللہ کی بہتری ، یا بلندی مرتبہ کے لئے کوئی خدمت (سرکاری یا غیر سرکاری طور پر) انجام دی ہو تو اُس کا تذکرہ (۹) ملکی ، قومی ، یا مذہبی سفر ، (سرکاری یا غیر سرکاری طور پر) کیا ہو تو بوضاحت اغراض تذکرہ (۱۰) ملک کی علمی ، ادبی ، یا شعری خدمت انجام دی ہو تو بقید اسماء کتب وغیرہ ذکر (۱۱) کسی خاص علم یا فن سے دلچسپی یا کوئی تفریحی شوق ہو تو اُس کا حوالہ (۱۲) زندگی میں کوئی اہم تغیر ہوا ہو تو اُسکا حال (۱۳) اپنے خاندان کی علمی ، اخلاقی ، یا ثروتی برتری کے لئے کوئی کام کیا ہو تو حوالہ (۱۴) شادی کب اور کہاں ہوئی شادی سے کتنی اولاد ہوئی بقید اسماء پسران

اِن سوالات کو پیش نظر رکھکر ہم نے کام شروع کیا ۔ ابتدائے کار میں ہم نے اپنی ذاتی معلومات سے

کام لیا لیکن بعد کو ہمیں اپنے دوستوں کی الماریاں کھولنے اور بستے ٹٹولنے کی ضرورت پیش آئی سچ یہ ہے کہ اس باب میں ہم نے اُن کو بڑا فراخ حوصلہ پایا۔ اخبارات و رسائل کے فائل، نظم و نسق کی رپورٹیں، اور ذاتی یادداشتیں، جو خود اُن کی دلچسپی کی چیزیں تھیں، ہم نے اُن سے حاصل کر لیں بلکہ یوں کہئے کہ اُن پر قبضہ کر لیا۔ باوجود اس کے محنت شاقہ و مصارفِ کثیرہ برداشت کرنے کے بعد ہم اس قدر مسالہ جمع کر سکے کہ ایک کتاب کے مناسبِ حال ہو۔

نامِ خدا حیدرآباد آدمیوں کی کان ہے کوئی محنت کرے تو ایک ایک شعبہ سے کئی مجلدات تیار کر سکتا ہے۔ مگر ہم نے اپنے اس تذکرہ کیلئے صرف اُن لوگوں کو چن لیا جن کی شہرت قلمرو آصفیہ سے گزر کر وسیع ممالکِ ہند کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے۔ ان میں بھی علمی و عملی اعتبار سے بعض ایسے ہیں جو بجائے خود فرد فرید ہیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائیگا، اِن حضرات کے حالات کی تلاش میں لوگ سرگرداں نظر آئیں گے کیا عجب ہے کہ اُس وقت ہماری اس کتاب سے اُن کو کسی قسم کی مدد حاصل ہو سکے۔ دوسرے مشاہیر کے حالات ہم اپنی کسی آئندہ تصنیف میں درج کریں گے اِنشاء اللہ۔

سید منظر علی

حیدرآباد دکن

مدار المہام

(۱)

"یمین السلطنت بہادر" - (راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد ....) خلف راجۂ راجان راجہ ہری کشن بہادر آنجہانی - سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر، نرائن پرشاد نرندر بہادر کی اکلوتی بیٹی کے فرزند اور راجۂ راجان ہری کشن بہادر کے لخت جگر ہیں ۱۸ جمادی الآخر سنہ ۱۲۷۹ ہجری کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے - اپنے نانا مہاراجہ نرندر بہادر کے آغوش عاطفت میں پرورش پائی، اور خانگی طور پر فارسی، عربی، انگریزی، گورمکھی، سنسکرت، مرہٹی، تلنگی وغیرہ السنہ میں کافی مہارت حاصل کر کے ترقی و تکمیل کے لئے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے - جہاں آپ نے عربی، فارسی، اور انگریزی السنہ میں نہایت ترقی کی، اور اکثر زبانوں میں بے تکلف کلام کرنیکا ملکہ حاصل فرمالیا -

آپ نسبًا مہاراجہ چندو لعل کے قائم مقام، اور حسبًا راجہ ٹوڈرمل وزیر مال سلطنت مغلیہ اور دربار اکبری کے نورتن کے بیش بہا جواہر کی سلک آبدار کے موتی ہیں -

حضرت غفران مکاں نے بہ لحاظ آپ کی خاندانی وجاہت اور ذاتی قابلیت کے سنہ ۱۲۹۱ میں راجہ بہادر کا خطاب عطا فرمایا تھا - سنہ ۱۳۰۶ھ میں مہاراجہ نرندر بہادر کے بیکنٹھ باشی ہونیکے بعد حسب الحکم حضرت غفران مکاں آپ اپنے نانا کے قائم مقام، اور تمام املاک و جاگیرات پر قابض و متصرف ہوئے - سنہ ۱۳۱۰ھ میں موروثی خدمت پیشکاری سے سرفراز، اور راجۂ راجایان مہاراجہ بہادر کے خطابات سے ممتاز فرمائے گئے - وزیر فوج کے منصب جلیلہ پر آپ اسی سال فائز ہوئے - مجلس امرا کی رکنیت کی عزت سنہ ۱۳۱۵ھ میں حاصل ہوئی - سنہ ۱۳۱۹ھ میں منصرم اور سنہ ۱۳۲۰ھ میں مستقل مدار المہام قرار پائے، اور خلعت فاخرہ مع جواہر گراں بہا حاصل فرمایا - اسی سال

لارڈ کرزن وئسرائے ہند نے ایوان پیشکاری میں تشریف لاکر لنگر مبارک کا معائنہ فرمایا ۱۳۱۲ف
میں لاٹ صاحب موصوف نے دہلی دربار میں سر (یعنی کے ۔سی ۔آئی ۔ای ۔) اور ۱۳۱۹ف
میں بہ لحاظ خدمات و کارگزاری لارڈ منٹو نے جی ۔سی ۔آئی ۔ای ۔ کے خطابات اور ان مراتب
کے تمغہ جات سے عزت افزائی فرمائی ۔ آخر الذکر خطاب والیانِ ملک کا معزز خطاب ہے ۔
گیارہ سال سے زیادہ خدمتِ وزارت ادا فرماکر آپ نے سنہ ۱۳۲۰ھ میں اس منصب جلیلہ سے
استعفا داخل کرکے سبکدوشی حاصل کی ۔ اس موقعہ پر لارڈ منٹو وئسرائے ہند نے ایک خط کے
ذریعہ آپ کے خدمات کا، جو سرکاروں کی خیرسگالی پر مبنی تھے، اعتراف کرتے ہوئے مہاراجہ بہادر
کے علحدہ ہونے کے باب میں اظہار افسوس فرمایا تھا ۔ ۱۳۲۳ف میں لارڈ چیمسفورڈ نے بطور خاص
آپ کو شرف مکالمت بخشا، اور اپنا فوٹو عنایت فرمایا ۔ اسی طرح ہز رائل ہائنس شہزادہ ڈیوک آف کناٹ
نے بضمن سیاحت حیدرآباد آپ پر لطف خاص مبذول فرمایا تھا ۔

وفاشعار رکن سلطنت آصفیہ ہونے کے علاوہ، سر کشن پرشاد بہادر زبانِ اردو کے
بے مثل ادیب، اور نغز گو شاعر ہیں، اور بحیثیت مصنف ہونے کے ہندوستان میں ایک خاص
درجہ امتیاز رکھتے ہیں ۔ چونکہ ہمیں اس امر کی ذاتی اطلاع ہے کہ آپ تقریباً چالیس سال
سے حضرت مولانا اشہری صاحب کے ادبیات کا ذاتی طور پر علم رکھتے ہیں، اس لحاظ سے
ہم کہہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے فاضل و انشا پرداز ہونے کے ماسوا علما و فضلا، اور فقرا کا
پہچاننا بھی خوب جانتے ہیں ۔ مہاراجہ بہادر قدیم مشرقی امرا کا ایک نمونہ ہیں ۔ آپ میں
وہی جوہر پنہاں ہیں، جو گزشتہ رؤسا میں پائے جاتے تھے ۔ ایشیا کے رؤسا ہمیشہ سے علماء
و فضلاء، اور شعراء و حکما کے قدرداں چلے آتے ہیں، مہاراجہ بہادر نے بھی انہیں کی پیروی کی ہے
اہل کمال کے آپ ہمیشہ جویا رہتے ہیں، اور آپ کا دربار ہمیشہ اہل کمال سے بھرا رہتا ہے ۔
یہ امر مہاراجہ کے خصوصیات میں سے ہے کہ فیض رسانی کے ساتھ ساتھ اُن سے بہ عزت پیش
آتے ہیں ۔ اکثر ذی علم اشخاص آپ کے فیض و عطا سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں، بلکہ یہ کہنا
بے محل نہ ہوگا کہ ہمیں السلطنۃ کی دولت و ثروت کا حصہ کثیر اہل علم کی قدردانی پر صرف

ہوتا ہے۔ داد سخن کے باب میں بھی آپ فراخ حوصلگی سے کام لیتے ہیں، چنانچہ راقم کے غیاب میں جب مکرمی حکیم مقصود علیخاں صاحب کے زبانی یہ مطلع سنا تو کشادہ دلی کے ساتھ داد سخن عنایت فرمائی ؎

نہیں پیدا ہوا ضبطِ فغاں سے — تو دل میں درد یہ آیا کہاں سے

نظم و نثر میں حضرت شاد کی تصنیفات سے تقریباً پانچ درجن کتابیں ہیں۔ آپ کا کوئی وقت بیکار نہیں جاتا، اور صبح سے شام تک علمی مشاغل اور علماء و فقراء سے تبادلۂ خیالات میں گزرتا ہے۔ اس موقعہ پر ہمارے لئے یہ امر واجب الاظہار ہے کہ مہاراج جی کی توجہ سے سنسکرت کی وہ کتابیں جو شاہانِ مغلیہ، بلکہ ان سے بھی قبل، فارسی کا جامہ پہن چکی ہیں اگر اُن کو اردو کا لباس پہنا دیا جائے تو ملک اور زبان کی بڑی ضرورت پوری ہو جائیگی۔

سپاہیانہ فنون کے میدان میں بھی آپ پیادہ نہیں بلکہ شہسوار ہیں۔ تیر و تفنگ اندازی شہسواری اور نبوٹ میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ شیروں کا شکار اکثر کیا ہے۔ یونانی طبابت اور ڈاکٹری ہومیوپیتھی میں بھی کافی مہارت ہے۔ علم نجوم و رمل، اور ستارہ شناسی میں بھی ملکہ ہے۔

مہاراجہ بہادر کی بے ریا زندگی، اور آپ کی عملی زندگی کا منشا اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب اور اُن کے پیرو اسی شاہ راہ پر عمل پیرا ہیں جس کی پابندی کا یقینی نتیجہ سعادت اور برکت مانا گیا ہے۔ ہر انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، نہ کہ باعتبار مذہب۔ آپ کا قول ہے کہ مذہب کی کوئی خصوصیت کسی کی پیشانی پر لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ تمام انسان انسان ہیں، اور سب لوگ، اخلاق و عمل، اور تمدن و تہذیب کی ضرورتوں میں مساوی ہیں۔ گردواروں، مندروں، سماجوں، کلیساؤں، اور مسجدوں کو آپ احترام و ادب کے مساویانہ درجہ پر لانا چاہتے ہیں؛ کیونکہ ان سب میں بالواسطہ اُسی خدا کی ستائش و پرستش کیجاتی ہے جو ہر متنفس کا خالق اور ہم سب کا مالک ہے۔ بحیثیت ایک موحد اور ایک صوفی ہونے کے آپ کا مذہب کسی خاص نقطہ سے متعلق نہیں

بلکہ اپنی حق پرستی اور یک جہتی کا ہر مذہبی مجلس میں عملی ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ آپ ساری مخلوق کو ایک موتیوں کی لڑی سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں قومی اختلاف کے مسلسل سلسلہ کے ساتھ اختلافِ زبان و تلفظ کی کڑی لگی ہوئی ہے۔ خدا، پرماتما، گاڈ، ایک ہی معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ آپ کے اس خیال کا ثبوت اِس سے ملتا ہے کہ دیر و حرم کو ایک ہی خدا کا گھر سمجھتے ہیں ؎

حرم و دیر میں ہے جلوۂ پُرفن اُن کا   دو گھروں کا ہے چراغ اک رُخِ روشن اُن کا

سر مہاراجہ بہادر کئی بار مختلف حصص ہند کا سفر سرکاری اور غیر سرکاری طور پر فرما چکے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مختلف سفرنامے ہماری نظر سے گذرے ہیں، جن میں سیر پنجاب، سیر و سفر جام جہاں نما، سفرنامۂ شاد نگر ہر اعتبار سے ممتاز اور نہایت دلچسپ ہیں، اور ہم ان کے لکھنے والے کے زورِ قلم کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مہاراجہ بہادر کے چار فرزندوں میں خواجہ ارجن پرشاد جو عرفاً خواجہ پرشاد کے نام سے موسوم اور آپ کے جانشین و وارث ہیں، رانی صاحبہ کے بطن سے ہیں۔ باقی فرزندوں کے نام خواجہ نصراللہ، خواجہ اسداللہ، اور خواجہ عظمت اللہ ہیں۔

(۲)

سالار جنگ بہادر

"سالار جنگ بہادر" (نواب......... میر یوسف علی خاں) خلف نواب عماد السلطنت میر لایق علیخاں سالار جنگ ثانی۔ نواب عماد السلطنت مرحوم اور نواب منیر الملک مرحوم دونوں ملک کے عالی دماغ اور بلند حوصلہ امرا میں سے تھے، اور صاحبان فضل و کمال کی قدر افزائی ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہا کرتی تھی۔ حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم کی لیٹریچر میں سر سالار جنگ اور اِن دونوں بھائیوں کے نام بکثرت آئے ہیں۔ نواب میر یوسف علیخاں بہادر سر سالار جنگ اعظم کے تنہا وارث اور حیدرآباد کے ایک قدیم خاندان کی واحد یادگار ہیں۔ ۲۴ شوال المکرم ۱۳۰۷ھ کو بمقام پونہ آپ کی ولادت ہوئی، جہاں اُس زمانہ میں آپ کے والدین قیام پذیر تھے۔

اس ولادت کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اور ایک سال کے اندر ہی اپنے عمِ نامدار (نواب منیر الملک) کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے۔ اول الذکر حادثہ پر مولانا اشہری مرحوم نے اپنی رباعی کے اِن چار مصرعوں میں اس طرح اظہارِ درد فرمایا ہے ؎

افسوس! خرد مند خلایق نہ رہا — صد حیف کمالِ فن کا شایق نہ رہا

کہتی ہے یہ شمع رو کے، اے اہلِ سخن — اس بزم میں اب کسی پہ لایق نہ رہا

خیال کیا جاتا تھا کہ اِن حادثات کے باعث آپ کی تعلیم و تربیت میں خلل واقع ہوگا، لیکن حضرت غفران مکاں نے سالار جنگ کو چپک کی تعلیم و تربیت کی جانب توجہ خاص مبذول فرمائی، اور آپ کی جاگیر کا معقول انتظام فرما دیا۔ جب آپ نے گھر کی تربیت سے فراغت حاصل فرمالی تو مدرسۂ عالیہ میں داخل کئے گئے، جہاں اپنی عمر کے سولہ خوشگوار سال آپ نے تعلیمی مشاغل میں بسر فرمائے۔ اپنے اخلاق سے آپ نے نہ صرف اپنے ہم درس طلبہ کو گرویدہ بنالیا تھا، بلکہ اپنے اساتذہ کو بھی اس قدر مسرور کیا تھا کہ مسٹر سٹن پرنسپل نظام کالج آپ کی طالب علمانہ خوبیوں کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ اسی عرصہ میں توجہات شاہانہ حضرت غفران مکاں کی پیشگاہ سے ۱۷؍جمادی الاول ۱۳۲۵ھ کو آپ اپنے خاندان کے تاریخی خطاب سالار جنگ سے معزز و ممتاز فرمائے گئے۔ سالِ مذکور کی چہارم شوال کو ویسرائے کشورِ ہند تشریف فرمائے بلدہ ہوئے تو آپ کو پہلی پہل مراسمِ پذیرائی میں شرکت کی عزت حاصل ہوئی۔

نواب سالار جنگ بہادر نے تعلیم سے فراغت حاصل فرمالی تو حضرت غفران مکاں کے ارشادِ خاص پر آپ کی جاگیر کے کاغذات آپ کے اجلاس پر پیش ہونے لگے، اور جب حضور پرنور کا عہد شروع ہوا تو وسط ماہِ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۳ھ میں آپ کی اسٹیٹ سے سرکاری نگرانی برطرف فرما کر آپ کو کامل اقتدارات مرحمت فرمائے۔ بااختیار ہونے پر آپ نے اپنی جاگیر کے کم و بیش تمام بڑے مقامات میں دورہ فرما کر اپنی رعایا کی حالت

بچشم خود ملاحظہ فرمائی، اور نہ صرف اپنی آمدنی کی توفیر کی جانب توجہ کی، بلکہ باشندگان جاگیر کی صلاح و فلاح میں بھی اُسوقت سے عملی دلچسپی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

بارگاہِ خسروی سے منصب وزارت پر آپ کو ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ کو سرفرازی عطا ہوئی، اور اس مسرت بار موقعہ پر خلعت و جواہر گراں بہا سے مفتخر فرمائے گئے۔ آپ کے خیرسگالان نزدیک و دور نے اس موقعہ پر اپنی خوشوقتی کا اظہار کیا۔ اس کی کیفیت اُس زمانہ کے جرائد سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ آپ نے کم و بیش ڈھائی سال تک مدارالمہام کی حیثیت سے مہمات ملک کو انجام دیا اور ہر کہہ و مہہ کو اپنے طرز حکومت سے خوش رکھا۔ آپ کے عہد وزارت میں کئی قدیم محکمہ جات کی اصلاح ہوئی، اور کئی جدید محکمے قائم کئے گئے۔ اہل ملک کی تعلیم کی جانب اس وزارت کے دوران میں خصوصیت کے ساتھ توجہ کی گئی، اور وسائل آبپاشی و آب رسانی کو وسعت دی گئی۔ تعمیرات عامہ کی جانب توجہ خاص آپ کی عہد وزارت سے مبذول کی گئی ہے۔ ۹ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ کو آپ نے استعفا پیش کرکے اپنے منصب سے سبکدوشی حاصل فرمالی۔

سبکدوش ہوکر آپ خاموش نہیں بیٹھے۔ آپ کو اپنے ملک کی تعلیم و تہذیب، اور صنعت و حرفت کی جانب بدو شعور ہی سے میلان تھا۔ چنانچہ جب کبھی موقعہ آیا، آپ نے مناسب وقت ذاتی امداد سے دریغ نہیں فرمایا۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کیلئے آپ کے جدامجد نے بارہ سو روپیہ سالانہ اپنی جاگیر سے مقرر فرمائے تھے، جن کو اپنی اسٹیٹ کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے بھی جاری رکھا۔ جامع اسلامیہ (مسلم یونیورسٹی) علیگڈھ کی تحریک حیدرآباد پہنچی تو آپ نے اپنے جیب خاص سے ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرماکر اس کو تقویت پہنچائی۔ لیکن ہمارے لئے یہ امر اس سے بھی زیادہ موجب امتنان ہے کہ نواب سالار جنگ بہادر اپنے اعزہ و متوسلین کی تعلیم و تربیت کی جانب متوجہ ہیں، اور متعدد ہونہار طلبہ کو نہ صرف ممالک محروسہ سرکار عالی کے اندر آپ نے وظائف مرحمت فرمائے ہیں، بلکہ ہندستان اور ہندستان سے باہر بغرض تعلیم اپنے خرچ سے

روانہ فرما چکے ہیں تعلیم و تہذیب کا یہ شوق آپ کو اپنے جدِ نامدار سے ورثہ میں ملا ہے اور ہماری دعا ہے کہ اس میں مزید فراوانی ہو -

صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی ہمیشہ سر سالار جنگ کے پیشِ نظر رہتی تھی - ملک کے قدیم ترین کارخانے اس محسنِ ملک مدبرِ اعظم کے مساعیِ جمیلہ کی یادگار ہیں - اپنے گھر کے ان روایات سے اثر پذیر ہو کر سالار جنگ ثالث نے بھی خصوصیت کے ساتھ اس جانب توجہ فرمائی، اور ممالکِ آصفیہ کے کئی کارخانوں کی سرپرستی فرما کر اُن کے قیام و بقا کی صورت پیدا کر دی - جس طرح پارچہ بافی، روغن براری، سمنیٹ وغیرہ کے کارخانے آپ کی سرپرستی سے محروم نہیں ہیں، اُسی طرح اُمید ہے کہ ملک اور غیر ملک کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی جانب توجہ فرما کر اُن کو زندگی عطا فرمائیں گے اگر اس قسم کے مصنوعات کی ترقی کی جانب نواب صاحب کی توجہ مبذول ہو گئی تو یقین ہے کہ آپ کے قرب و جوار کی مردانہ و زنانہ آبادی میں ایسے حاجتمند شریف نوجوان مل سکیں گے جو گھر بیٹھ کر کام کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں - لیکن اُن کیلئے دستکاری کے وسائل مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کے ذریعہ ذہنی ترقی بھی ہمارے نزدیک ضروری ہے -

نواب سالار جنگ بہادر کو مختلف حصص ہند میں جا کر وہاں کی ترقیوں کے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے - لیکن سیاحت یورپ کی تمنا آپ کے دل میں ایک مدت سے تھی - اپنی اس آرزو کو پورا کرنے کی غرض سے آپ غرۂ رمضان ۱۳۳۸ھ کو عازمِ سفر ہوئے اور اپنے سفر کا بڑا حصہ انگلستان ملکہ لندن میں گذارا - تقریباً نو مہینے باہر رہ کر ولایت سے واپس آئے پر جو نادرات آپ اپنے ساتھ لائے اُن میں کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا جو اب آپ کے مشہور کتب خانہ کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے ؀

صدر اعظمان

(۱)

سر سید — "علی امام مؤید الملک بہادر" (آنریبل نواب سر سید ......) خلف اکبر شمس العلماء
مؤید الملک — نواب سید امداد امام صاحب اثر۔ آپ کا تعلق صوبہ بہار کے ایک ایسے خاندان سے ہے جو دنیاوی وجاہت اور علمی دولت کے لحاظ سے تمام اقطاع ہند میں شہرت عام رکھتا ہے۔ آپ کی ولادت قصبۂ نیورہ من مضافات پٹنہ میں بتاریخ ۱۱ فروری ۱۸۶۹ء واقع ہوئی نواب امداد امام صاحب نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی جانب توجہ خاص سے کام لیا اور اسی کا یہ اثر ہے کہ علی امام اور حسن امام افق ہند پر آفتاب اور ماہتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ ہندوستان میں آپ کی تعلیم گھر سے شروع ہوئی، اور آرہ ضلع اسکول تک وسعت پاکر پٹنہ کالج میں ختم ہوئی۔ اپنے وطن کے تعلیمی سرچشموں سے سیر ہو چکے تو ۱۸۸۷ء میں آپ انگلستان تشریف لے گئے۔ جہاں سے قانون میں اکتساب کمال فرماکر ۱۸۹۰ء میں بامراد وطن واپس آئے۔

بیرسٹری کی سند لے کر بہت سے نوجوان آتے ہیں، لیکن اس پیشہ میں سب اس طرح کامیاب نظر نہیں آتے مسٹر سید علی امام نے ہندوستان واپس آکر پٹنہ میں وکالت شروع کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی علمی لیاقت اور پختہ مغزی کے باعث اتنا نام پیدا کر لیا کہ پٹنہ ہائیکورٹ کے طبقۂ وکلاء میں ممتاز نظر آنے لگے۔ ایک زمانہ میں آپ کا مرجعہ اس قدر تھا کہ شاید ہی کوئی مقدمہ ایسا ہوتا ہوگا، جس میں کسی ایک فریق کی جانب سے آپ پیروکار

نہ ہوتے ہوں۔ آپ کے مؤکل آپ پر بھروسہ کرتے تھے، اور اُن کی غالب تعداد ایسی ہوتی تھی، جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر گھر جایا کرتی تھی۔ آمدنی کا اندازہ بھی اسی سے کیا جا سکتا ہے یہ کہنا مبنی بہ صداقت ہے کہ سید علی امام کے برابر بہار میں شاید ہی کسی وکیل یا بیرسٹر نے کمایا ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اپنی وکالت کی ابتدائی منزل میں آپ نے پٹنہ ہائیکورٹ کی ججی پر لات مار دی تھی، اور اپنے پیشہ کی ترقی کے باعث پٹنہ میونسپل ڈسٹرکٹ بورڈ کو بھی خیرباد کہہ دیا تھا۔ ۱۹۰۹ء میں جب احاطۂ بنگال کے سٹینڈنگ کونسل تھے، آپ سے ڈمراؤں کے مشہور مقدمۂ تبنیت میں اس قدر اصرار کیا گیا، کہ آپ کو دو سو سترہ دن کی رخصت لے کر پیروی کے لئے جانا پڑا۔ دورانِ وکالت میں اپنی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے ہم پیشہ نوجوانوں کی قانونی تربیت کو بھی پیشِ نظر رکھا، اور ان لوگوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اب قانون اور زندگی کی دوسری منزلوں میں بالائی سطح پر نظر آتے ہیں۔

دولتِ برطانیہ نے مسٹر علی امام کی قانونی معلومات اور وسیع قابلیت سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور ۱۹۰۹ء میں اسٹینڈنگ کونسل بنگال کا عہدۂ جلیلہ آپ کو مرحمت فرمایا۔ اس کے فرائض آپ نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیئے کہ ایک سال کے اندر، جب مسٹر (بعدہٗ لارڈ) سنہا نے وزارتِ قانونی کے اندرونی مشکلات کے حل کرنے میں استعفار دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ دیکھا، آپ کو اُن کی جگہ حضور وائسرائے کے انتظامی کونسل کا وزیرِ قانون بنایا گیا۔ اس کڑی منزل کو آپ نے نہایت توجہ و سنجیدگی کے ساتھ طے فرمایا۔ لارڈ منٹو کا ساتھ تو بہت تھوڑا رہا لیکن لارڈ ہارڈنگ جیسی زبردست شخصیت کے وائسرائے سے آپ کو اپنے عہد وزارت میں واسطہ پڑا، اور اپنی رائے صائب کے باعث ہمیشہ لارڈ موصوف کا اعتماد حاصل کرتے رہے۔ اُس وقت تک اہلِ ہند کو دولتِ برطانیہ سے جو بڑے سے بڑا اعزاز مل سکتا تھا، انہیں میں سے ایگزیکٹیو کونسل کی صدارت کو بھی خیال کیا جاتا تھا۔ یہ اعزاز سب سے پہلے جس ہندوستانی کو ملا، وہ آنریبل مسٹر سید علی امام تھے۔ غالباً یہ اُسی زمانہ کا ذکر ہے کہ دولتِ برطانیہ سے ستارۂ ہند (سی ایس۔ آئی) کا خطاب آپ کو عطا ہوا تھا۔

قلمرو برطانیہ اور ہندوستان کی تاریخ میں دہلی کا مشہور شہنشاہی دربار ہمیشہ یادگار رہے گا کہ اعلیحضرت جارج پنجم شہنشاہِ ہند نے تختِ ہند کو شرف قدوم عطا فرمایا تھا۔ اس موقعہ پر مملکت ہند کی جانب سے جو تبریک نامہ حضور شاہ میں پیش ہوا، اس پر منجملہ دوسرے ارکان کونسل کے آپ کی دستخط بھی ثبت تھی۔ لیکن جو مراعاتِ قیصری ملک کو عطا ہوئے، اب یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ گیا ہے۔ کہ ان میں آنریبل سید علی امام کی رائے کو بڑا دخل تھا۔ آپ کا صوبہ بہار ایک مدت سے احاطہ بنگال کا ضمیمہ بنا ہوا تھا۔ اور اس صوبہ سے وہ خصوصیت جاتی رہی تھی، جو شاہانِ مغلیہ کے عہد میں اور اس سے قبل بہار کو حاصل تھی۔ آپ نے اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، اور اپنے صوبہ کی اہمیت کو نمایاں کر کے اس کی جداگانہ حیثیت تسلیم کرالی۔ اس واقعہ سے ہمارے ناظرین یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کسی حکومت کا مفید عضو بن کر، کوئی شخص اپنے ملک اور اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے مخصوص اصول پر ضرور عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہی طریق عمل سید علی امام نے بھی اختیار کیا تھا۔

اس دربار دُربار میں آپ کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا تھا۔

اپنی مدتِ مقررہ کے آخر آخر تک نہایت عزت و احترام کے ساتھ آنریبل سر علی امام وزارتِ قانون کے فرائض انجام دیتے رہے، اور اس سے سبکدوش ہونے پر اپنے قدیم پیشہ کی جانب مراجعت فرمائی شملہ کے سرکاری حلقہ پر آپ کی مفارقت کا جو اثر پڑا اس کا اندازہ اُس مطول اور غیر معمولی وداعی تقریر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے، جو لارڈ ہارڈنگ نے آپ کے رخصتی ڈنر کے موقعہ پر فرمائی تھی۔ اتنا بڑا ستائش نامہ، وہ بھی ایک وایسرائے کی زبان سے، ہم نے تو کسی انگریز رکن کونسل کی شان میں بھی نہیں دیکھا۔ ایک بار دوبارہ پیشۂ وکالت میں داخل ہونے پر آپ کی پریکٹس صرف پٹنہ اور بہار میں محدود نہیں رہی بلکہ اب تمام ہندوستان آپ کے قانونی احاطہ میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ زمانہ اور یہ شغل زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا۔ اور پٹنہ ہائیکورٹ کی ججی قبول کرنے کے لئے آپ سے اصرار کیا گیا۔ آپ نے اِس عدالتی منصب کو قبول تو فرما لیا، لیکن اُسی زمانہ میں

آپ کے ماموں مولوی سید شرف الدین صاحب نے فریش ہو کر طولانی رخصت حاصل فرمائی تو صوبہ بہار کی مقننہ کونسل میں آپ اُن کے قایم مقام بنائے گئے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عارضی منصب نے استقلال کی صورت اختیار کرلی، صوبہ بہار میں آپ کے قابل یادگار کاموں کے منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ اُس صوبہ کے سرحدی نزاعات کا تصفیہ آپ نے بہ آئین بہین فرمایا۔

ابھی آپ اپنے صوبہ میں خدمت ملک انجام دے رہے تھے کہ حیدرآباد کو آپ کی خدمات کی ضرورت پیش آگئی اور حضور پرنور نے آپ کو یاد فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۹ء ۱۳۳۷ھ کا ہے۔ آپ ۲۳ ذیقعدہ (م ۲۰ اگسٹ) کو وارد بلدہ ہوئے۔ آپ کے ورود سے فطرتی طور پر آپ کے احباب حیدرآباد کو مسرت ہوئی۔ ہماری یہ بیت اُس موقعہ کی یادگار ہے ؎

گلِ شگفتۂ گلدستۂ نظام آئے خدا کا شکر دکن میں علی امام آئے

حیدرآباد میں آپ نے سب سے پہلے جس کام کی جانب توجہ فرمائی، وہ موجودہ باب حکومت اور مختلف صیغہ جات کی تنظیم تھی۔ چنانچہ قدیم آئین اور جدید ضرورتوں کے مناسب حال آپ نے تنظیم جدید کا دستور العمل مرتب فرمایا، اور باب حکومت کی افتتاحی رسم کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پذیر ہوئی۔ ذریعہ جریدۂ غیر معمولی اس کا اعلان ۱۶ دے ۱۳۲۹ف کو فرمایا گیا تھا۔ اِسی جریدہ کی رو سے آپ صدر اعظم باب حکومت قرار پائے تھے۔ اس لقب کی تاریخی یادگار کی غرض سے ہمارے نزدیک یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ اس سے قبل آپ کیلئے میر مجلس کا لفظ تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری ادبی غیرت نے اس کو پسند نہ کیا، اور صدر اعظم باب حکومت سیاسیات وغیرہ الفاظ کو اصطلاحی قالب میں ڈھال کر یادش بخیر آپ کے معتمد حضرت خیال کو دیا۔ یہی منازل طے کرنے کے بعد اِن الفاظ نے بارگاہ خسروی سے شرف پسندیدگی حاصل کیا، اور ہماری دماغ سوزی چیز ہو گئی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سر علی امام میر مجلس بنکر حیدرآباد آئے تھے، ہم نے صدر اعظم بنا دیا۔

ہمارے لئے اس سوال کا جواب دینا آسان نہیں ہے کہ حیدرآباد میں رہ کر

سر علی امام نے کیا کیا؟ یہ کام تو اُس خوش نصیب شخص کا ہوگا جسے بالاستقلال آپ کے وقائع لکھنے کا موقع ملے گا۔ روزمرہ کے انتظامی کاموں کے سوا، جو ایک شخص کو گرانبار کرنے کے لئے بجائے خود کثیر ہیں، ہمارے نزدیک یہ کام بھی کچھ کم وقیع نہیں ہیں:- (۱) ترتیب گشتی نشان (۱۲) در باب تقسیم اقتدارات بہ صدر المہام صاحبان۔ (۲) اسکیم زراعت (ترقیات عامہ)۔ (۳) انتزاع سررشتۂ جنگلات۔ (۴) انتزاع اختیارات فوجداری از عہدہ داران مال۔ (۵) تقرر منصفین (۶) معائنہ ملک و انتظام تحویل اضلاع۔ (۷) نظر ثانی تنہ ناجات۔ (۸) اجرائی ورنگل چانده ریلوے۔ (۹) اصلاح فوج معہ اسلحہ و امور متعلقہ۔ (۱۰) اسکیم جدید ٹائیم اسکیل۔ (۱۱) توسیع اقتدارات مجلس وضع آئین قوانین۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے امور جن کے باب میں سر سید علی امام نے دماغ سوزی سے کام لیا، ایسے ہیں جن پر لکھنے والے کتابیں تیار کرسکتے ہیں۔

اسی عرصہ میں جمعیت امم (لیگ آف نیشنز) میں شریک ہونے کی غرض سے مملکت ہند کے قائم مقام بنکر یورپ تشریف لے گئے، جہاں تقریباً چار مہینے مصروفِ کار رہے۔ بارگاہِ خسروی سے مؤید الملک کا خطاب آپ کو اسی زمانہ میں عنایت فرمایا تھا، جب کہ آپ باغراضِ بالا انگلستان میں قیام پزیر تھے۔

نواب سر مؤید الملک بہادر ابھی مصروفِ عمل تھے کہ بعض وجوہ سے آپ نے اپنے منصب جلیلہ سے سبکدوشی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ اگرچہ اُسوقت آپ کی یہ خواہش قبول فرمائی گئی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مسائل برار سے متعلق آپ مشیر سلطنت قرار پائے، اور اب دوسرے اہم مواقع پر آپ کی یاد ہوتی رہتی ہے۔ من حیث صدر اعظم آپ دو سال دس ماہ اٹھارہ یوم کارفرما رہے۔ اس منصب سے کنارہ کش ہوئے تو کہا جاتا ہے کہ دولت برطانیہ سے آپ کو پٹنہ ہائیکورٹ کی ججی، نیز صوبۂ آسام کی گورنری پیش کی گئی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا۔

سلسلۂ بیان نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اُس زمانہ میں کہ سر علی امام کی وکالت کا حلقہ

بہت وسیع تھا، آپ نے ملکی و قومی خدمات کی تیاری کی، اور اس باب میں ہمیشہ سعی بلیغ سے کام لیتے رہے۔ علیگڈھ کالج، جس کے آپ ایک عرصہ تک باوقار ٹرسٹی رہ چکے ہیں، اور مسلم یونیورسٹی کو آپ کی ذات سے بیش قرار مالی امداد پہنچی۔ اسی طرح مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو آپ کی سرپرستی سے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اشاعت تعلیم کی اس باقاعدہ انجمن میں آپ نے پہلی بار اجلاس کلکتہ میں شرکت فرمائی۔ سرسید کی وفات کے دوسرے سال یہ اجلاس ۱۸۹۹ء میں زیر صدارت مولوی سید امیر علی صاحب منعقد ہوا تھا۔ اس موقعہ پر آپ کی انگریزی تقریر کا بڑا اثر پڑا، اور آپ کی حیثیت ایک قومی مقرر کی تسلیم کرلی گئی۔ اُس وقت سے آپ اس انجمن کی انتظامی کمیٹی کے رکن، اور مدرسۃ العلوم کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔ آپ کے مشورے مسلمہ طور پر ہمیشہ مفید ثابت ہوتے رہے، اور مسائل تعلیم کے حل کرنے میں آپ نواب محسن الملک مرحوم کے دست و بازو بنے رہے۔ یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں ہے کہ نواب وقار الملک مرحوم کی تحریک پر مسلمانوں کے لئے جب کسی سیاسی جماعت کے قیام پر غور کرنے کی غرض سے بمقام لکھنؤ ایک جلسہ منعقد ہوا تو سر علیؒ امام نے اس میں شرکت فرماکر اپنے قائم کردہ اصول کو پیش فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کے قیام میں کم و بیش آپ ہی کے اصول نے سنگ بنیاد کا کام دیا ہے۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کا مشہور اسلامی ڈپوٹیشن اپنی شاندار کامیابی کے لئے بہت کچھ سر علی کا منت پذیر ہے۔ یہ ۱۹۰۸ء کا ذکر ہے کہ آپ نے مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں کرسی صدارت کو زینت بخشی، اور آپ کی تقریر صدارت ہر جگہ دلچسپی کے ساتھ دیکھی گئی، یہاں تک کہ خود لارڈ مارلے نے لیگ کی کارروائی پر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ جامع اوراق کو پہلی مرتبہ اس موقع پر آپ سے ملنے اور آپ کی تقریر سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق پیش آیا تھا۔

سر علیؒ امام ملک کے ہر طبقہ میں یکساں ہر دلعزیز ہیں؛ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ آپ کا اتفاق و اتحاد ضرب المثل ہے۔ چنانچہ حضرت اکبر مرحوم فرماتے ہیں ؎

علیؑ امام بھی ہیں ہندوؤں سے میل بھی ہے
خدا کی یاد بھی، اور بتوں سے کھیل بھی ہے

(۳)

فریدوں ملک بہادر" (نواب سر .... فریدوں جی جمشید جی) - خلف ڈاکٹر جمشید جی۔ ستمبر ۱۸۴۹ء میں ضلع اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے وطن جالنہ میں تعلیم پائی، اور ابتدائے عمر ہی میں سرکار عالی کے سررشتہ طبابت میں ملازمت اختیار کرلی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد محکمۂ مالگزاری کی مختلف خدمتوں کے انجام دینے پر، ضلع اورنگ آباد کے پہلے مہتمم بندوبست مقرر ہوئے۔ یہ انتخاب نواب محسن الملک مرحوم کا تھا۔ سر سالار جنگ کے عہد وزارت میں، صوبۂ بمبئی کے اصول پر، کارہائے بندوبست کا آغاز ضلع اورنگ آباد سے کیا گیا، اور نواب سر فریدوں ملک (جو اُس وقت مسٹر فریدوں جی کے نام سے شہرت عام رکھتے تھے) ۱۲۹۳ھ م ۱۲۸۷ف میں اس کام کے نگرانِ حال بنائے گئے۔ نواب محسن الملک مرحوم اولین معتمد مالگزاری و ناظم بندوبست کے زیر نگرانی، آپ نے امور مفوضہ کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا کہ بہت تھوڑی مدت میں، آپ کے کام کی شہرت مردم شناس مدار المہام کے کانوں تک پہنچ گئی۔ نواب سالار جنگ مرحوم نے مسٹر فریدوں جی کی حوصلہ افزائی نہ صرف طلائی گھڑی و زنجیر مرحمت فرماکر فرمائی، بلکہ آپ کے طرزِ کار کو پسند فرماکر، ملحقہ اضلاع بیڑ و پربھنی کو بھی، جن کا رقبہ کم و بیش پندرہ ہزار مربع میل تھا، بروئے کار لانے کی غرض سے، آپ کے تفویض فرما دیا۔ نو سال تک نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آپ کی سعی بلیغ سے رعایا شاد ہوئی اور ملک آباد ہوگیا، اور سرکاری آمدنی میں بھی معتد بہ اضافہ ہوا۔

اس عرق ریزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار عالی نے بطور اعتراف خدمات ۱۸۸۳ء میں مسٹر فریدوں جی کو ضلع اورنگ آباد کا اول تعلقدار مقرر فرمایا، اور ایک سال کے بعد ہی آپ ناظم بندوبست بنادئے گئے۔ اس ترقی کو ابھی تین مہینے بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ مدار المہام وقت کے سرکاری پرائیوٹ سکرٹری کی اہم و نازک خدمت کے لئے نواب عماد السلطنۃ سالار جنگ ثانی مرحوم کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، اور انھوں نے آپ کو اپنا معتمد خاص بنالیا۔ اس خدمت کو

آپ نواب سر آسمانجاہ مرحوم، نواب سر وقار الامراء مرحوم، مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت بہادر، اور نواب سالار جنگ بہادر ثالث کے عہد وزارت میں بھی باحسن الوجوہ انجام دیتے رہے۔ مہاراجہ بہادر کے عہد وزارت میں آپ کے فرائض پر پولیٹیکل سکریٹری کی خدمات کا اضافہ ہوا، اور اب آپ مدارالمہام وقت کے پرائیوٹ سکریٹری اور سرکار نظام کے پولیٹیکل سکریٹری قرار پائے۔ وزارت عظمیٰ سے نواب سالار جنگ بہادر کے کنارہ کش ہونے پر حیدرآباد کے مہمات سلطنت کی باگ بہ نفس نفیس حضور پُرنور نے اپنے دست مبارک میں لے لی، اور اب آپ کو براہِ راست حضور کے تحت فرمان خدمات، اور عملی طور پر کار مدارالمہامی انجام دینے کا موقع ملا۔ اِس عرصہ میں بارگاہِ خسروی سے نواب سر فریدوں ملک بہادر کو محکمۂ سیاسیات کے اولین صدرالمہام ہونے کا شرف و افتخار عطا ہوا، جو آپ کے وظیفہ حسنِ خدمت حاصل کرنے کے وقت تک قائم رہا۔

وظیفہ حسن خدمت حاصل کرنے پر سر فریدوں ملک کے سرکاری خدمات کا خاتمہ نہیں ہوا، بلکہ آپ کے دیرینہ ملکی تجربہ سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے، باب حکومت قائم ہونے پر آپ کو اس کا رکن اختصاصی مقرر فرمایا گیا۔ سرکار عالی کی اِس مجلس انتظامیہ کے اولین صدرنشین اور ملک کے مشہور مدبر نواب موید الملک سر سید علی امام بہادر جمعیت اقوام میں ہندوستان کی نیابت کرنے کے لئے یورپ تشریف لے گئے، اور پھر فریش ہو کر عازم وطن ہوئے، تو حسب فرمان خسروی، نواب سر فریدوں ملک نے قائم مقام صدر اعظم کی حیثیت سے مہمات سلطنت کو انجام دیا۔ اسی طرح جب سر موید الملک بہادر نے اپنے منصب جلیلہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے حیدرآباد کو خیرباد کہنے کا مصمم ارادہ فرمالیا، تو بھی حضور پُرنور نے ذریعہ فرمان مبارک مصدرہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ آپ کو (جیسا کہ آپ جامع اوراق کے موسومہ عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں) عارضی طور پر باب حکومت کی صدرنشینی کے فرائض انجام دینے کا ارشاد فرمایا۔ آپ اس منصب پر آخر شعبان ۱۳۴۲ھ تک کارفرما رہے۔

کوئی شخص جس کو نواب سر فریدوں ملک بہادر کی سرکاری زندگی کے مطالعہ کا موقعہ

ل چکا ہے، اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ بغیر کسی وقفہ کے، کم و بیش چالیس سال تک آپ مالک و مملوک دونوں کے نہایت اہم و نازک خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اس سے بہت پہلے کہ آپ مدار المہام کے معتمد خاص مقرر ہوئے، آپ نے نواب سر سالار جنگ اعظم جیسے مدبر سلطنت سے اپنی خوبیوں کا اقرار کرا لیا تھا۔ حیدر آباد میں بہت سے طوفان آئے اور کئی مشاہیر وقت اِدھر سے اُدھر ہو گئے، مگر........ نواب عماد الملک بہادر اور کرنل سر افسر الملک بہادر کے سوا........ ایک آپ ہی سیاسیات کے بادسموم کا مقابلہ فرماتے رہے۔ پانچ وزرائے سلطنت (جن میں سے ہر ایک بجائے خود رتبۂ عالی رکھتا ہے) اور جملہ صاحبان عالیشان ہمیشہ آپ کا دم بھرتے رہے۔

نواب سالار جنگ ثالث کے وزارت سے سبکدوش ہونے پر، سلطنت کی باگ بالراست حضور پُر نور کے دست مبارک میں چلی گئی، اور اس لحاظ سے مدار المہام کے فرائض کا ایک بڑا حصہ سرفریدوں ملک کے تفویض ہوا۔ اُس وقت بھی آپ نے اپنے فرائض کو نہایت عرق ریزی کے ساتھ انجام دے کر، بارگاہ خسروی سے عطائے تحسین حاصل فرمایا۔ اس زمانہ میں جملہ عرضداشتیں آپ کی دستخط اور آپ کی آخری رائے کے بعد بارگاہِ خسروی میں پیش ہوتی رہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مدتہائے مدید سے یہ عزت صرف مدار المہامان وقت کے حصہ میں آتی رہی تھی، اور کسی شخص کو عطا بھی کی گئی تو اُس کی نظیر نہ ہو سکتی تھی۔ سچ یہ ہے کہ حضور پُر نور جیسی زبردست شخصیت کے فرمانروا کے سوا، کوئی اس دستور قدیم کو شکست نہ کر سکتا تھا۔ غرض کہ ایک وفا شعار ملازم کی جاں کاہیوں کو بنفس نفیس ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور پُر نور نے، وظیفہ حُسنِ خدمت عطا فرمانے کے موقعہ پر، جریدۂ غیر معمولی کے ذریعہ، جن شاندار الفاظ میں اعتراف خدمت فرمایا ہے، اُن سے خود حضور کی بلند خیالی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک مدت سے سرفریدوں ملک کی ذات سیاسی اور اخلاقی حیثیت سے باشندگان حیدر آباد کا مرجع ہے۔ اِن دونوں حیثیتوں سے آپ نہ صرف اپنے ملک اور اپنے مالک کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں، بلکہ سرکار عظمت مدار (برطانیہ) نے بھی آپ کی ذات کو مفید

تسلیم کرلیا ہے۔ آپ کا افادہ اور آپ کی ہر دلعزیزی صرف سرکاری حکام تک محدود نہیں۔ یورپ اور ہندوستان کے غیر سرکاری سیاح جن کو پائے تخت آصفی میں آنے کا موقعہ ملا ہے، آپ کی خوبیوں کا اقرار کرکے یہاں سے رخصت ہوئے ہیں۔ آپ کے فطرتی صفات کا بیان اس موقعہ پر ہم طول امل خیال کرتے ہیں۔ البتہ یہ بیان کردینا ہمارے لئے ایک ضروری فرض ہے کہ آپ کے یہاں کے عادتی اٹ ہوم، حیدرآباد کے مختلف فرقوں اور مختلف طبقوں کے یوروپین اور ہندوستانی لوگوں کے مساویانہ طور پر ایک جگہ مل بیٹھنے اور دوستی کو تازہ کرنے کا اچھا ذریعہ ہوتے ہیں۔

سرکاری اور غیر سرکاری طور پر نواب سر فریدوں ملک مختلف حصص ہند کی سیاحت فرما چکے ہیں، اور معدنیات سرکار عالی کے مقدمہ سے متعلق نواب محسن الملک مرحوم کے شریک کار ہونے کی حیثیت سے آپ کو لندن جانے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ دہلی کے دربار تاجپوشی سنہ ۱۹۰۳ء اور دربار قیصری سنہ ۱۹۱۱ء میں آپ سرکاری مہمان کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے؛ جہاں اول الذکر موقعہ پر آپ کو سی آئی ای کا خطاب عطا ہوا تھا، اور آخرالذکر تاریخی موقعہ پر حضور ملک معظم نے اپنے دستِ مبارک سے تمغائے ستارۂ ہند (سی ایس آئی) آپ کے سینہ پر آویزاں فرما کر آپ کے عز و وقار میں چار چاند لگادئیے تھے۔ دولت برطانیہ کے خطابات میں سے کے سی آئی ای خدماتِ جنگ عظیم کی یادگار ہے۔ دولت آصفیہ کے خطابات میں سے جنگی کا خطاب آپ نے حضرت غفران مکان کے عہد میں حاصل فرمالیا تھا، اور دولائی وملکی کے خطابات حضور پر نور کے عہد کے عطایا میں سے ہیں۔

نواب سر فریدوں ملک بہادر کو مولفین ملک کی برادری میں شریک ہونے کی عزت نصیب ہوچکی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں، اور ان میں سے ایک میں آپ نے۔ اورنگ آباد کے کاشتکاروں کی معاشرتی ومعاشی حالت کو قلمبند فرمایا ہے۔ عہد شباب میں آپ ہندوستان کے نامی گرامی انگریزی اخبارات کے لئے مفید ملکت مضامین روانہ کیا کرتے تھے، مگر اب یہ گئی گزری باتیں ہیں۔ البتہ بایں پیرانہ سالی

آپ کو جب کبھی موقعہ مل جاتا ہے، شکار کھیلنے ضرور جایا کرتے ہیں۔ نیز دست شکاری ہونے کے لحاظ سے آپ نے کئی انعامات بھی حاصل فرمائے ہیں۔

سر نریدوں ملک کے اکلوتے فرزند مسٹر رستم جی صوبۂ متوسط میں ڈپٹی کمشنر ہیں، اور اپنے نامور والد کی طرح دولت برطانیہ سے تمغائے قیصر ہند کا اعزاز حاصل فرما چکے ہیں۔

(۳۳)

"ولی الدولہ بہادر" (نواب .... محمد ولی الدینخاں)۔ خلف اصغر نواب سر وقار الامرا مرحوم۔ نواب صاحب مرحوم کی امیرانہ خوبیوں کی شہرت عام ہے، اور سخاوت کے اعتبار سے تو حاتم ثانی تھے۔ اہل علم کی قدر شناسی کا جو ہر خداوند عالم نے خاص طور پر نواب سر وقار الامرا مرحوم کو عطا فرمایا تھا۔ ہمارے کئی بزرگوں کی جانب نواب صاحب کی نظر توجہ تھی۔ ان میں حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم اور نواب سکندر نواز جنگ مرحوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نواب صاحب ہمیشہ مولانا کی رائے کی قدر فرماتے، اور حضرت کے کلام سے لطف اندوز ہوتے رہتے تھے۔

۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کو نواب ولی الدولہ بہادر بلدہ میں پیدا ہوئے، اور ابتدا سے اول درجہ کے انگریز و ہندوستانی اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ سن شریف گیارہ سال سے متجاوز ہوا، تو آپ کے پدر عالی قدر نے ۸ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ کو تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے، ڈاکٹر لاڈر کے ہمراہ، انگلستان روانہ فرمایا؛ جہاں ۱۳۱۷ھ تک ایٹن میں تعلیم پاتے رہے۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں صرف ایک بار اپنے والدین کی قدمبوسی کی خاطر وطن واپس آئے۔ دوران قیام انگلستان میں آپ کو وہاں کے شرفاء و معززین کی ایسی اچھی صحبت نصیب ہوئی جو اس ملک کے عامۃ الناس کو علی العموم حاصل نہیں ہوا کرتی۔ یہ اسی صحبت کا اثر تھا کہ اپنے خصائل پسندیدہ کی بدولت، اپنی اخلاقی و سرکاری زندگی میں، آپ بغیر کسی دشواری کے کامیاب ہوتے رہے۔

بعد فراغ تعلیم ہندوستان واپس تشریف لاکر آپ نے ملک کی فوجی خدمت کی جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا، تو من حیث کمیشن یاب افسر کے، چہارم حضار میں شریک کیے گئے۔ زاں بعد لارڈ کرزن کی خواہش پر، نواب سر وقار الامراء مرحوم نے، آپ کو دیرہ دون کے فوجی کالج میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی، اور آپ غرہ شوال ۱۳۱۹ھ کو عازم ہند شمالی ہوئے۔ لارڈ کرزن کی تجویز کے مطابق، جو کالج اُس زمانہ میں قائم ہوا تھا، اور اس میں داخلہ کیے گئے اولاً جن چار امیرزادوں کو کمیشن یاب عہدوں کے لئے پہلے پہل نامزد کیا گیا تھا، آپ ان میں سے ایک تھے۔ دوران تربیت میں آپ کو اپنے معاصرین کے ہمراہ لارڈ کرزن کے مشہور دربار دہلی میں شرکت کا موقعہ ملا تھا۔

چار سال کے بعد واپس تشریف لائے تو کمانڈر افواج سکندرآباد کے اسٹاف میں متعین فرمائے گئے۔ لیکن وسط جمادی الاول ۱۳۲۵ھ میں رسالہ دوم حیدرآباد امپریل سروس کے کمانڈنگ افسر مقرر ہوگئے، تو اُس خدمت کو ترک فرمادیا۔ یہ ذکر حضرت غفران مکاں کے عہد کا ہے۔ حضور پُرنور کے عہد میں معین المہام افواج سرکار آصفیہ کے منصب جلیلہ پر آپ کو بتاریخ ۲۹ رشوال المکرم ۱۳۲۹ھ (م ۲۲ر آبان ۱۳۲۲ف) سرافرازی عطا ہوئی، جس پر آپ ۱۲ر مہر ۱۳۲۷ف تک فائز رہے۔ معین المہام عدالت کے منصب پر آپ نے اُس وقت ترقی پائی جب نواب فخر الملک بہادر اس سے سبکدوش ہوئے تھے۔ باب حکومت کی تنظیم جدید بروئے عمل آئی تو بھی آپ صیغہ عدالت کی کرسی صدارت پر زینت افروز رہے، اور اس موقعہ پر رکنیت باب حکومت کی عزت حاصل فرمائی۔ موسم گرما ۱۳۴۱ھ م ۱۳۳۲ف میں نواب سر فریدوں ملک بہادر نے طولانی رخصت حاصل کی تو نائب صدر اعظم کا منصب بارگاہ خسروی سے آپ کو عطا ہوا، اور جب صاحب موصوف آخر ہفتہ شعبان ۱۳۴۲ھ میں صدارت عظمیٰ سے کنارہ کش ہوئے، تو یہ منصب آپ کو عطا فرمایا گیا۔ حضور پُرنور کی نظر لطف و کرم ہمیشہ آپ کی جانب مائل رہی ہے، اور تلواروں، چھڑیوں، اور دوسرے بیش بہا عطیوں سے آپ کو سرافرازی بخشی گئی ہے۔ ولایت جنگ اور ولی الدولہ کے خطابات سے آپ رجب ۱۳۳۷ھ اور جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

بلند نام ہوئے۔

نواب ولی الدولہ بہادر جس زمانہ میں معین المہام عساکر آصفیہ تھے، دنیا کے مختلف بڑے عظم کو عالمگیر جنگ نے پریشان کر دیا تھا۔ فوجی نقل و حرکت کے باب میں آپ کے برمحل انتظامات اس وقت دولتِ علیا کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ مفید کام آپ نے صیغہ عدالت میں انجام دیا۔ محکمہ عدالت کی تنظیم جو آپ کے عہد کا ایک واقعہ ہے، نہ صرف اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ عہدہ داروں کی تعداد میں اضافہ ہوا، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ اقتدارات عاملانہ و عدالتی کی تفریق عمل میں آئی تھی، قابل یادگار رہے۔ ڈاکخانہ جات میں سونگ بنک اور وی پی منی آرڈر کا طریقہ جاری ہوا۔ محکمہ کوتوالی میں مفید اصلاحات کے ذریعہ تفتیش جرائم میں آسانیاں پیدا کی گئیں۔ سررشتہ تعلیمات میں جو ترقی نواب ولی الدولہ بہادر کے عہد میں رونما ہوئی، اس کی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آتی۔ جامع عثمانیہ نواب صاحب کے عہد صدارت کی خاص نشانی ہے۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی کے چانسلر ہیں، اور اس حیثیت سے بھی یونیورسٹی کے کاموں میں دلچسپی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ سنہ ۱۳۴۲ھ میں آپ کو پیشگاہ خسروی میں جامع مذکورہ کی جانب سے سلطان العلوم کی اعزازی ڈگری پیش کرنے کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔ امیر جامعہ کی حیثیت سے آپ نے یونیورسٹی کے سب سے پہلے کانووکیشن سنہ ۱۳۳۴ف م سنہ ۱۳۴۲ھ کی صدارت فرمائی تھی۔

مشیر خاص

عماد الملک بہادر (آنریبل نواب.............. علامہ سید حسین بلگرامی) خلف اکبر مولوی سید زین الدین حسین صاحب مرحوم۔ آپ کا وطن تو بلگرام میں توابع اودھ ہے، لیکن ولادت باسعادت اکتوبر ۱۸۴۲ء میں بمقام صاحب گنج ضلع گیا (صوبۂ بہار) واقع ہوئی۔ ابھی عمر شریف چار پانچ سال سے زیادہ نہ ہوگی کہ سایۂ درمان مادر سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی مکتبی تعلیم بمقام مانک گنج (ڈھاکہ) و مرح پور (بھاگلپور) کلکتہ اور ڈھاکہ کے معلمین سے شروع ہو کر تقریباً چودہ سال کی عمر تک جاری رہی۔ جیسا کہ اس زمانہ کے ذی استعداد خاندانوں کے شریف زادوں کا دستور تھا، آپ نے باقاعدہ طور پر نصاب نظامیہ کی تحصیل کی۔ اس سے فراغت ہوئی تو انگریزی کی تعلیم بھاگلپور، کلکتہ، اور پٹنہ کے مدارس میں داخل ہو کر حاصل کی، اور ۱۸۶۲ء میں ڈھائی سال کے اندر انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمالی۔ اگلے سال پریسیڈنسی کالج کلکتہ سے ایف اے کا امتحان بدرجۂ اعلیٰ پاس کیا۔ ۱۸۶۴ء میں جب آپ تھرڈ ایر کلاس میں تعلیم پا رہے تھے، آپ کے والد نے بلگرام سے جاکر آپ کی شادی سید محمد ذکی صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے کردی، اس لئے سال مذکور میں آپ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اگلے سال پھر پڑھنا شروع کیا، اور ۱۸۶۶ء میں کالج مذکور سے بی۔ اے کی سند بدرجۂ اعلیٰ حاصل فرمائی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آپ کا تعلیمی زمانہ ہمیشہ حوصلہ مندی و ہمت افزائی سے معمور رہا، اور تمام سرکاری امتحانات کے موقع پر آپ نے اپنی محنت اور روشن دماغی کی بدولت وظائف حاصل فرمائے۔

بعد فراغ تعلیم کسی سرکاری عہدہ کے لئے سعی کرنے کے بجائے (جس کا ملنا ذاتی قابلیت اور خاندانی وجاہت کے اعتبار سے کچھ زیادہ مشکل نہ تھا) آپ نے کیننگ کالج لکھنؤ میں عربی کی پروفیسری کو قبول فرمالیا، اور چھ سال تک اِس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل اِس وجہ سے اور زیادہ قابلِ تحسین قرار پاتا ہے کہ عربی ادبیات کی تکمیل اور اکابر فضلاء لکھنؤ کے فیضِ صحبت کے شوق میں حکومت کی کرسی پر درس و تدریس کی مسند کو ترجیح دی۔ چنانچہ ایک عرصۂ قلیل کے لئے مفتی میر عباس، مولانا حامد حسین، اور میر انیس اعلی اللہ مقامہم جیسے کاملین کا فیضِ صحبت آپ کو نصیب ہوگیا۔ اسی عرصہ میں آپ نے تعلقداران اودھ کے انگریزی اخبار لکھنؤ ٹائمس کی ادارت کے فرائض بھی بلا شرکت غیرے انجام دیئے اور پانیر جیسے ذی اثر پرچہ کے مقابلہ میں اپنا زورِ تحریر دکھاتے رہے۔

سنہ ۱۸۷۲ء میں سر سالار جنگ اعظم بہ تقریب سیر و سیاحت لکھنؤ تشریف لے گئے تو جنرل بیرو نے اُن کی خدمت میں مولوی سید حسین علی کی تقریب کی، اور اوس مردم شناس مدبر اعظم کے اصرار پر معتمد خاص (پرائیوٹ سکریٹری) کی حیثیت سے جون سنہ ۱۸۷۳ء میں آپ حیدرآباد آگئے ملازمت میں داخل ہوکر مولوی صاحب نے اپنے فرائض کو اِس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ آقا اور گرد و پیش کے تمام لوگ آپ کا بیحد احترام کرنے لگے۔ اس باب میں آپ کی مسلمہ لیاقت کے سوا جفاکشی، وفاداری، بے موثی، اور دیانت داری کو بڑا دخل ہے، اور آپ کے ان صفات پر رازداری کی اعلیٰ صفت کا اضافہ کیا جاسکتا ہے، جو مہمات سلطنت کی بجا آوری کے موقعہ پر کسی ذمہ دار شخص کے لئے نہایت ضروری ہے سنہ ۱۸۷۶ء میں سر سالار جنگ مرحوم نے یورپ کا سفر کیا تو اُن کے نوعمر معتمد بھی لازمی طور پر اُن کے ساتھ تھے۔ مولوی سید حسین صاحب کے اُس وقت کے فرائض پر معتمدی امور متفرقات کا اضافہ ولایت سے واپس آنے پر ہوا۔

سنہ ۱۸۸۴ء میں حضرت غفران مکان صدر آرائے مسند شہریاری ہوئے تو مولوی سید حسین علی یار خاں بہادر موتمن جنگ کے خطابات سے سرفراز ہوکر حضرت کے سرکاری سکریٹری مقرر ہوئے۔ اُس زمانہ میں معتمدی کونسل اور معتمدی صرفخاص مبارک کے فرائض بھی انجام دینے پڑتے تھے

پیشی خسروی کے اہم اور نازک فرائض کو آپ نے ایسی راست بازی کے ساتھ انجام دیا کہ نہ صرف حضور مرحوم کی نگاہ میں عزو وقار حاصل ہوا، بلکہ رزیڈنسی کے صاحبان انگریز بھی آپکی اعلیٰ لیاقت اور عمدہ اوصاف کے قائل ہو گئے۔ عماد الدولہ اور عماد الملک کے وہ خطابات آج ہمیں حضرت غفراں مکان کی اُسی زمانے کی پیاپے عنایتوں اور قدر افزائیوں کو یاد دلاتے ہیں جو یکے بعد دیگرے سنہ ۱۳۰۲ھ اور سنہ ۱۳۱۰ھ میں عطا فرمائے گئے تھے۔

نواب عماد الملک بہادر کا رجحان طبیعت ابتدا ہی سے ملک کی تعلیمی ترقی کی جانب رہا ہے۔ اپنے دوران ملازمت سابقہ میں قلمے و سخنے آپ تمدن انسانی کے اِس ضروری شعبہ کو قابل قدر امداد پہنچاتے رہتے تھے، لیکن ۱۸۸۸ء میں تمام دنیاوی اقتدار سے قطع نظر کرکے اپنی عمر میں ایک بار اور سررشتۂ تعلیم کی جانب آپ نے رجعت فرمائی، اور پیشی خسروی کے عہدۂ جلیلہ سے سبکدوشی حاصل فرماکر قلمرو آصفیہ کے صیغۂ تعلیمات کو اپنے تعلیمی تجربات و معلومات کے سایہ میں لے لیا۔ اُس وقت اگرچہ حیدرآباد میں جدید طرز تعلیم کی ابتدا ہوگئی تھی، اور مدرسوں کی تعداد دو سو چون تھی؛ جن میں بیس ہزار چھ سوجونسٹھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے، مگر آپ کے عہد نظامت میں مدارس کی تعداد میں سہ چند اضافہ ہوا، اور طلبہ کا شمار اس سے بھی زیادہ ہوگیا۔ محکمہ تعلیمات اور متعلقات تعلیم میں بیسیوں اصلاحیں عمل میں آئیں، لیکن نواب صاحب نے کبھی اِس نتیجہ پر فخر نہیں فرمایا۔ البتہ اخبار ٹائمس (لندن) نے آپ کے تعلیمی خدمات کا جن موثر الفاظ میں ذکر کیا ہے، وہ ضرور قابل غور ہیں۔

ان کی بعض رپورٹوں سے یہ حقیقت بالکل منکشف ہوجاتی ہے، کہ جو دقیق مسائل ان کے سامنے آئے، انھیں انھوں نے نہایت دانشمندی سے حل کیا۔ ان رپورٹوں سے یہی نہیں کہ ان کے مصنف کی وسعت نظر ظاہر ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کا حقیقی دوست ہے، علم کو علم بالذات سمجھ کر اُس سے ایک شیفتگی رکھتا ہے، اور اُس کی عالمانہ شان کہیں ہاتھ سے جانے نہیں پاتی۔

ہم اس موقعہ پر یہ بیان کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ فن تعلیم کے ماہر و مبصر ہونیکی حیثیت سے نواب عماد الملک تعلیم کو تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کا ذریعہ جانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک تربیت تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے، اور بغیر تربیت کے تعلیم غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضر ثابت ہوتی ہے۔ مغرب میں تعلیم و تربیت دوش بدوش چلتی ہیں، پس مشرق میں مغربی (اور ہمارے نزدیک کسی) تعلیم کو تربیت سے الگ کر کے رائج کرنے کے نتائج لازمی طور پر ہمیشہ مضر ہوں گے۔ رٹ رٹا کر امتحان پاس کرنے کا طریقہ آپ کی رائے میں ہر حیثیت سے مذموم و مضر ہے۔ اس کے بجائے کنڈرگارٹن (دبستان الاطفال) کے اصول کے اسکولوں کا رواج دینا چاہئے۔ نواب صاحب نے تعلیم کا اصل اصول شفقت اور تربیت کو قرار دیا ہے۔ بچوں کی اتالیقی کے لئے آپ تعلیم یافتہ استانیوں کو موزوں خیال فرماتے ہیں۔ حیدرآباد میں آج آپ ہی کی سعی سے اس غرض کے لئے بہت سی استانیاں نظر آتی ہیں

۱۹۰۷ء میں صاحب وزیر ہند کو اپنی کونسل میں ہندوستانی ممبروں کے شریک کرنے کا اختیار حاصل ہوا تو لارڈ مارلے نے جن دو شخصوں کو نامزد فرمایا، اُن میں سے ایک نواب عماد الملک بہادر تھے۔ چنانچہ آپ نے قلمرو آصفیہ کی خدمت نظامت تعلیمات سے وظیفہ حاصل فرما کر ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء کو سب سے پہلے ہندوستانی کی حیثیت سے انڈیا کونسل کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اخبار ٹائمس (لندن) نے آپ کی شرکت کو اُس وقت تک کی پنجاہ سالہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ قرار دیا، اور خود لارڈ مارلے نے اپنے تعلقات ہند و برطانیہ کی تاریخ میں منجملہ اہم ترین واقعات کے شمار کیا۔ اُس وقت مال، عدالت و امور عامہ اور مخزن کے نام سے تین صیغہ جات میں انڈیا کونسل کا کام منقسم تھا۔ نواب عماد الملک بہادر نے جملہ صیغہ جات میں کام کر کے بکرات و مرات لارڈ مارلے سے خراج تحسین حاصل فرمایا۔ لیکن انگلستان کی سردی کی برداشت نہ ہونے سے مدت رکنیت کے خاتمہ سے قبل (جو ۱۰ نومبر ۱۹۱۲ء کو ختم ہوتی تھی) آپ نے نومبر ۱۹۰۹ء میں کونسل کو خیرباد کہا۔ اس دوران میں بہ تقریب نوروز یکم جنوری ۱۹۰۸ء اعلیحضرت ملک معظم اڈورڈ ہفتم کی پیشگاہ سے آپ کو ستارۂ ہند (سی ایس آئی) کا

خطاب عطا ہوا۔

نواب عماد الملک بہادر اپنے اختیار کردہ وطن حیدرآباد تشریف لے آئے تو امید کیجاتی تھی کہ اب آپ بقیہ عمر آرام و سکون میں بسر فرمائیں گے۔ لیکن حضور پُرنور نے نواب سالار جنگ بہادر ثالث کو قلمدان وزارت سپرد فرمانے کے وقت اِس ضرورت کو محسوس فرمایا کہ مہمات سلطنت کی انجام دہی کے لئے نوعمر دیوان کو کسی کہنہ مشق مشیر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کام کے لئے نظر انتخاب نواب عماد الملک پر پڑی، اور مشیر خاص کے لقب سے آپ کو مدار المہام وقت کا مشیر مقرر فرما دیا۔ اِس منصب جلیلہ پر آپ دو سال سے زیادہ کار فرما رہے۔ اسی طرح حضور وائسرائے کی صاحب اقتدار کونسل کے لئے رکن تعلیمات کا جدید عہدہ قایم ہوا تو اِس صیغہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے آپ سے فرمائش کی گئی، لیکن آپ نے بوجہ پیرانہ سالی اس کے قبول کرنے سے افسوس کے ساتھ معذرت ظاہر فرمائی۔

واقعات کے تسلسل کے لحاظ سے ہم نواب عماد الملک بہادر کے بعض اہم ترین حالات کے بیان کرنے سے قاصر رہے، جن کو اب بیان کرتے ہیں۔ آپ کے رکن رکین سلطنت آصفیہ ہونے کے باعث جو فوائد ملک و قوم کو پہنچے، اُن کا مکمل ذکر تو اس کتاب کی مختصر گیری کے منافی ہے، لیکن بعض ضروری منافع کا ذکر خلاف موقعہ نہ ہوگا۔ سر سید احمد خاں مرحوم معاملات قومی میں ہمیشہ آپ کو اپنا مؤید خاص خیال فرماتے تھے۔ علیگڈھ کالج (موجودہ جامع اسلامیہ) اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے آپ قدیم ٹرسٹی و رکن ہیں۔ مسلمانان ہند کے ان دونوں تعلیمی مرکزوں کے سوا، دار المصنفین اعظم گڑھ، اور انجمن ترقی اردو پر آپ کے احسانات خاص ہیں۔ یہ امر بھی مزید ہے کہ مختلف حصص ہند میں جن قومی و تعلیمی درسگاہوں کو دولت آصفیہ سے شاہانہ امدادیں حاصل ہو رہی ہیں، اُن سب کی تہ میں آپ کا ہاتھ کام کرتا نظر آئے گا۔ خود حیدرآباد میں مدرسہ اعزہ، زنانہ مدرسہ، مطبع دائرۃ المعارف، کتبخانۂ آصفیہ، مدرسہ تعلیم المعلمین، انجینیرنگ اسکول، مدرسہ صنعت و حرفت اورنگ آباد، اور نظام کلب محض آپ کی تحریک پر قایم ہوئے، اور سالہائے دراز سے طالبان نزدیک و دور کو حقیقی فوائد سے بہرہ اندوز

کررہے ہیں۔ یہاں یہ امر قابلِ فروگزاشت نہیں ہوسکتا کہ مدرسہ اعزہ اور نظام کلب کے قیام کے وقت مولوی شیخ احمد رفعت یار جنگ مرحوم اور محی الدولہ رسول یار خاں مرحوم ان کاموں میں آپ کے بہت بڑے مؤید اور دست و بازو تھے۔

اگرچہ نواب عماد الملک بہادر ہندوستان کی قومی و ملکی زندگی میں کبھی طبل و علم لیکر نہیں نکلے، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ جب کبھی آپ کو مفید ملک مقاصد میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی، آپ نے اپنی قابلِ قدر امداد سے دریغ نہیں فرمایا۔ قیام کانگرس کے وقت سر سید احمد خاں مرحوم نے مسلمانوں کو اس سے علیحدہ رہنے کی تحریک کی، تو آپ نے نہایت زور کے ساتھ ایک انگریزی تحریر کے ذریعہ اس کی تائید فرمائی۔ اسی طرح مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے دوبار (ایک مرتبہ سر سید کی زندگی میں بمقام میرٹھ اور دوبارہ محسن الملک کی تحریک پر بمقام رامپور) آپ نے اپنی قوم کو مسائل تعلیم سے آگاہ فرمایا۔ آپ کا خطبۂ صدارت رامپور، جو انگریزی انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے، عام طور پر ہندوستان و انگلستان کے باثر حلقوں میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا، اور حقیقت شناس مشاہیر وقت نے اس کی خوبی مطالب اور معلومات مفیدہ کا اقرار کرکے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ دادِ سخن دی؛ یہاں تک کہ خود لارڈ کرزن، جن کے ہاتھ میں اُس وقت قلمرو ہند کی حکومت تھی، اس کو دیکھ کر اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اِس موقعہ پر ماہر و مبصر تعلیم کی حیثیت سے یونیورسٹی کمیشن کا ممبر مقرر فرماکر، لاٹ صاحب موصوف نے حکومت ہند کی جانب سے نواب صاحب کی اعلیٰ قابلیت کا اعتراف فرمایا۔ کمیشن کے ساتھ آپ نے تمام مملکت ہند کا دورہ فرماکر اس کو اپنے مفید مشوروں سے فائدہ پہنچایا۔ نواب صاحب وایسریگل کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تو اس حیثیت سے موازنہ ۱۹۰۳ء کے موقعہ پر ابتدائی تعلیم کی توسیع کے باب میں کروروں غیر تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی وکالت فرمائی۔ ان مفید مباحث کی یاد اب تک دلوں میں تازہ ہے۔

نواب عماد الملک بہادر اپنے ملک اور اپنی قوم کو نہایت متانت کے ساتھ میدان سیاست میں

میں گام زن دیکھنا پسند فرماتے تھے؛ چنانچہ آپ کے اِس خیال کا اثر اُس اڈریس سے بھی نمایاں ہے جسے مسلمانانِ ہند نے اکتوبر ۱۹۰۶ء میں ہز ہائینس سر آغا خاں کی زیرِ صدارت لارڈ منٹو کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس اڈریس کے حُسنِ ادا اور قوتِ استدلال کو عام طور پر پسند کیا گیا، اور کوئی کلام نہیں کہ اس کے پیش ہونے کے بعد سے مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ ہوگیا۔

مدراس یونیورسٹی میں؛ جس کے نواب عماد الملک نہایت قدیم و با اثر فیلو تھے، السنۂ مشرقیہ سے متعلق آپ کی رائے کا خاص وزن تھا۔ نومبر ۱۹۱۶ء میں یونیورسٹی مذکور کے چانسلر (گورنر صاحب مدراس) نے کانووکیشن اڈریس دینے کی غرض سے آپ سے فرمایش کی۔ آپ نے جو فاضلانہ خطبہ اس موقعہ پر ارشاد فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل و معاملاتِ تعلیم پر آپ کو کسقدر بصیرت حاصل تھی۔

۱۹۱۹ء میں حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اندر جو خطبۂ صدارت آپ نے ارشاد فرمایا تھا، وہ آپ کی پبلک زندگی کا آخری باب تھا۔ یہ قابلِ دید و لائقِ داد خطبہ، جسکی کتابت کی عزت اُس وقت جامع اوراق کو عطا کی گئی تھی، صرف چند ساعت میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ دکن کے تعلیمی مریض خانہ کے اِس نباض نے ٹھیک اُس رگ پر ہاتھ ڈالا تھا جو زیادہ درد آلود ہے۔ فی الحقیقت جب تک مشرقی علوم اور مشرقی السنہ کی جانب ہمارا ملک توجہ نہ کرے گا، اور اپنے محاسنِ مذہبی پر عمل پیرا نہ ہوگا، اُس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔

قلمروِ آصفیہ کے لئے کسی یونیورسٹی کا خیال حیدر آباد میں قدیم، اور ہمیں یاد پڑتا ہے کہ نواب عماد السلطنتہ سالار جنگ ثانی کے عہدِ وزارت کی یادگار ہے۔ اُس وقت نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک جیسے محبانِ تعلیم، سرکارِ عالی کی سلکِ ملازمت میں داخل اور اس تحریک کے بڑے معاون تھے۔ نواب عماد الملک بہادر اُس وقت سے اس خیال کی پرورش نہایت صبر و سکون کے ساتھ فرماتے رہے، تا اینکہ وہ وقت آگیا کہ آپکا

یہ خیال دوسرے ہمدردان تعلیم کی مدد سے، بارآور ہو گیا، اور جامع عثمانیہ کی شکل میں ملک کو یہ علمی دولت نصیب ہو گئی۔ نواب عماد السلطنت کے عہد وزارت اور ازمنۂ مابعد کی تجاویز پر ہمیں کوئی اطلاع نہیں ہے۔ باوجود اس کے ہمارا خیال ہے کہ اگر اس سے قبل کوئی یونیورسٹی قایم ہوتی تو اس کی صورت جداگانہ ہوتی، اور اس میں مشرقیت زیادہ ہوتی۔

مولوی سید حسین بلگرامی کی زندگی کا تذکرہ خواہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو، جب تک اس میں آپ کے ادبی خدمات کا ذکر نہ کیا جائے، ناتمام رہے گا۔ آپ کو عربی و انگریزی میں نظم و نثر لکھنے پر یکساں قدرت حاصل تھی، اور واسطی کے تخلص کے ساتھ آپ کا انگریزی کلام عرصہ تک شایع ہوتا رہا ہے۔ مذکورۂ بالا دو زبانوں کے بعد ہی فرانسی کا نمبر آتا ہے۔ مقرر کی حیثیت سے آپ کا شمار ملک کے نام آور مقرروں میں نہ تھا۔ باوجود اس کے آپ کے بیان میں متانت اور شستگی ضرور تھی، اور آپ کی تقریر میں کام کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ ہم اس سے قبل ذکر کر آئے ہیں کہ لکھنؤ ٹائمس کے صفحات پر نواب صاحب نے بدو شباب میں زور قلم دکھایا تھا۔ آپ حیدرآباد تشریف لائے تو مخزن القواعد کے نام سے اپنی مادری زبان میں ایک مفید عام رسالہ جاری فرمایا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب حیدرآباد سے کوئی رسالہ شایع نہ کیا جاتا تھا۔ جن لوگوں کے پاس اس کے پرچے محفوظ ہیں، وہ اب بھی کم و بیش نصف صدی قبل کی اعلیٰ انشاپردازی کا لطف حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اردو زبان میں نواب صاحب کی کتاب رسائل عماد الملک آپ کے مضامین و خطبات کا بہترین مجموعہ ہے۔ انگریزی میں حیات سالار جنگ اول اور تاریخ مملکت آصفیہ کے سوا قرآن پاک کا ناتمام ترجمہ وہ علمی کارنامہ ہے جو تنہا بقائے نام کے لئے کافی ہے۔ باوجود پیرانہ سالی کے آپ کے انہماک کی یہ کیفیت تھی کہ جامع عثمانیہ کی مجلس واضع مصطلحات علمیہ میں آپ نمایاں حصہ لیتے رہتے تھے، اور تہذیب و اشاعتِ کتبِ قدیمہ کا جدید سررشتہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کی علمی و ادبی دلچسپیوں کے لحاظ سے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

اور مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے آپ کی خدمت میں علامہ (ایل ایل ڈی) کی ڈگری ۱۹۲۵ء م ۱۳۴۴ھ میں پیش فرمائی تھیں۔ نواب صاحب نے روز پنجشنبہ واقع ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کو رحلت کی

علامہ سید حسینؒ کا وقت زیادہ تر کتب خانہ میں گزرا ہے، اور آپ کا مشغلہ کتب بینی رہا ہے آپ اہل علم کے قدر شناس تھے، اور آپ کا مکان خادمان علم کا مرجع تھا نوعمر اہل قلم آپ کے مشوروں سے استفادہ کرتے اور آپ کی رہنمائی میں میدان ادب میں گام زن ہوتے تھے۔ صاحبان فضل وکمال کے آپ بڑے معاون تھے، اور سرکاری و غیر سرکاری طور پر بیشمار اہل قلم آپ کی ذات سے مالی فائدہ حاصل کرتے رہتے تھے جامع اوراق کو بھی نواب صاحب کے خیالات سے استفادہ کا موقع ملا ہے، اور یہ امر ہمیشہ اس کے لئے موجب فخر و ناز رہے گا کہ نواب عماد الملک بہادر نے ان معنی خیز الفاظ میں بیچگلی سے ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو صدائے آفریں بلند کر کے اس کی ہمت افزائی فرمائی:

آپ کی کتاب .... کی بابت میں نے ایک طویل عریضہ حضور میں گزرانا تھا، جس میں کتاب کی خوبیاں تفصیل کے ساتھ بیان کی تھیں، اور یہ عرض کیا تھا کہ آپ کتاب خود پیش کریں گے، یا کسی کے ذریعہ سے پیش کرائیں گے۔ میں نے خود پیش نہیں کی؛ کیونکہ آپ کی اجازت درکار تھی، اور اس میں جو عرضی شامل ہے، اُس پہ آپ کے دستخط نہ تھے میں نے بہت آپ کا انتظار کیا، مگر جب آپ سے ملنے کا اتفاق نہوا تو میں کتاب اپنی پیچھے چھوڑ آیا۔ اگر آپ کہیں تو سید مہدی حسینؒ (موجودہ مہدی یار جنگ) کو لکھ کر کتاب نکلوالی جائے، اور آپ کے حوالہ کیجائے۔

معین المہامان

(۱)

خان خاناں بہادر (نواب حسام الملک نظام یار الدولہ میر اسد علی خاں نظام یار جنگ.....) خلف اکبر نواب فخر الملک حسام الدولہ میر غلام حسین خاں بہادر صفدر جنگ مرحوم۔ سرزمین بلدہ ہی پر آپ کی ولادت واقع ہوئی، اور اسی مقام پر قدیم طرز کی اعلیٰ تعلیم حاصل فرمائی۔ ایام طالب علمی میں فنون لطیفہ کی جانب خصوصیت کے ساتھ طبیعت راغب تھی، اور ان میں بھی خطاطی سے آپ کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ اس فن کو آپ نے بدرجۂ کمال حاصل فرمایا؛ یہاں تک کہ اپنے شباب میں حیدر آباد کے خطاطین میں سرآمد روزگار شمار کئے جانے لگے۔ خطاطی کے بعد ہی شاعری سے آپ کی طبیعت کو خاص لگاؤ تھا۔ سخن گوئی کی خاطر کم، سخن فہمی کی غرض سے زیادہ، جو بڑا اہم فن ہے۔ بہر طور آپ نے اپنے دوران طالب علمی کو انھیں مشاغل میں گزارا جن کی جانب کسی امیر زادہ کا میلان ہوا کرتا ہے۔

بعد فراغِ تعلیم آپ نے سر سالار جنگ اعظم کی خدمت میں مہمات سلطنت کا تجربہ حاصل فرمایا۔ نواب صاحب مرحوم سفر وحضر میں اکثر آپ کو اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے؛ چنانچہ سفر یورپ میں بھی اپنے ملک کے اس امیر کو اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ ایک مدت کی یکجائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۹ ؍ خورداد ۱۲۹۴ف کو جب صدر المہامی امور متفرقات سے نواب شہاب جنگ مرحوم صدر المہامی کوتوالی کے منصب پر منتقل ہوئے تو اول الذکر منصب آپ کے تفویض فرمایا گیا۔

اس منصب جلیلہ پر آپ ۲۰ اسفندار ۱۳۰۴ف تک کارفرما رہے۔ تاریخ مذکور کو یہ صدر المہامی تخفیف ہوگئی۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد معین المہامی افواج پر ۱۱ شہریور ۱۳۱۷ف کو سرافرازی حاصل ہوئی۔ اس منصب جلیلہ پر آپ ۱۲ آبان ۱۳۲۲ف تک کارفرما رہ کر بوجہ پیرانہ سالی مستعفی ہو گئے۔

آپ اُن امرائے عالی قدر میں سے ہیں جن کی شان و شوکت حضرت مغفرت مآب کے عہد سے مسلم ہے۔ خطاب خانی و بہادری نظام یار جنگ آپ کو بیشگاہ حضرت مغفرت مکان سے عطا ہوا تھا۔ حضرت غفران مکان کے عہد میں بہ تقریب عید الفطر ۱۳۱۱ھ خطاب نظام یار الدولہ حسام الملک خان خانان، چار ہزاری منصب و سہ ہزار سوار سے آپ نے سرافرازی حاصل فرمائی۔

نواب میر کمال الدین خان بہادر (علیگ) آپ کے فرزند اکبر ہیں۔ دوسرے فرزند ابھی صغیر السن ہیں۔

(۳)

فخر الملک بہادر (نواب مشیر الدولہ صفدر جنگ میر سرفراز حسین خان......) خلف اصغر نواب فخر الملک حسام الدولہ میر غلام حسین خان صفدر جنگ مرحوم۔ ۱۵ محرم ۱۲۷۷ھ کو بلدہ حیدرآباد میں ولادت باسعادت واقع ہوئی۔ اولاً فارسی، عربی، انگریزی کی تحصیل حسب رواج ملک فرمائی۔ ازاں بعد عدالتی و مالی صیغہ جات کے کام میں مہارت بہم پہنچا کر ایک عرصۂ قلیل میں کامیابی حاصل کرلی۔ نواب صاحب بدو شباب ہی سے شکار کے شائق تھے، اسلئے دوران تعلیم میں انگریز افسروں کے ساتھ شریک شکار ہوتے رہے حقیقت حال یہ ہے کہ امرائے حیدرآباد میں آپ سب سے پہلے امیر تھے، جنہوں نے مغربی معاشرت کو اختیار فرمایا، اور اپنا خرقۂ کہن اتار کر انگریزی معاشرت اختیار کرنے کے سوا، خانگی زندگی میں صاحبان انگریز سے رسم و راہ پیدا کرنے میں پیش قدمی سے کام لیا، جس کی پیروی اب حیدرآباد کے بیشتر امرا کر رہے ہیں۔

بعد فراغ تعلیم آپ امیرانہ زندگی بسر فرمانے لگے۔ لیکن دولت آصفیہ کے ساتھ آپ کے آبائی تعلقات جو قدرتی طور پر وابستہ تھے، ان کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔ اس لئے بیشگاہ حضرت غفران مکاں سے

سنہ ۱۲۹۱ھ میں آپ کو خانی و بہادری کا خطاب عطا ہوا، اور سنہ ۱۲۹۳ھ میں حضرت کے ہمراہ رہنے کی عزت دربار قیصری دہلی میں بخشی گئی۔ اس کے بعد بھی کئی مواقع پر مثل اورنگ آباد و کلکتہ وغیرہ کے حضرت کے ہمراہ آپ بغرض سیاحت تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۳۰۱ھ میں ناندگاؤں جاکر مارکوئس آف ڈفرن و آوا کا استقبال فرمایا، اور منجانب حضرت غفران مکان وکالتاً لاٹ صاحب کے ہمراہ اورنگ آباد تشریف لے گئے؛ جہاں نہایت عمدگی و ہوشیاری کے ساتھ اُن کی مہانداری کا انتظام فرمایا، اور تمام دلچسپ مقامات مثل ایلورا و قلعہ دولت آباد کی سیر کرائی۔

سنہ ۱۳۰۱ھ میں کونسل آف اسٹیٹ کا انعقاد عمل میں آیا تو آپ اس کے معزز رکن قرار پائے۔ بعد ازاں معین المہام کوتوالی ہوئے۔ اس سال دربار عید الفطر کے موقعہ پر آپ خطاب صفدر جنگ مشیر الدولہ فخر الملک، اور چار ہزاری منصب، اور تین ہزار سوار سے سرافرازی حاصل فرمائی۔ معین المہامی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کا منصب پیشگاہ سرکار سے سنہ ۱۳۰۲ھ میں عطا ہوا تھا۔ سنہ ۱۳۱۱ھ میں محکمۂ کورٹ آف وارڈز بھی بطور خاص آپ کے سپرد کیا گیا۔ کیبنٹ کونسل کی رکنیت اور مجلس آئین و قوانین کے صدر ثانی کے اعزاز آپ کو اس کے بعد عطا ہوئے۔ سنہ ۱۳۲۰ھ کے دربار دہلی میں حضرت غفران مکان کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔

حضور پُرنور کا عہد شروع ہوا تو بھی آپ کے عزو وقار میں فراوانی ہوئی، اور مختلف قسم کے عطیات کے سوا کئی بار حضور آپ کے یہاں قدم رنجہ فرما ہوئے۔ ۸ مہر ۱۳۳۲ف تک آپ منصب جلیلہ معین المہامی پر سرافراز رہے، اور اس عرصہ میں ہمیشہ اپنے متعلقہ صیغہ جات سے دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے۔ ملک کے تعلیمی مسائل سے تو اب بھی نواب فخر الملک بہادر کو دل بستگی ہے۔

نواب صاحب کے تمام فرزند تعلیم یافتہ، خطاب یافتہ، اور مناصب سرکار عالی پر ممتاز ہیں۔ اِن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں (۱) کپتان نواب میر اکرام حسین خاں غازی جنگ بہادر

(۲) نواب میر مکرم حسین خاں فخر جنگ بہادر۔ (۳) نواب میر صفدر حسین خاں رئیس یار جنگ
بہادر۔ (۴) کپتان نواب میر دیانت حسین خاں رئیس جنگ بہادر۔ اور (۵) نواب میر
امانت حسین خاں شاہ نواز جنگ بہادر۔

صدر المہامان

نواب امین جنگ بہادر (نواب سر.......... مولوی احمد حسینؒ) خلف حاجی محمد قاسم صاحب خطیب تاجر مدراس۔ آپ کا تعلق قصبہ وانمباڑی ضلع شمالی ارکاٹ علاقہ مدراس کے مشہور و معروف خاندان خطباء سے ہے، مگر ولادت شہر مدراس کے محلہ سپاری گٹہ نزل کھیڑی کے اندر سنہ ۱۸۶۳ء میں واقع ہوئی۔ خانگی تعلیم کے بعد سنہ ۱۸۷۳ء میں انگریزی مدرسہ میں داخل ہوئے اور سال بسال ترقی پاکر سنہ ۱۸۸۰ء میں مڈل اسکول کا امتحان پاس کیا۔ اس موقعہ پر رنگم برسری نامی وظیفۂ تعلیمی کے مستحق قرار پائے، اور ایک سال تک دس روپیہ ماہانہ پاتے رہے۔ اگلے سال مدراس یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل فرماکر اس یونیورسٹی کا اعلیٰ وظیفہ تعلیمی موسوم بہ گورنرس اسکالرشپ رقمی چالیس روپیہ چار سال تک پاتے رہے۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں بی۔ اے کا نتیجہ شائع ہوا تو آپ مدراس یونیورسٹی کے تمام امیدواروں امتحان میں دوسرے نمبر پر تھے۔

بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قانون کی تعلیم شروع ہوئی، اور سنہ ۱۸۸۸ء میں بی ایل کی ڈگری حاصل فرماکر آپ نے مدراس کے مشہور و معروف بیرسٹر مسٹر بریڈلی نارٹن کے پاس وکالت کی عملی تعلیم پانی شروع کردی لیکن اپنے علمی ذوق کی بدولت اگلے سال آپ مدراس یونیورسٹی کے ممتحن مقرر ہوئے، اور متواتر چار سال تک اردو فارسی، اور عربی کے ممتحن ہوتے رہے سنہ ۱۸۹۰ء میں آپ مدراس ہائیکورٹ کے وکیل ہوئے، اور اسی سال آپ نے ایم اے کے امتحان میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل فرماکر

ڈگری لی۔

گورنمنٹ مدراس نے مولوی احمد حسین صاحب کی خاندانی وجاہت اور ذاتی قابلیت کا لحاظ فرماکر سنہ ۱۸۹۱ء میں آپ کو احاطہ مدراس کے ضلع ارکاٹ کا ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر فرمادیا۔ مگر اگلے سال استعفاء دے کر آپ اس عہدہ سے کنارہ کش ہوگئے سنہ ۱۸۹۳ء میں حیدرآباد تشریف لائے اور نواب سرور الملک بہادر کے ماتحت مددگار معتمد پیشی کی خدمت حاصل فرماکر اس راست بازی و امانت داری کے ساتھ اپنی خدمت کے فرائض انجام دئیے کہ حضرت غفران مکان نے آپ کے مدارج میں بکرات و مرات ترقی فرمائی سنہ ۱۸۹۹ء میں حضرت غفران مکان نے آپ کو نواب سرور الملک بہادر کا قائم مقام مقرر فرمادیا، اور اسی سال سفر کلکتہ میں بہ حیثیت معتمد پیشی ہمراہ رکاب رکھنے کا شرف افتخار بخشا۔ لارڈ کرزن کے مشہور دربار دہلی واقع سنہ ۱۹۰۳ء میں بھی آپ اسی حیثیت سے حضرت کے ہمرکاب تھے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں معتمد حضور پرنور کے منصب پر چیف سکریٹری کے فرائض کا اضافہ بھی حضرت غفران مکان کے عہد میں ہوا تھا۔

حضور پرنور سریر آرائے سلطنت ہوئے تو دیرینہ تجربہ اور ایک عرصہ کے حقوق خدمتگذاری کے لحاظ سے آپ کو ان دونوں خدمتوں پر برقرار رکھا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں حضور ملک معظم جارج پنجم کے دربار تاجپوشی دہلی میں آپ کو حضور کے ہمرکاب رہنے کی عزت، اور اس دربار میں سی ایس آئی کے خطاب سے سرفرازی نصیب ہوئی۔ صدر المہامی پیشی خسروی کے منصب پر آپ سنہ ۱۹۱۳ء میں فائز ہوئے، اور اسی سال آپ کے تبحر علمی کے لحاظ سے رائل اسٹرانمیکل سوسائٹی نے آپ کو اپنا فیلو مقرر کیا۔ بہ تقریب سالگرہ مبارک پیشگاہ خسروی سے سنہ ۱۹۱۸ء میں خطاب امین جنگ عطا ہوا، جو آپ کی بہترین صفت امانت پر دال ہے باب حکومت کا انعقاد عمل میں آیا تو چھ مہینے کے لئے آپ صدر المہام فینانس و رکن باب حکومت مقرر ہوئے۔ کے سی آئی ای کا خطاب آپ کو سنہ ۱۹۲۲ء میں عطا ہوا تھا، جو اس امر کی دلیل ہے کہ جس طرح آپ کے خدمات سرکار آصفیہ میں محمود ہیں اسی طرح اُن کو دولت برطانیہ بھی

پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

نواب سر امین جنگ بہادر کو مذہب اور تعلیم سے بڑی دلچسپی ہے۔ آپ کا رسالہ نوٹس آن اسلام انگریزی کی پسندیدہ کتابوں میں شمار ہوتا ہے، اور ان مباحث پر آپ کی دلنشین تقریریں علی العموم توجہ کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔ ۱۳۳۵ف میں آپ نے طبی کانفرنس کی صدارت فرماکر نفس طب پر اپنا خطبہ ارشاد فرمایا تھا، جس کو تمام مبصرین فن نے دلچسپی کے ساتھ سنا تھا۔ اپنی علمی و ادبی دلبستگی کو کام فرماکر جب کبھی آپ مقامی رسائل میں نمودار ہوتے ہیں، آپ کے مضامین دلچسپی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ نواب صاحب تعلیم کے بہت بڑے معاون ہیں، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے آپ کو ۱۹۲۴ء میں اپنے کورٹ کا ممبر بنا کر اپنی جماعت میں ایک مفید رکن کا اضافہ کرلیا ہے۔

(۳)

نواب تلاو
بہا

تلاوت جنگ بہادر (نواب ..... صاحبزادہ میر تلاوت علی خاں) خلف نواب سہام جنگ مرحوم۔ آپ کا خاندانی تعلق حیدرآباد کے مرشد زادگان سے ہے۔ اس قرابت کا لحاظ حضرت غفران مکان ہمیشہ فرماتے رہتے تھے، اور حضور پرنور کو بھی اس تعلق کا دائمی پاس ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے بلدہ حیدرآباد کی مشہور درسگاہ مدرسہ اعزہ میں پائی جب اس سے فراغت حاصل کرلی تو اعلیٰ تعلیم کے لئے کوشاں ہوے، ان منازل کو بھی نہایت توجہ کے ساتھ طے کرکے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ ایک زمانہ میں مرشد زادگان آصفجاہی قدیم طرز تعلیم سے بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے، مگر آپ نے بعض ہم سن مرشد زادگان کے ساتھ تعلیم جدیدہ کے لئے سعی فرمائی، اور اپنے ہم جنسوں سے بازی لے گئے۔

بعد فراغ تعلیم حضرت غفران مکان کی توجہ خاص سے بصیغۂ عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے۔ صدر مہتمم تعلیمات بلدہ ہونے پر آپ کو اپنے

ابنائے وطن کی تعلیم و تربیت کے نشو و نما میں حصہ لینے کا موقعہ ابتدائے کار ہی میں مل گیا۔ آپ کے انہماک کی اطلاع سمع ہمایونی تک پہنچی تو ایک مرشد زادہ کی ذاتی لیاقت کے مدنظر ایک فرمان خصوصی کے ذریعہ آپ کو معین المہام تعمیرات کے منصب جلیلہ پر سرفرازی بخشی۔ اس منصب کا جائزہ آپ نے ۱۱؍آبان ۱۳۲۴ف کو حاصل فرمایا۔ کم و بیش بائیس مہینے تک آپ اس منصب کے فرائض انجام دیتے رہے، اور اس عرصہ میں بڑے بڑے ماہرین فن انجینئری کے مقابلہ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے رہے۔ بارگاہ شاہی سے متعدد سرافرازیاں اس زمانہ کو یاد دلاتی ہیں۔ تلاوت جنگ کا خطاب بہ تقریب سالگرہ مبارک عطا ہوا تھا۔ ۷؍شہریور ۱۳۲۶ف کو اس منصب سے آپ وظیفہ پر سبکدوش کیے گئے۔

لیکن بغیر کسی مزید وقفہ کے حضور پرنور نے آپ کو علاقہ صرفخاص مبارک میں نظامت مخارج پر سرافرازی عطا فرمائی۔ اسی ضمن میں ۲۰؍محرم الحرام ۱۳۴۳ھ لغایت ۲۸؍ذیقعدہ سال مذکور معتمدی صرفخاص مبارک، اور ۱۷؍رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ لغایت ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ مہتممی خزانہ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ۲۹؍آذر ۱۳۳۴ف کو آپ نے دو تین روز کے لئے صدر المہامی صرفخاص مبارک کا جائزہ راجہ فتح نواز ونت سے حاصل فرمایا تھا اسی طرح ۱۱؍فروری سنہ ۱۳۳۴ف کو بھی عارضی طور پر ایک بار اور صدر المہامی مسبوق الذکر کا جائزہ راجہ صاحب موصوف سے حاصل کیا۔

حضور پرنور کو باب حکومت کا انعقاد منظور ہوا تو نواب تلاوت جنگ بہادر کے دیرینہ تجربہ کے لحاظ سے صدر المہامی تعمیرات و رکنیت باب حکومت کا افتخار آپ کو عطا فرمایا۔ صدر المہامی مال پر آپ کا تبادلہ غرہ رجب ۱۳۴۱ھ کو عمل میں آیا، جس پر آپ ہنوز کارفرما ہیں۔

صاحبزادہ تلاوت جنگ بہادر کو سیاست داخلی میں بڑا انہماک ہے۔

(۴۳)

نواب حیدر نواز جنگ بہادر

حیدر نواز جنگ بہادر (نواب ...... محمد اکبر نذر علی حیدری)۔ خلف سیٹھ نذر علی صاحب

آپ کا آبائی وطن تو کھمبات ہے، لیکن ولادت بمقام بمبئی سیٹھ نذر علی صاحب نامی گرامی تاجر کے مشکوے معلیٰ میں ۹ مر نومبر سنہ ۱۸۶۹ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جو زیادہ تر دین و مذہب سے تعلق رکھتی تھی مکان میں اپنی والدہ صاحبہ و نانی صاحبہ (جسٹس بدر الدین طیب جی کی حقیقی ہمشیرہ) سے پائی۔ مدرسہ جانے کی عمر کو پہنچے تو کھیت واڑی (بمبئی) کے اینگلو ورنیکولر اسکول میں داخل کیا گیا۔ اس کے بعد الفنسٹن ہائی اسکول میں اور پھر سینٹ زیویرس کالج میں آپ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا گیا؛ جہاں سے سترہ سال کی عمر میں آپ نے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کا امتحان پاس کرلیا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کا تعلیمی زمانہ شروع سے آخر تک ہمت افزا و لائق تحسین رہا؛ یعنی آپ ہر امتحان میں قابل تعریف طور پر کامیاب ہوتے اور وظائف حاصل فرماتے رہے۔ بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ نے بی۔ ایل کے امتحان کی تیاری کرکے اس کا پریوس پاس کرلیا، لیکن اس اثناء میں چونکہ گورنمنٹ کی جانب سے انڈین فینانس کے امتحان میں شریک ہونے کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آگیا تھا، اس لئے قانون کے امتحان کا خیال ترک کرکے آپ نے انڈین فینانس کے مقابلہ کی تیاری کی، اور اس امتحان میں سب سے اول آئے۔

آپ کی اس نمایاں کامیابی کے لحاظ سے فروری ۱۸۸۸ء میں بمقام ناگپور صیغہ حساب کے ایک افسر کی حیثیت سے آپ کی تعیناتی عمل میں آئی؛ جہاں دو سال کے قیام کے زمانہ میں آپ نے سیتابلدی کلب میں شریک ہوکر مختلف جماعتوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی روح پھونکنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ نیز وہاں کے مسلمانوں کے اصلاح حال کے مقصد کو مدنظر رکھکر انجمن حامی اسلام کی بنیاد ڈالی؛ جس کے لائف پریسیڈنٹ (صدر با دوام الحیات) بنائے گئے، اور اوس کے متعلق تعلیم مسلمانان کی غرض سے آپ نے ایک اسلامی اسکول بھی قائم کیا، جو ترقی کرتے کرتے ہائی اسکول کے درجہ کو پہنچ گیا۔ اس مدرسہ سے اب تک مسلمانان صوبہ متوسط تمتع حاصل کر رہے ہیں۔

جولائی سنہ ۱۸۸۹ء میں آپ لاہور کے کرنسی آفس میں منتقل کئے گئے۔ تقریباً ایک سال وہاں

کام کرنے کے بعد آپ کا تبادلہ کلکتہ کو ہوا، اور وہاں تین سال تک متعین رہے۔ اس کے بعد بحیثیت اسسٹنٹ اکاونٹنٹ جنرل الہ آباد میں تعینات کیے گئے؛ جہاں آپ کی سعی سے میور سنٹرل کالج کے مسلمان طلبہ کے لیے سمیع اللہ خاں بورڈنگ کی نشو ونما میں بڑی مدد ملی۔ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء میں جب آپ کا تبادلہ وہاں سے بمبئی کو ہوا تو الہ آباد کی جماعت ہنود نے آپ سے اس وقعت و منزلت کا مظاہرہ، جو آپ کے شریفانہ و ہمدردانہ برتاؤ سے اس کے دل میں آپ کی طرف سے جاگزین ہو گئی تھی، ایک شاندار وداعی جلسہ ترتیب دے کر کیا۔ سنہ ۱۹ء میں آپ بحیثیت ڈپٹی اکاونٹنٹ جنرل مدراس میں تعینات کیے گئے۔ قیام مدراس کے زمانہ میں انجمن اسلامیہ و محمڈن لٹریری سوسائٹی کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔

اپریل سنہ ۱۹۰۱ء میں تمام ہندوستان و برہما کے سرکاری مطابع کی جانچ پڑتال کا کام خاص طور پر آپ کے سپرد ہوا، اور انجام وہی فرائض کے اثناء میں آپ کو ہندوستان اور برہما کے بڑے بڑے مقامات کے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہر پریس کے متعلق آپ نے مفصل و مکمل تنقیحی رپورٹیں گورنمنٹ ہند میں پیش فرمائیں؛ جن کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا نے اظہار خوشنودی فرمایا۔

سنہ ۱۹۰۵ء میں ماہر فینانس ہونے کی بنا پر آپ کے خدمات عہدۂ صدر محاسبی کے لیے سرکار عالی میں مستعار لیے گئے؛ جس کے فرائض آپ نے بأحسن وجوہ انجام دیے۔ اس زمانہ میں سر جارج کیسن واکر معین المہام کے پیش نظر جو بہت سی فینانشل اصلاحیں تھیں، ان میں آپ سے مشورہ و مدد لینے کی غرض سے انہوں نے سرکار سے خواہش کرکے آپ کو سنہ ۱۹۰۶ء میں معتمدی فینانس کی خدمت پر ترقی دلائی۔ اس منصب پر فائز ہو کر آپ نے فینانس کے اصلاحی و انتظامی امور میں سر جارج کو خاطر خواہ مدد دی؛ جس کا اعتراف انہوں نے اپنے بجٹ نوٹ میں اس طرح کیا ؛

گزشتہ نو سال کے فینانس کے کاموں کے جو منافع مختصر طور پر بیان کیے جاتے ہیں، ان میں گزشتہ پانچ سال تک اول بحیثیت صدر محاسب، ازاں بعد بحیثیت معتمد فینانس

مسٹر حیدری نے نمایاں اور موثر طور پر حصہ لیا تھا۔ جہاں تک مقامی حالات اجازت دیتے تھے ریاست کے مخارج پر زیادہ اثر پذیر طریق سے قابو حاصل کر لیا گیا ہے، اور جو امور فینانس سے تعلق رکھتے ہیں، اُن پر سررشتہ فینانس اپنے اقتدار کو کام میں لاسکتا مجاز ہے۔ تمام کام دفتر میں ٹھیک وقت پر انجام پاتا ہے۔ حالی اور کلدار کا نرخ بٹاؤ فی الحال پورے طور پر قابو میں لایا جا چکا ہے۔

خردہ کی نرخ کی اصلاح، سرکار عالی میں گریڈ کے طریقہ کی اجرائی، یورپین و ایشیائی تعلیمی وظائف کے لئے بذریعہ کمیٹی امیدواروں کا انتخاب، سول سروس کلاس کا دوبارہ قیام، اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے محبوبیہ گرلز اسکول کا افتتاح زیادہ تر مسٹر حیدری کی کوششوں اور مشوروں کا رہین منت ہے۔

جولائی سنہ ۱۹۱۱ء میں آپ معتمدی عدالت و کوتوالی پر منتقل کئے گئے۔ چونکہ اس معتمدی سے سررشتہ تعلیمات کا راست تعلق تھا، اس لئے آپ کے اس پر فائز ہونے سے ملک و قوم کو بیشمار تعلیمی برکتیں حاصل ہوئیں۔ بقول اخبار الوطن:۔

آپ کا عہد معتمدی عدالت و کوتوالی، بعض اُن صیغوں کی انتظامی اصلاحوں کے لحاظ سے جو آپ کے زیر نگرانی تھے، قابل یادگار تھا۔ ترقی تعلیم کے متعلق جو خدمات آپ نے انجام دئیے وہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مسٹر حیدری کا نام اگر اُن کے بعد باقی رہے گا تو وہ بلا شبہ اُن وسیع العمل اصلاحات کے باعث باقی رہے گا جو ملک کی تعلیم میں آپ نے کی ہیں۔ معتمدی عدالت و کوتوالی کا جائزہ لینے کی تاریخ سے آپ کی دلی خواہش یہ تھی کہ اس ملک میں اعلیٰ تعلیم کے طریقہ کی بنیاد قومی و روایتی (؟) اصول پر رکھی جائے اور ان آئیں زمانہ ورانہ سے اس قسم کی قباحتیں جو چلی آرہی ہیں، جنہوں نے تمام ہندوستان خصوصاً حیدرآباد میں یونیورسٹی کو ناقابل اطمینان بنا رکھا ہے، وہ سب دور ہو جائیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا تخیل جس نے آگے چل کر عملی صورت اختیار کی، تمام و کمال آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا، جو ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔ اس مقصد پر پہنچنے کے قبل

آپ کو اس کی داغ بیل ڈالنے میں بہت کچھ محنت اٹھانی پڑی، کیونکہ جس نہار پر
یونیورسٹی کی تعلیم صحیح معنوں میں ہونی چاہیئے وہ عملاً اس مملکت میں مفقود تھی۔
ابتدائی اور ثانوی تعلیم نے اس حد تک ترقی نہیں کی تھی جس کے لحاظ سے حیدرآباد
میں جداگانہ یونیورسٹی کے قیام کی کافی طور پر کفالت کیجاتی، اس لئے قیام
یونیورسٹی کی موزونیت پیدا کرنے کے لئے آپ نے ملک میں درسگاہوں کا جال
پھیلانے کی ہمہ تن کوشش کی۔ قیام عثمانیہ یونیورسٹی سے متعلق ان کوششوں میں
جو کامیابی ہوئی وہ بڑی چیز ہے، جس کی بنیاد پر آیندہ نسلیں حیدرآباد سے متعلق
آپ کے خدمات کو سپاس گزاری و احسان مندی کے ساتھ یاد کرتی رہیں گی۔

معتمدی عدالت و کوتوالی کے ممتد زمانہ میں ملک کے اندر باہر آپ نے ملک و قوم
کے شاندار تعلیمی اور عام فلاح و بہبود کے خدمات انجام دئے۔ اس خدمت کے فرائض
انجام دینے کے اثنا میں آپ ۱۹۱۲ء کے طاعون کی انتظامی کمیٹی کے معتمد مقرر ہوئے۔ افضلگنج
کے جنرل ہاسپٹل کو مریضوں کے لئے زیادہ راحت رساں بنانے کی غرض سے اُس کی عمارت
کی توسیع کی تحریک آپ نے پیش کی؛ جس کے مطابق اب اسی مقام پر جو آپ نے تجویز کیا تھا
ایک وسیع و شاندار عمارت رودِ موسیٰ کے ساحل پر تعمیر ہو چکی ہے، اور ہسپتال مذکور
اس میں پہنچ چکا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کی جدید خوشنما عمارت کا موقعہ بھی آپ ہی نے
پسند اور منتخب فرمایا تھا۔

۱۹۱۵ء میں آپ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس اولین کے صدر منتخب
ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں مسلمانان جنوبی ہند نے اپنی تعلیمی کانفرنس منعقدہ وانمباڑی کی صدارت
کے لئے آپ کو منتخب کیا، اور اس کی کرسی صدارت سے مسٹر حیدری نے اُن کو بمقام وانمباڑی
ایک اسلامی کالج کی جانب متوجہ کیا، اور اجلاس کانفرنس میں آپ نے سرکار نواز شاہ دکن کی
جانب سے کالج کے متعلق شاہانہ امداد کا اعلان فرمایا۔ آپ کے خطبۂ صدارت کا یہ اثر ہوا
اس موقعہ پر پچاس ہزار سے زیادہ چندہ کا وعدہ کالج کی عمارت کی تعمیر کے لئے ہو گیا، لیکن

افسوس کہ مسلمان وانصاری کی ایک جماعت کے غلط طرز عمل اختیار کر لینے سے قیام کالج کی تجویز عملی صورت اختیار نہ کر سکی، اور ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست نے جو امداد پیش کی تھی اس سے تمتع حاصل کرنے کا موقعہ کھو دیا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں مسٹر حیدری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ کے صدر منتخب ہوئے؛ اور وہاں جو خطبۂ صدارت آپ نے ارشاد فرمایا، اس میں بطور پیش بینی اُن امور کا واضح طور پر ذکر فرما دیا تھا، جو دنیائے تعلیم میں عنقریب پیش آنے والے تھے۔

علمی دنیا میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ متعدد یونیورسٹیوں؛ یعنی مدراس، بمبئی، ڈھاکہ، اور حیدرآباد کے فیلو (رفیق) اور علیگڈھ یونیورسٹی کے کورٹ کے رکن ہیں۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کانووکیشن کے موقعہ پر آپ کا خطبہ اہم مسائل تعلیم سے مملو ہے؛ جسے آپ نے ہز اکسلنسی چانسلر کی خاص فرمایش سے تیار فرمایا تھا۔ انٹر یونیورسٹیز کمیٹی دہلی کی صدارت کے لئے سنہ ۱۹۲۵ء اور سنہ ۱۹۲۶ء میں قرعہ انتخاب آپ کے نام نکلتا رہا۔

سنہ ۱۹۱۴ء سے ممالک آصفیہ میں جو سررشتہ آثار قدیمہ قایم ہے، اُس کی سیادت وقیادت آپ ہی کے تفویض ہے؛ اور آپ ہی کے حسن توجہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے بہت سے بیش بہا صنادید کے دست برد زمانہ سے محفوظ رہنے کا بندوبست ہوگیا ہے۔ خصوصاً ایلورا، ایجنٹا، اور ممالک محروسہ کے دوسرے مقامات کی ہندی صنعت تعمیر کے قدیم نمونوں کے محفوظ کرنے میں جو سعی آپ نے فرمائی ہے، وہ زمانہ قدیم کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کی سپاس گزاری کی مستوجب ہے۔

معتمدی عدالت وکوتوالی وامور عامہ کے فرائض انجام دینے کے آخری زمانہ؛ یعنی اواخر سنہ ۱۹۱۹ء سے اوائل سنہ ۱۹۲۰ء تک اپنے فرائض مفوضہ کے علاوہ آپ نے مسٹر ویکفیلڈ صدر ناظم صنعت وحرفت کے رخصت پر جانے کے باعث سررشتہ صنعت وحرفت کے متعلق اُن کے فرائض بھی انجام دئیے؛ اور سررشتہ مذکور کی کارروائیوں کا انکشاف آپ نے بذریعہ ایک مبسوط یادداشت کے فرمایا؛ جن کو معلوم کرنے کیلئے پبلک اشتیاق کے ساتھ منتظر تھی۔ آپ کی توجہ

سررشتہ صنعت و حرفت کے انتظام میں بھی بہت سی اصلاحیں عمل میں آئیں، اور اس سررشتہ کی سرپرستی کو چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے صناعوں تک وسعت دی گئی۔ کاغذ سازی کی مردہ صنعت میں جان ڈالی، سیمنٹ کے کارخانہ کے ابتدائی مراتب طے فرمائے، اور دستکاری کے دستی کرگھوں (گھٹوں) کی توسیع و تعلیم کا، پارچہ بافی کے کارگاہوں کی طرح انتظام فرمایا۔ ملک میں معادن کے بکثرت موجود ہونے کے لحاظ سے جیالوجیکل سروے (پیمائش طبقات الارضی) کی ضرورت کی جانب سرکار عالی کو متوجہ کیا۔ غرض بہت سی کام کی باتیں اس سررشتہ سے متعلق آپ سے ظہور میں آئیں، جنکی صراحت کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

اپریل سنہ ۱۹۲۶ء میں آپ نے سرکار عالی کی ملازمت سے سرکار عظمت مدار کی ملازمت پر عود فرمایا، اور بمبئی میں درجۂ اول کے اکاونٹنٹ جنرل کی حیثیت سے تعینات کئے گئے۔ یہ رتبہ (رتبہ) اس سے قبل کسی دیسی شخص کے حصہ میں نہیں آیا تھا۔ اگرچہ آپ نے وہاں چند ماہ ہی اس خدمت کے فرائض انجام دئے، لیکن اپنی طبعی خوش خلقی و ہمدردی سے اپنے ماتحتین کو اپنا گرویدہ بنالیا، چنانچہ جب آپ نے اس خدمت سے وظیفہ لیکر پھر اپنی سابقہ خدمت پر حیدرآباد آنے کا تہیہ فرمالیا، تو آپ کے ماتحتین نے اظہار تشکر کے طور پر ایک عمدہ فوٹو لیا، جس کی ایک کاپی تو آپ کی نذر کی گئی، اور دوسری بطور یادگار بمبئی کے دفتر اکاونٹنٹ جنرل میں آویزاں ہوئی۔

معاودت حیدرآباد کے موقعہ پر باشندگان پائے تخت آصفی بلا تفریق مذہب و ملت بے حد مسرور ہوئے۔

جولائی سنہ ۱۹۳۱ء میں مسٹر گلانسی کے یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے پر صدر المہامی فینانس و رکنیت باب حکومت کا منصب جلیلہ خالی ہوا تو بارگاہ خسروی سے اس کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا، جو طبقۂ خاص و عام میں نظر استحسان سے دیکھا گیا۔ صدر المہامی فینانس کا جائزہ حاصل کرنے کے بعد آپ کو سرکاری و ملکی اغراض سے پرامیسری نوٹوں کے ذریعے سے کم و بیش پچہتر لاکھ روپیہ قرض حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو مدت مہینہ کے اندر رقم مطلوبہ

زیادہ رقم جمع ہوگئی، اور آپ کی اس شاندار کامیابی پر منجانب حضور پرنور اظہار خوشنودی فرمایا گیا۔

اسی زمانہ میں تشریف آوری شہزادہ ویلس کے انتظامات کے لئے حسب احکام حضور پرنور ایک کمیٹی اعلیٰ عہدہ داروں کی منعقد ہوئی، جس کی صدارت کی عزت آپ کو بخشی گئی۔ معزز مہمان کی راحت رسانی کے انتظامات مناسب و موزوں ثابت ہوئے، اور انتظامی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے ان انتظامات کے کامیاب بنانے میں جو مشقت آپ نے برداشت کی تھی، اس کے صلہ میں شہزادہ ویلس بہادر نے اپنا فوٹو، جس پر شہزادہ ممدوح کا آٹوگراف مع دستخط ثبت تھا، اپنے دست مبارک سے بطور یادگار مرحمت فرماکر آپ کو سربلندی عطا فرمائی۔

صدر المہامی فینانس کے حلقۂ اثر میں چونکہ سررشتہ ریلوے بھی ہے، اس لئے آپ کی توجہ سے انتظام ریلوے میں متعدد اصلاحیں عمل میں آئیں؛ جن کی تفصیل اس موقعہ پر طوالت سے خالی نہ ہوگی۔ لیکن یہ بتانا ہمارے لئے ضروری ہے کہ آپ کی خوش انتظامی کے صلہ میں سر کیسن ڈائکر آنجہانی کے بجائے حضور پرنور نے آپ کو دولت آصفی کی ریلوے کا سرکاری ڈائرکٹر مقرر فرمادیا۔

یہ عرض کر دینا خلاف موقعہ نہیں کہ مسٹر حیدری کی ان دماغ سوزیوں کا صلہ بارگاہ خسروی سے حیدر نواز جنگ کے خطاب کی صورت میں بہ تقریب جشن سالگرہ مبارک جمادی الاخر ۱۳۴۱ھ میں عطا فرمایا گیا تھا۔

نواب حیدر نواز جنگ بہادر کے حالات زندگی کا جو مختصر خاکہ ان اوراق پر کھینچا گیا ہے وہ نامکمل رہے گا، اگر آپ کی شریک زندگی بانوے محترمہ کے ان احسانات عظیم کا شکرگزاری کے ساتھ مختصر طور پر ذکر نہ کیا جائے، جو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بنی نوع انسان پر ہوئے ہیں۔ ان احسانات کا ذکر کرنے سے قبل اتنا بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ جسٹس بدرالدین طیب جی کے بھائی نجم الدین طیب جی کی صاحبزادی ہیں؛ جو عربی فارسی کے جید عالم اور طیب جی فرم کے مالک تھے۔ یہ شریف خاتون ۱۸۹۳ء میں مسٹر حیدری کے

حبالۂ نکاح میں آئیں، اور اس کے بعد صاحب موصوف سے جتنے قومی اور رفاہ عام کے کام انجام پائے اُن میں آپ اُنکی دست راست بنی رہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد کے اندر رودِ موسیٰ کی تباہی خیز طغیانی آئی تو آپ نے مصیبت زدگان طغیانی کی اعانت خصوصاً پردہ نشین خواتین کی خبر گیری کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرمایا؛ جس کا ثواب بارگاہ ایزد متعال سے تو آخرت میں ملے گا، مگر یہاں بھی سرکار عظمت مدار سے اس کار خیر کے صلہ میں آپ کو درجۂ اول کا طلائی تمغا، قیصر ہند عطا ہوا۔ پھر اس کے بعد جب کبھی حیدر آباد میں طاعون کی مصیبت آئی آپ نے مریضوں کی خبر گیری اور ان کو دوائیں تقسیم کرنے میں ہمیشہ پیش قدمی کی؛ جو دوسری خواتین کے لئے باعث تقلید ثابت ہوئی ۱۹۱۹ء کے عالمگیر انفلوئنزا کے زمانے میں جب کہ حیدر آباد میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس مہلک مرض میں مبتلا تھے اپنے ہاتھوں سے دوا بنا کر اور مریضوں کے گھروں پر گشت لگا کر انھیں پلائیں، اور اُن کی ہر طرح خبر گیری کی۔ جزاہا اللہ فی الدارین خیراً۔

(۳)

عبد اللہ یوسف علی صاحب (مولوی ....) خلف خان بہادر یوسف علی صاحب مرحوم ۴ اپریل ۱۸۷۲ء کو تولد ہوئے۔ ولسن کالج بمبئی اور سنٹ جان کالج کیمبرج میں تعلیم پائی، اور اپنی مساعی جمیلہ کی بدولت ایم اے، ایل ایل ایم (کینٹب) سی بی ای (۱۹۱۷ء) فیلو رائل سوسائٹی آف لٹریچر، ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی، بیرسٹر ایٹ لا (لنکنس ان) کے تعلیمی و اعزازی افتخارات حاصل کئے۔ ۱۸۹۵ء میں ہندوستانی سول سروس میں شرکت فرمائی اور اگلے سال صوبہ جات متحدہ کے ضلع متھرا پور میں اسسٹنٹ مجسٹریٹ مقرر ہوئے ۱۸۹۹ء میں بحیثیت جائنٹ مجسٹریٹ سب ڈویژن کروی ضلع باندہ آپ کے تفویض ہوا ۱۹۰۲ء میں سہارنپور کے مددگار سشن جج و ایڈیشنل سشن جج اور ۱۹۰۳ء میں علیگڈھ کے قایم مقام سشن جج مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اضلاع گونڈہ، سلطان پور اور فتح پور کے ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

بنائے گئے ۱۹۰۷ء میں صیغہ فینانس کے اندر گورنمنٹ ہند کے انڈر سکرٹری کی حیثیت سے
آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۲-۱۹۱۱ء میں من حیث ڈپٹی سکرٹری گورنمنٹ ہند کار خاص پر مامور رہے۔
۱۹۱۴ء میں سول سروس کو خیرباد کہہ کر وظیفۂ حسن خدمت حاصل فرما لیا۔ ۱۹۱۵ء میں
صوبۂ متحدہ کی صنعتی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ آگرہ کے صدر نشین ہوئے، اور دسمبر ۱۹۱۰ء
میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ناگپور کی صدارت فرمائی، اور
آخر الذکر مقام پر اپنے عالمانہ خطبۂ صدارت میں رسالہ اولڈ بوائے کو بھی یاد فرمایا جس کا
دائرہ ادارت ابتدا سے آخر تک پانچ سال جامع اوراق کے ہاتھ میں رہا ہے۔

مسٹر عبد اللہ یوسف علی من ابتدائے ۱۹۱۷ء لغایت ۱۹۱۹ء لندن یونیورسٹی کے
اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں ہندی و ہندوستانی زبانوں، اس ملک کے مذہبوں
اور یہاں کے رسم و رواج کے لکچرار رہ چکے ہیں۔ ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۱۹ء آپ
امپیریل انسٹی ٹیوٹ میں لاکھ، گوند، رال، اور خالص تیلوں کی اختصاصی کمیٹی کے
صدر نشین، اور کمیٹی متعلق بہ معاملات ہند کے رکن رکین تھے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ ایران جنگ
کے فنڈ کی صدارت فرمائی؛ جسے ہندوستانی طلبہ نے قائم کیا تھا۔ ۱۹۱۸ء کے ماہ اپریل
و مئی میں آپ نے ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کی سیاحت کے دوران میں، اور
۱۹۲۰ء کے ماہ اکتوبر و نومبر میں ہالینڈ میں لکچر دئے۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں آپ صرفخاص مبارک
حیدر آباد کے مشیر قانونی رہے، اور ۱۹۲۱ء میں آپ کو پیشگاہ حضور پرنور سے صدر المہامی
مال کا منصب جلیلہ اور باب حکومت کی رکنیت کا شرف عطا ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ کا
تبادلہ صدر المہامی صنعت و حرفت پر عمل میں آیا، اور اسی سال آپ نے مستعفی ہو کر
لکھنؤ میں بیرسٹری شروع کردی؛ جہاں سے آپ اپنے علم و فضل سے باشندگان شہر کو
اپنی تقریروں کے ذریعہ فائدہ پہنچاتے رہے۔ ۱۹۲۴ء میں آپ نے نمائش ویمبلی میں
حصہ لیکر اوس کو بارونق بنانے کی سعی فرمائی۔ آخر ستمبر ۱۹۲۵ء سے آپ نے اسلامیہ کالج
لاہور کی صدارت (پرنسپلی) کو قبول فرمایا۔ اسی سال کے قومی ہفتہ میں خلافت کانفرنس

منعقدہ علیگڈھ کی صدارت فرمائی۔

انگریزی ادب میں مسٹر عبداللہ یوسف علی کی قابلیت مسلم ہے۔ اس زمانہ میں آپ کی کئی مفید کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں آپ ولسن کے اینگلو محمڈن لا (اشاعت پنجم) کے اڈیٹر تھے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل میں مضامین تحریر فرماتے رہتے ہیں۔ تفریحوں میں آپ کو چہل قدمی، شہسواری، سیاحت اور شطرنج سے دلچسپی ہے۔ ولایت میں نیشنل لبرل آپ کا کلب ہے۔

(۵)

عقیل جنگ بہادر (نواب .... سید عقیل بلگرامی) خلف نواب عماد الملک مرحوم ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ء (م ۲۰ آبان سنہ ۱۲۸۴ف) کو اپنے وطن بلگرام میں پیدا ہوئے۔ تربیت آغوش مادر میں پائی، اور مدرسہ عالیہ میں زیر تعلیم رہ کر سنہ ۱۸۹۳ء میں میٹرک کا امتحان بدرجۂ اعلیٰ پاس کیا۔ کالج کی تعلیم ایف اے تک نظام کالج میں ختم کی۔ خیال کیا جاتا تھا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی بغرض تعلیم انگلستان روانہ کئے جائیں گے مگر ابتدائے عمر ہی میں ضیق النفس کی شکایت پیدا ہو گئی تھی، اس لئے اطبا نے اس خیال کے موافق رائے نہ دی۔ باوجودیکہ آپ نے سنہ ۱۳۲۱ھ میں اس کے معالجہ کی خاطر یورپ کا سفر اختیار فرمایا تھا، مگر دمہ اب بھی آپ کے دم کے ساتھ ہے۔

بعد فراغ تعلیم ۱۰ مہر سنہ ۱۳۰۶ف کو کار آموز (اٹاچی) کی حیثیت سے آپ سرکار عالی کی سلک ملازمت میں بمقام اورنگ آباد داخل ہوئے، اور دو ماہ کے اندر ہی ۸ آذر سنہ ۱۳۰۶ف کو مقام مذکور کے سوم تعلقدار مقرر ہو گئے۔ آخر الذکر خدمت پر باستثناء اس مدت کے جب کہ محکمہ مالگزاری میں متعین کئے گئے، آپ اورنگ آباد کے سوا کریم نگر، جگتیال، سلطان آباد، بھونگیر، رائچور، گلبرگہ اور کھمم میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ یکم آبان سنہ ۱۳۱۵ف کو آپ نے کھمم میں دوم تعلقداری پر ترقی پائی، اور اس حیثیت سے

بھونگیر، محبوب نگر، کاماریڈی، اور نظام آباد میں تشریف فرما ہے۔

[illegible] المہامی کی معاملات [illegible] سرحضور پر نور نے ہرسہ پائیگاہ کے انتظام کی نگرانی بنفس نفیس قبول فرمائی، تو ذریعہ فرمان مبارک اپنے ایک رکن رکین سلطنت کے فرزند کے لحاظ سے پائیگاہ نواب سروقار الامرا مرحوم کی انسپکٹری کی خدمت پر آپ کو سرافرازی عطا فرمائی۔ یکم خورداد سنہ ۱۳۲۱ف کو یہ خدمت عطا ہوئی تھی۔ اس وقت تک دفتر صدر المہامی پورے طور پر تشکیل پذیر ہوا تھا، اور نہ اس نے انتظامات کی ابتدائی منزل طے کی تھی۔ مہمات پائیگاہ کے انتظام و انصرام، اور دفاتر و محکمہ جات کی تنظیم جدید کی تمام تجاویز میں آپ کے مشوروں نے سنگ بنیاد کا کام دیا، نیز پائیگاہ مذکور میں جو اصلاحات رونما ہوئے، ان میں آپ سر برائن ایجرٹن صدر المہام وقت کے دست و بازو ثابت ہوئے۔ آپ کے حسن کارگزاری کا حال سمع ہمایونی تک پہنچا تو باضافہ ماہوار آپ کے اس وقت کے فرائض پر نواب سر آسمان جاہ مرحوم کی انسپکٹری کا اضافہ یکم دے سنہ ۱۳۲۲ف کو فرمایا گیا۔ سر برائن کی طولانی رخصت کے زمانہ میں ان کے منصبانہ فرائض آپ ہی ادا کرتے رہے تھے۔ معتمدی صرف خاص مبارک کے عہدۂ جلیلہ پر آپ ۹ مہر بہمن سنہ ۱۳۲۴ف کو فائز ہوئے۔ اسی سال ۱۰ آبان کو شریک معتمد مال کا عہدہ آپ کو عطا ہوا۔ معتمدی فوج اور زائد معتمدی مال کے فرائض علی الترتیب ۵ مہر و ۱۰ آذر سنہ ۱۳۲۵ف کو آپ کے تفویض ہوئے۔ لیکن آپ کے دیرینہ تجربہ کے لحاظ سے جب علاقہ جات پائیگاہ کو آپ کے خدمات کی ضرورت پیش آئی تو نائب صدر المہام کے جدید منصب پر آپ بتاریخ ۷ امر فروردی سنہ [illegible] کو منتقل کئے گئے، جہاں آخر آبان سنہ ۱۳۲۶ف تک ہرسہ پائیگاہ پر کار فرما رہے۔ نیابت صدر المہامی کے زمانہ میں آپ کو بتقریب سالگرہ مبارک ۹ مہر جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۵ھ کو بارگاہ خسروی سے عقیل جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

صوبہ داری صوبہ گلشن آباد میدک نواب عقیل جنگ بہادر کو سنہ ۱۳۲۵ف میں عطا فرمائی گئی تھی۔ وہاں سے اسی خدمت پر آپ کا تبادلہ گلبرگہ شریف کو ہوا، اور آپ نے

۲۱ مہر سال مذکور کو اپنے برادر اکبر نواب عابد نواز جنگ بہادر سے جائزہ حاصل فرمایا۔ بارگاہ خسروی سے باب حکومت کی تنظیم جدید کو شرف قبول عطا ہوا، تو ۲۱ امرداد ۱۳۲۹ ف کو سرکار عالی کے صیغۂ صنعت و حرفت کی کرسی صدارت پر آپ کو سرافراز فرمایا، اور باب حکومت کی زینت کا شرف و افتخار بخشا گیا۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی کے جائزہ حاصل کرنے تک نواب عقیل جنگ تنہا صیغہ مصنوعات پر کارفرما رہے۔ سر برائن ایجرٹن کے وظیفہ یاب ہونے پر ۳ امرداد ۱۳۳۲ ف سے حضور پر نور نے آپ کے فرائض پر صدر المہامی پائیگاہ کے منصب کا اضافہ فرمایا۔ اس منصب جلیلہ کے فرائض کو آپ اس وقت تک اعزازی طور پر انجام دیتے رہے کہ بالاستقلال اس کی کارفرمائی آپ کے تفویض ہوئی۔ اب آپ تحت مرضی مبارک خسروی مستقل طور پر صدر المہام ہر سہ پائیگاہ ہیں۔

نواب عقیل جنگ بہادر یوں تو متعدد کمیشنوں کے صدر نشین اور رکن ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب عہدہ داران ملک کی تنخواہوں کی قرارداد کے لئے سپاری کمیشن کے نام سے ایک اصلاحی مجلس کے قیام کی منظوری بارگاہ خسروی سے شرف صدور لائی، تو حضور پر نور نے خاص طور پر آپ کو اس کمیشن کا رکن رکین مقرر فرمایا۔ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق دل بستگی سے کام لے کر اس خوبی سے اپنے فرائض کو انجام دیا کہ کمیشن کی تجاویز بروئے عمل آنے پر عہدہ داران محکمہ جات سرکار عالی کو اس سے معتد بہ فائدہ حاصل ہوا، مگر ساتھ ہی امیدواران ملازمت کی قابلیت کا معیار بھی بلند ہو گیا۔

مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم سابق معتمد فینانس و مالگزاری کی صاحبزادی سے نواب صاحب کی شادی ہوئی، اور ان مرحومہ کے بطن سے اب تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں موجود ہیں۔ سید تقی بلگرامی، سید نقی بلگرامی، اور سید باقر بلگرامی، آپ کے فرزند ہیں۔

راجہ بہادر

"فتح نواز ونت بہادر" (راجہ .... رائے مرلیدھر) خلف رائے منولعل صاحب ۱۲ اگست ۱۸۵۵ء کو چار بجکر چھ منٹ پر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے تیسرے سال ہنگامہ ۱۸۵۷ء برپا ہوا۔ اس بدامنی کے زمانہ میں آپ کے والد ماجد نے اپنے لواحقین کو ایک گڑھی میں محفوظ اور علاقہ نہر گنگ کے ملازمین ماتحت کو فراہم کر کے مسلح کیا، اور اندرون علاقہ امن قایم رکھا۔ ہنگامۂ مذکور کے فرو ہو جانے پر اس خیر خواہی کے صلہ میں تین مواضع ہمیشہ کے لئے سرکار انگلیشیہ سے عطا ہوئے؛ جو خاندان میں موجود ہیں۔

رائے مرلیدھر کی تعلیم اوس وقت شروع ہوئی، جب آپ نے اپنی عمر کی ساتویں منزل میں قدم رکھا تھا۔ پہلے مکان میں اردو فارسی کی خانگی تعلیم، زاں بعد عربی سنسکرت اور ریاضی کی تعلیم معلمین سے حاصل کی۔ جب اس سے فراغت پائی تو تیرہویں سال سینٹ جانس کالج آگرہ میں داخل ہوئے، اور چار سال میں انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل کرلی۔ ایف اے کی تعلیم دو سال جاری رہی، اور ساتھ ہی پرنسپل صاحب سے بنگلہ پر سول سروس کی تعلیم پاتے رہے۔ ایف اے کا امتحان آپ نے ۱۸۷۴ء میں پاس کیا۔ اوائل ۱۸۷۵ء میں انگلستان جانے کا قصد تھا، لیکن دو سال قبل (۱۸۷۳ء میں) آپ کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے والدین کو آپ کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اور آپ کو فسخ عزم کرنا پڑا۔

آپ کے والد ماجد حیدرآباد تشریف لائے تو اپنے فرزند کو بھی ایف اے کامیاب ہو جانے کے بعد اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ چونکہ آپ کے کالج کے پرنسپل صاحب نے آپ کے اخلاق و عادات کی تعریف شاندار الفاظ میں فرمائی تھی، اس لئے اس تحریر کو ملاحظہ فرما کر سر سالار جنگ اعظم نے محکمہ مالگزاری میں کار آموز فرمایا اور صدر تعلقدار صاحب گلبرگہ شریف کے پاس آپ کو متعین فرمادیا۔ اس کے چھ مہینے کے بعد صدر تعلقدار صاحب کی تحریک پر سوم تعلقداری کے

اختیارات کے ساتھ آپ گلبرگہ شریف میں مددگار تعلقدار مقرر ہوگئے۔ اورنگ آباد کی سوم تعلقداری پر اس کے چھ مہینے کے بعد آپ کا تبادلہ ہوا، اور وہاں دو سال کے اندر دوم تعلقداری پر ترقی پائی۔ اس کے چار سال کے بعد آپ کو مددگار معتمد مالگزاری کی حیثیت سے حیدرآباد طلب فرمالیا گیا، اور اب اپنے ارباب صدر کو کام دکھانے کا آپ کو اچھا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ آپ کی جفاکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر ہی آپ ضلع میدک کے اول تعلقدار بنا دیئے گئے صوبہ داری اورنگ آباد پر آپ نے ترقی پائی تو آپ کا سن اٹھتالیس سال سے متجاوز نہ تھا۔ لیکن اس صوبہ داری پر آپ کو ڈیڑھ سال سے زیادہ رہنے کا موقعہ نہ ملا، اور پائے تخت کی ضرورتوں کے لحاظ سے مجلس مالگزاری کا رکن رکین مقرر کرکے آپ کو حیدرآباد طلب فرمالیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب مجلس مذکور شکست ہوئی تو پھر آپ کو صوبہ داری ورنگل پر جانا پڑا، اور وہاں آپ تقریباً نو سال تک مصروف کار رہے۔ سرکار عالی کے پرائیوٹ سکرٹری کے فرائض بھی آپ نے چالیس روز تک انجام دیئے ہیں۔ لیکن اسی زمانہ میں حضرت غفران مکان کو صرفخاص مبارک کے لئے ایک جفاکش و متدین عہدہ دار کی ضرورت پیش آگئی، اسلئے رائے مرلیدھر صاحب کو اس علاقہ کا معتمد مقرر فرمادیا۔ اُس زمانہ میں معتمد صرفخاص مبارک کو دیوان ریاست کی طرح بہت سے ذاتی اقتدارات حاصل تھے۔ رائے صاحب نے دو سال تک اسقدر محنت سے کام کیا کہ علاقہ صرفخاص کی آمدنی دوچند ہوگئی، اور بہت سے ضروری اصلاحات عمل میں آئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضور پرنور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوچکے تھے۔ حضور نے اپنے ایک دیرینہ سال ملازم کی قدرافزائی ۲۱ آبان ۱۳۲۳ف کو صرفخاص مبارک کا صدرالمہام مقرر فرماکر فرمائی۔ محکمۂ مالگزاری کی کرسی صدارت پر آپ کو دوبار عزت عطا ہوئی: ایک بار ۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۵ف کو، اور دوبارہ مسٹر عبداللہ یوسف علی کے تبادلہ کے وقت۔ پہلی مرتبہ جب آپ اس منصب پر کار فرما تھے، کہ اسی دوران میں

باب حکومت کا انعقاد عمل میں آیا، اور آپ کو اس کی رکنیت کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ منصب صدر المہامی مال کے فرائض کو آپ غرہ رجب سنہ ۱۳۲۳ھ تک انجام دیتے رہے۔ اب آپ صدر المہام صرفخاص مبارک ہیں۔ اسی عرصہ میں آپ کو بارگاہ خسروی سے فتح نواز ونت کے موزوں خطاب سے سرافرازی عطا فرمائی گئی۔ راجہ فتح نواز ونت بہادر حضور پرنور کے نہایت متدین ملازم، اور قدیم تعلیم و تہذیب کے بزرگ ہیں۔ آپ اقوام ہند خصوصاً ہندو مسلمان کے درمیان اتحاد و اتفاق کے لئے ہمیشہ ساعی رہے۔ ہم نے اپنے شفیق بزرگ اور محسن سرپرست مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم کے ساتھ آپ کی یگانگت کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ راجہ صاحب ایک اخلاقی رسالہ کے مصنف بھی ہیں۔

راجہ فتح نواز ونت بہادر کے اکلوتے فرزند راے جگموہن لعل صاحب الولد سر لابیہ کے مصداق اور سرکار آصفیہ میں اول تعلقدار ضلع ہیں۔

(۷)

نواب لطف الدولہ بہادر لطف الدولہ بہادر (نواب .... محمد لطف الدین خاں) خلف اکبر نواب شمس الملک ظفر جنگ مرحوم آپ کے والد ماجد ملک کے بڑے دریادل امیر تھے، اور دادا صاحب نواب سر خورشید جاہ مرحوم باوجود رفعت قدر کے سالک مسالک معرفت و سلوک تھے۔ حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم کا مسدس ترانہ معرفت سر خورشید جاہ کی مخصوص فرمایش پر لکھا گیا تھا۔

کلیدِ گنجِ حکمت رازِ عرفان الٰہی ہے گدا کو تیرے کوچہ کے نوید بادشاہی ہے
ہر اک ذرہ کو تیرے رتبۂ خورشید جاہی ہے جہاں میں تجھ کو شایاں منصبِ عالم پناہی ہے

رہے منشور شاہی قل ہو اللہ احد تیرا
چلے توحید کا سکہ ازل سے تا ابد تیرا

نواب محمد لطف الدین خاں بہادر بتاریخ ۱۰ ماہ مبارک رمضان سنہ ۱۳۱۱ھ بلدہ میں

تولد ہوئے ۔ ۱۵ ماہ مذکور کو آپ کے جد نامدار نے ماہوار میوہ خوری مقرر فرمائی۔ آپ کی عربی و فارسی تعلیم و تربیت کا انتظام مولوی رفیع الدین اور مولوی محمود صمدانی کے تفویض تھا۔ عربی فارسی کے درس سے فراغت پائی تو بقدر ضرورت انگریزی کی واقفیت حاصل کی ۔ بدو شعور سے آپ کو شعر گوئی کا شوق ہے، اور لطف تخلص فرماتے ہیں۔

آپ کے پدر گرامی قدر نے وفات پائی تو ۱۱ ذیحجہ ۱۳۲۴ھ کو حضرت غفران مکان نے آپ کو مرحوم کا جانشین اور علاقہ پائیگاہ نواب سر خورشید جاہ کا نگران حال مقرر فرمایا۔ ۲۰ ماہ مذکور کو مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت بہادر مدار المہام وقت بغرض ادائے مراسم تہنیت آپ کے پاس تشریف لائے ۔ پائیگاہ کی عنانِ حکومت آپ کے ہاتھ میں آئی تو نہایت توجہ کے ساتھ آپ آئین حکمرانی پر کاربند رہے ۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ کو اپنے برادر خورد نواب محمد اکرام الدین خاں بہادر کے زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر فرما کر اپنے علاقہ کے نظم و نسق کی جانب پہلا قدم بڑھایا، اور تنقیح حسابات کے بعد مفید نتائج اخذ فرمائے اس سال آپ نے سکہ چلنی میں حساب رکھنے کے طریقہ کو موقوف فرما کر سکہ حالی میں ملازمین پائیگاہ کو تنخواہ ایصال کرنے کا حکم دیا۔ اگلے سال حسب اجازت حضرت غفران مکان اپنے علاقہ کا دورہ فرمانا شروع کیا، اور تعلقہ جات شاہ آباد و گنجوٹی کو خصوصیت کے ساتھ ملاحظہ فرمایا۔ غرہ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ تک آپ پائیگاہ خورشید جاہی پر کارفرما رہے، اور اس عرصہ میں اپنی بیدار مغزی اور معاملہ فہمی کا کافی ثبوت دیتے رہے۔

۱۳۲۹ھ

حضور پُر نور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے تو بتاریخ ۱ رمضان المبارک کنگ کوٹھی مبارک پر باریاب ہو کر آپ نے نذر پیش کرنے کی عزت حاصل فرمائی، اور اسکے بعد سے حضور پُر نور آپ کی جانب التفات خاص مبذول فرماتے، اور عطیات سلطانی سے آپ کو بہرہ اندوز فرماتے رہے ہیں ۔ بتقریب سالگرہ مبارک ۷ رجب ۱۳۳۲ھ کو لطافت جنگ اور ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ کو لطف الدولہ کے خطابات عطا ہوئے حضور پُر نور مکرات و مرات آپ کی دعوت قبول فرما کر آپ کو معزز و ممتاز فرما چکے ہیں۔

معین المہام افواج کے منصب پر ۲۹ شوال ۱۳۲۹ھ کو سرافراز فرمائے گئے تھے اور قیام باب حکومت کے وقت آپ کو اس کی رکنیت کی عزت حاصل ہوئی۔ نیز صدر المہام افواج کے ذمہ صیغہ جات طبابت و علاج حیوانات وغیرہ کا بھی اضافہ ہوا۔ غرہ رجب ۱۳۴۳ھ کو آپ کا تبادلہ صدر المہامی تعمیرات پر ہوا، اور اب اس صیغہ کی کرسی صدارت پر زینت افروز ہیں۔

(۸)

معین الدولہ بہادر (نواب .... محمد معین الدین خاں) خلف نواب سر آسمانجاہ مرحوم۔ نواب صاحب مرحوم اہل علم کے بڑے قدردان تھے۔ ہمارے گھر میں مرحوم کی قدر افزائیوں کی ابتدا حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم کے ایک قطعہ کے اس شعر سے ہوئی تھی ؎

ہیں زمیں ہو کے اس قدر نیچا　　　آسماں ہو کے آپ اتنی دور

شعر سماعت فرما کر اپنے حوصلہ کے موافق صلۂ کلام عنایت فرمایا، اور آخر وقت تک خلوت و جلوت میں مولانا کو یاد فرماتے رہے۔

بتاریخ ۷ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ روز دوشنبہ وقت شب نواب معین الدولہ بہادر بمقام سرور نگر پیدا ہوئے۔ وقت آنے پر بڑی دھوم سے رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی، اور آپکی تعلیم و تربیت شروع ہو گئی۔ ۱۳۱۶ھ میں آپ کے پدر نامدار کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو حضرت غفران مکان نے خصوصیت کے ساتھ آپ کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ میں آپکی والدہ حضرت پادشاہزادی پرورش النسا بیگم صاحبہ نے قضا کی تو حضرت غفران مکان نے پائیگاہ نواب سر آسمانجاہ مرحوم کی نگرانی آپ کے سپرد فرمائی۔ اسی سال تقریب دربار چہل سالگرہ شاہی میں حضرت غفران مکان نے آپ سے بابا شرف الدینؒ کی پہاڑی کے باغ کی نذر قبول فرما کر آپ کو سرافراز فرمایا۔ ۱۳۲۵ھ میں حضرت نے آپ کو ایک تلوار مرحمت

فرمائی، اور اسی سال دو لاکھ کے عطیہ سے سرافرازی بخشی۔ سنہ ١٣٢٩ھ میں آپ دوبارہ گھوڑے سے گرے اور دونوں مرتبہ چوٹ آئی۔ اسی سال آپ نے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کو دو لاکھ روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے امداد فرمائی۔ سنہ ١٣٣٠ھ میں آپ کو بارگاہ خسروی سے تلوار کی جوڑیاں، اور کچھ اشیاء نادرہ سرفراز ہوئیں، اور اسی سال بمصالح انتظامی آپ کی پائیگاہ کی نگرانی بوساطت صدر المہام پائیگاہ حضور پرنور نے بہ نفس نفیس قبول فرمائی۔ آپ کے یہاں قدم رنجہ فرمائی کے موقعہ پر سنہ ١٣٣١ھ میں آپ سے آسمان گڑھ (موجودہ عثمان گڑھ) زاں بعد اُس کی ملحقہ اراضی کی نذر قبول فرما کر آپ کو معزز و ممتاز فرمایا۔ اسی سال آپ بغرض شکار عازم کشمیر ہوئے؛ جہاں آپ کا مقابلہ ایک خونخوار اژدہے سے ہو گیا، مگر آپ نے اپنے حریف کو مار کر اُس پر فتح پائی۔ سنہ ١٣٣٣ھ میں قیام مہمانان شاہی کی غرض سے حضور پرنور نے بشیر باغ کو آپ سے اپنی نگرانی میں لے لیا۔ سال مذکور سے آپ نے بتعمیل فرمان خسروی محکمہ مال کا تجربہ حاصل کرنا شروع کیا، اور بلدہ کے سوا اورنگ آباد و نظام آباد میں اس شغل کو جاری رکھا تھا۔ بتقریب دربار سالگرہ سنہ ١٣٣٧ھ میں اعانت جنگ اور سنہ ١٣٤١ھ میں معین الدولہ کے خطابات آپ کو عطا ہوئے۔

نواب معین الدولہ بہادر ایک صائب الرائے نوجوان اور ایک بلند ہمت امیر ہیں، اور جس طرح آپ کی گولی شکار کے وقت خطا نہیں کرتی، آپ کی رائے بھی معاملات ملکی میں بے خطا ہے۔ آپ دور دم سوار، اور تیز دست شکاری ہیں۔ حضور پرنور نے ٢٥ صفر المظفر سنہ ١٣٤٢ھ کو آپ کو صیغۂ مصنوعات و تجارت کی کرسی صدارت اور رکنیت باب حکومت کی عزت عطا فرمائی تھی؛ جہاں سے غرۂ رجب سنہ ١٣٤٣ھ کو آپ کا تبادلہ صدر المہامی افواج آصفیہ کے منصب جلیلہ پر ہوا۔

مسائل ملکی میں نواب معین الدولہ بہادر ہمیشہ غریبوں کے دل سوز معاون، اور کمزوروں کے عالی حوصلہ مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

(۹)

"نظامت جنگ بہادر" (نواب........ نظام الدین احمد) خلف نواب رفعت یار جنگ اول مرحوم، سابق صوبہ دار۔ آپ کی ولادت غرہ صفر ۱۲۸۸ھ (م ۱۱ خورداد ۱۲۸۰ف م ۲۲ اپریل ۱۸۷۱ء) کو بمقام حیدرآباد واقع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم تو گھر پر پائی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد مدرسہ اعزہ میں داخل ہوے؛ جہاں سے تیرہ سال کی عمر میں مدراس میٹرک میں شرکت کرکے ۱۸۸۴ء میں کامیابی حاصل کرلی۔ اس کے بعد مدرسۂ عالیہ میں طلبۂ انگلستان کی جماعت میں تھوڑے عرصہ کے لئے شریک رہے۔ اس سے تسکین نہوئی تو ڈاکٹر اگھور ناتھ وغیرہ سے گھر پر خاص تعلیم کا مشغلہ جاری فرمایا؛ تا اینکہ تقریباً بی اے کے نصاب تک پہنچ گئے۔ ۱۸۸۷ء میں سرکاری وظیفۂ تعلیم منظور ہونے پر آپ عازم انگلستان ہوئے بہ زمانہ وہ تھا جب قلمرو برطانیہ میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی منائی جارہی تھی، اور تمام قلمرو سے انسانی دولت سمٹ کر پائے تخت لندن میں جمع ہورہی تھی۔ آپ بھی اس موقعہ پر لندن میں موجود تھے۔ اس کے بعد کم وبیش ایک سال تک کیمبرج میں رہکر اس یونیورسٹی کے ابتدائی امتحان کی تیاری کی (جس میں لاطینی زبان سیکھنے کی ضرورت پیش آئی) اور ۱۸۸۸ء میں ٹرنٹی کالج میں داخل ہوکر یونیورسٹی کے جملہ امتحانات ابتدائی سے فراغت حاصل کرلی۔ قانون کے امتحان (لاٹرائی پاس) کی تیاری کا نمبر اس کے بعد ہی آیا؛ جس کی تکمیل جون ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ اس سال آپ نے بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی، اور ایل ایل بی کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ آپ قلمرو آصفیہ کے پہلے شخص تھے جنہوں نے کیمبرج سے ایل ایل بی کی اعزازی ڈگری ایم اے ۱۸۹۶ء میں ہوے۔ اس کے علاوہ بزمانہ قیام انگلستان بیرسٹری کی سند بھی حاصل فرمائی۔

بیرسٹری کی سند حاصل کرنے کے لئے تقریباً تین سال تک لندن میں قیام رہا۔۱۰

مدت میں بھی سرکار آصفیہ سے بیش قرار وظیفۂ تعلیم ملتا رہا، اور لندن کے ایک نامی بیرسٹر کے چیمبر میں عملی کام سیکھنے کا موقعہ بھی حاصل ہوا، کیونکہ اس کی ہدایت منجانب سرکار عالی ہوئی تھی، اور یہ قرار پایا تھا کہ اگر وہیں عملی تجربہ حاصل کر لیا جائے تو ہندوستان واپس آنے کے بعد کسی ہائیکورٹ میں کام سیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بعد واپسی تھوڑے عرصہ تک تقرر کا انتظار کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوا کہ مدراس ہائیکورٹ میں داخل (اِن رول) ہو کر پریکٹس کی جائے چنانچہ ۱۹۰۶ء میں ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن ابھی پریکٹس کا موقعہ نہ ملا تھا کہ اُس وقت کے ہوم سکریٹری مسٹر ہرمز جی نے اس پر اصرار کیا کہ حسب قرارداد سرکاری خدمت ادا کیجائے۔ اس کے ساتھ ہی نظامت عدالت دیوانی ضلع پربھنی پر آپ کا تقرر عمل میں آگیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دوران ملازمت میں مولوی نظام الدین احمد صاحب نے جن سرکاری خدمتوں کو انجام دیا۔ اُن کا مجمل تذکرہ اس موقعہ پر کر دیا جائے۔

۱۔ ناظم عدالت ضلع پربھنی	۱۹ر اردی بہشت ۱۳۱۶ف
۲۔ منصرم ناظم اول عدالت فوجداری بلدہ	۱۲ر مہر ۱۳۰۶ف
۳۔ دوم مددگار ہوم سکریٹری	۲۷ر آبان ۱۳۰۶ف
۴۔ معتمد مجلس عالیہ عدالت	۲۸ر دے ۱۳۰۷ف
۵۔ مر ناظم اول عدالت فوجداری بلدہ	۱۵ر فروردی ۱۳۰۸ف
مستقل ؍ ؍ ؍	۲۵ر اردی بہشت ۱۳۰۸ف
۶۔ مر انڈر سکریٹری مجلس وضع قوانین	۱۶ر آذر ۱۳۱۱ف
مستقل ؍ ؍ ؍	۲۰ر شہریور ۱۳۱۲ف
۷۔ مر رکن مجلس عالیہ عدالت	۲۰ر اردی بہشت ۱۳۱۸ف
مستقل ؍ ؍ ؍	۵ر آذر ۱۳۱۹ف

۸۔ معتمد عدالت و امور عامہ	آذر ۱۳۱۹ف تا امرداد ۱۳۲۰ف
۹۔ میر مجلس عدالت العالیہ	۸ / خورداد ۱۳۲۵ف
۱۰۔ معتمد سیاسیات	۱۶ / فروردی ۱۳۲۷ف
۱۱۔ صدر المہام "	۱۴ / دے ۱۳۲۹ف

حسب قرار داد آپ کا ابتدائی تقرر تو ہو گیا تھا، لیکن خاص اس وجہ سے کہ آپ کی قانونی ڈگری اعلیٰ درجہ کی تھی، دوسروں پر آپ کو ترجیح دے کر دو سال کے عرصہ میں نظامت فوجداری بلدہ پر آپ کا مستقلانہ تقرر عمل میں آیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۳۱۱ف میں جب رائے حکم چند کے انتقال کی وجہ سے مجلس وضع قوانین کی نائب معتمدی خالی ہوئی تو بھی بہ لحاظ موزونیت، اس کے لئے آپ ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر یہ امر قابل اظہار ہے کہ ۱۳۱۱ف سے ۱۳۲۰ف تک متعدد بار معتمدی عدالت و امور عامہ، اور معتمدی سیاسیات کے منصرمانہ فرائض انجام دیتے رہے۔

حیدر آباد میں مولوی نظام الدین احمد صاحب کے ملکی و قومی کاموں پر ہم نگاہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں آپ سب سے آگے ہیں۔ چنانچہ ملکۂ معظمہ وکٹوریہ کے انتقال کے بعد جب اس نیک دل ملکہ کی یادگار میں بمقام سرونگر ایک یتیم خانہ کی تجویز بروئے عمل آئی، اور فراہمی چندہ وغیرہ کی کارروائی ۱۹۰۱ء میں آغاز ہوئی، تو آپ نے اس میں بہت بڑا حصہ لیا۔ مجلس انتظامی کے اعزازی معتمد کی حیثیت سے اس سے آپ کا تعلق رہا۔ ۱۹۰۵ء میں یتیم خانہ مذکور کا افتتاح ہوا۔ رسم افتتاح کے موقعہ پر مجلس انتظامی کے صدر نشین مسٹر ڈیوڈ بار (رزیڈنٹ) نے اپنی تقریر میں آپ کے خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا تھا:

وکٹوریہ میموریل آرفنج کے قیام کے دوران میں جو قیمتی امداد کمیٹی کے ارکان نے مجھے دی ہے ان میں سے ہر رکن کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز میں اور جملہ ارکان بخلوص قلب مولوی نظام الدین احمد صاحب کے شکرگزار ہیں، جو اس کمیٹی کے اعزازی معتمد کی حیثیت

اہم کام کی انجام دہی میں مصروف رہے، اور جن سے اسوقت تک کی کامیابی کا بیشتر حصہ منسوب کیا جاسکتا ہے۔

اس موقعہ پر حضرت غفران مکان کا ارشاد عالی یہ ہوا تھا!۔

اس کام میں سرڈیوڈ بار کو کیپٹن اور معتمد کمیٹی سے جو معقول مدد ملی ہے، اس کے لحاظ سے سرڈیوڈ بار نے جسقدر ان کی تعریف کی ہے، اس کے وہ مستحق ہیں۔

پیشگاہ حضرت غفران مکان سے نظامت جنگ کا خطاب آپ کو جشن جوبلی چہل سالہ کی خوشی میں سرفراز ہوا تھا۔

حیدرآباد میں سکہ کا مسئلہ ایک عرصہ سے ملک و مالک دونوں کے لئے پریشان کن ثابت ہوتا چلا آتا تھا۔ حضرت غفران مکان کے عہد شہریاری میں اس باب میں نہایت توجہ سے کام لیا گیا، اور ایک قانون کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے اس کا تصفیہ کر دیا گیا۔ جن عہدہ داران نے خصوصیت کے ساتھ اس کام میں سرکار آصفیہ کی امداد کی تھی، ان میں نواب نظامت جنگ بہادر بھی تھے۔ اس موقعہ پر (مسٹر ریجنالڈ گریس) واکر معین المہام فینانس نے آپ کی صائب رائے کا (سنہ ۱۳۱۶ ف میں) جن موثر الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے، انھیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

جملہ عہدہ داران متذکرہ صدر نے اپنے آرا پیش کئے اور مشورہ دیا۔ اس کے لحاظ سے متعدد بار میں نے مسودہ قانون (سکہ) کے دفعات پر مکرر غور کیا، اور ترمیمات کیئے۔ منجملہ ان سب عہدہ داران کے سب سے زیادہ مدد اور مفید مشورہ مجھے نواب نظامت جنگ بہادر سے ملا۔

طغیانی رود موسی کے بعد جو انتظامات، بازیافت و تقسیم مال سے متعلق اسپیشل مجسٹریٹوں کے ذریعہ عمل میں آئے، ان کی نگرانی بیرون بلدہ کے حدود میں نواب نظامت جنگ بہادر کے سپرد کی گئی تھی۔ اس موقعہ پر جو خدمات آپ نے انجام دئے تھے، ان کا اعتراف منجانب سرکار ایک سند کی شکل میں فرمایا گیا۔

بزمانہ معتمدی عدالت و امور عامہ سنہ ۱۳۱۹ ف میں آپ نے بیت المعذورین کے قیام کی

کارروائی نہایت وسیع پیمانہ پر فرمائی۔" یہ بیت المعذورین اُس وقت سے اب تک قائم ہے، اور اس کو سرکار سے دو ہزار روپیہ ماہانہ بطور امداد عطا فرمائے جارہے ہیں۔

اس زمانہ میں باتباع فرمان خسروی، مشیر قانونی کی شرکت میں، عدالتی اصلاحات کی ایک زبردست اسکیم سرکار میں پیش فرمائی تھی؛ جس میں بعض دیگر امور کے سوا اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ تحصیلداروں سے دیوانی اختیارات لے لئے جائیں، اور منصفوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ یہ تجویز کسی قدر ترمیم کے بعد منظور ہوئی تھی اور ایک مناسب حد تک گویا اس انتظام کا پیش خیمہ تھی، جو سر علیؒ امام کے عہد صدارت عظمیٰ میں بروئے عمل آیا تھا۔

۱۳۲۳ف میں جب مجلس آرائش و تزئین بلدہ (سٹی امپرومنٹ بورڈ) کا انعقاد عمل میں آیا، تو آپ اس کے اعزازی معتمد بنائے گئے۔ اس مجلس سے آپ کا تعلق ہنوز قایم ہے، اور اس وقت سے اب تک شہر کی آرائش اور گنجان آبادی کی توسیع و اصلاح کی غرض سے متعدد تجاویز عمل میں لائی جا چکی ہیں۔ اسوقت بھی کئی اہم تجاویز زیر غور ہیں۔

تقسیم آب کرشنا و تنگبھدرا کی نسبت سرکار عالی اور مدراس گورنمنٹ کے درمیان ایک عرصہ سے نزاع چلی آتی تھی۔ اگرچہ ندیاں ہمارے علاقہ سے ہو کر گزرتی ہیں، لیکن مدراس گورنمنٹ ہم کو پانی کا نصف حصہ لینے سے روکنا چاہتی تھی۔ سالہا سال کی مراسلت اور گورنمنٹ مدراس کے مسلسل انکار کے بعد ایسی صورت پیدا ہوگئی تھی کہ ہم کو کامیابی کی بہت کم امید تھی۔ اوائل سنہ ۱۹۱۵ء میں لارڈ پینٹلینڈ گورنر مدراس اس پر راضی ہوئے کہ اس نزاع کے تصفیہ کی غرض سے جانبین کے چند عہدہ دار گفتگو کرکے رپورٹ پیش کریں۔ اس سلسلہ میں ایک مختصر سی کانفرنس قایم ہوئی اور اس میں نواب نظامت جنگ بہادر کے سوا (جنھوں نے من حیث رکن عدالت العالیہ شرکت کی تھی) مسٹر سکینڈی چیف انجنیر اور مولوی حبیب الدین صاحب مرحوم کا

سرکارِ آصفیہ کی جانب سے شریک ہوئے۔ اسی طرح مدراس گورنمنٹ کی طرف سے وہاں کے چیف انجینیر، ایک عہدہ دارِ مال، اور ایک جج ہائیکورٹ نے شرکت کی۔ پانچ روز تک کانفرنس ہوتی رہی، اور دونوں حکومتوں کے جہاں ہائیکورٹ نے اپنی اپنی شگفتہ بیانوں کے جوہر دکھائے۔ بالآخر وہ امور جن پر ہماری سرکار کو اصرار تھا، مدراس گورنمنٹ کے نمائندوں نے تسلیم کرلئے، اور کانفرنس کی کارروائی کو دونوں حکومتوں نے منظور فرمالیا۔ یہ وہی امور تھے جن سے مسلسل بارہ چودہ سال تک مدراس گورنمنٹ انکار کرتی رہی تھی۔ اس کارگزاری سے متعلق بارگاہ خسروی سے اظہارِ خوشنودی فرمایا گیا۔ فرمانِ مبارک کی عبارت یہ ہے:

پیچیدہ اور دیرینہ مسائل کے تصفیہ میں ہمارے عہدہ داروں نے (جو مدراس گورنمنٹ کے عہدہ داروں کے ساتھ کانفرنس میں شریک تھے) جس کمال حسن لیاقت اور اعلیٰ تدبر سے کام لیا، اس کے لحاظ سے اُن کے خدمات بھی لایق اعتراف ہیں۔ اُن سے میری خوشنودی کا اظہار کیا جائے۔

۶ر صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

نواب نظامت جنگ بہادر کو سرکارِ انگریزی سے ۱۹۱۹ء میں آرڈر آف دی برٹش امپائر (او بی ای) خطاب ملا تھا، اور سی آئی ای کا خطاب آپ نے ۱۹۲۳ء میں پایا۔

نواب صاحب اگرچہ مناصبِ جلیلہ پر فائز رہے، اور اب صدر المہام سیاسیات اور رکن بابِ حکومت ہیں، لیکن علمی ذوق جو ابتدائے طالب علمی سے آپ کے دل میں جاگزین ہو گیا تھا، ہمیشہ اس میں فراوانی ہوتی رہی، اور فرائض کی کثرت کے باوجود آپ نے خصوصیت کے ساتھ یورپ کے علم ادب کے مطالعہ کو ہمیشہ جاری رکھا۔ آپ کی انگریزی نظموں کا ایک حصہ ۱۹۱۸ء میں لندن میں طبع ہوا تھا۔ اس کے سوا آپ نے حضور پرنور کی چند غزلوں کا ترجمہ انگریزی نظم میں کیا ہے۔ آپ کے

ادبی ذوق اور اصابت رائے کا اعتراف نواب عماد الملک مرحوم جیسے زبردست عالم اور سر علی امام جیسے مدبر فرماتے تھے، اور اپنے اسی ادبی ذوق کی بدولت آپ جامع عثمانیہ کے شعبہ فنون کے ممبر ہیں۔ اپنے اس علمی منصب کے فرائض کی انجام دہی کے منجملہ آپ نے ۱۳۳۲ف م ۱۳۴۲ھ کے پہلے کانووکیشن کے موقعہ پر تقسیم انعامات کی تکلیف گوارا فرمائی تھی۔

نواب نظامت جنگ بہادر تنہائی پسند اور چہل قدمی کے شایق ہیں اور آخر الذکر شوق کے پورا کرنے کی غرض سے آبادی سے باہر تشریف لیجایا کرتے ہیں۔

صدر الصدور

صَدر یار جنگ بہادر" (نواب .... مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی) خلف محمد تقی خاں صاحب مرحوم۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۲۸ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۳ھ وقت صبح بھیکن پور ضلع علیگڈھ میں واقع ہوئی؛ جو آپ کے بزرگوں کا مسکن ہے۔ آپ کی فارسی تعلیم کی ابتدا قدیم مکتبی طریقہ سے گھر پر ہوئی، اور آپ نے فارسی نصاب کی آخری کتاب تک ختم فرمالیا۔ فارسی نثر نگاری کی مشق بھی اُسی زمانہ میں فرمائی۔ تھوڑے عرصہ میں آپ نے اِس قدر قدرت حاصل فرمائی کہ جب منشی غلام غوث خاں صاحب بیخبر مرحوم کو الہ آباد کے پتہ پر آپ نے خط لکھا، تو آپ سے ملنے پر انہوں نے دریافت فرمایا تھا کہ فارسی مشق کس سے کی ہے؟ منشی صاحب نے خط کے جواب میں سرنامہ پر جو شعر تحریر فرمایا تھا، وہ اب تک آپ کو یاد ہے ؎

برائے دوستی ہا ہر کہ بے منت قدم ساید
بہر گامے کہ بردارد از و پائے زنا چشمے

فارسی میں استعداد پیدا ہو جانے پر عربی کی ابتدا ہوئی، اور باقاعدہ طور پر درس نظامی کی تحصیل کی گئی۔ حضرت سید احمد کبیر قدس اللہ سرہٗ، جو اپنی بزرگی کے باعث سید کبیر کے نام سے شہرت عام رکھتے ہیں، اُن کے فرزندوں میں سے ایک عالم نے آپ کی عربی تعلیم کی ابتدا فرمائی، اور اس طرح ہمارے گھرانے سے آپ کا رشتۂ تلمذ قائم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے اُس زمانہ کے مشہور اساتذہ سے درس حاصل کیا، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو محنت جناب مولانا عبدالغنی خاں صاحب نے فرمائی، قطعی طور پر اُس نے آپ کی علمی بنیاد کو مضبوط و مستحکم فرما دیا۔ اپنے اساتذہ میں سے زیادہ تر آپ مولانا مرحوم ہی کے رہین منت ہیں۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے طریقۂ نقشبندی میں شرف بیعت حاصل کیا، اور حضرت سے بھی ایک حدیث سنی؛ جس کو حضرت نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے سنا تھا۔

جس زمانہ میں مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب عربی صرف و نحو کو ختم کرکے ابتدائی منطق کا درس حاصل فرما رہے تھے، اس وقت اس امر کو محسوس کیا گیا کہ انگریزی تعلیم بھی آپ کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ابتداء کار میں معلم و اتالیق سے کام لیا گیا۔ اس کے بعد آگرہ کالجیٹ اسکول میں داخل کئے گئے؛ جہاں انٹرنس تک انگریزی نصاب کو پورا کیا۔ آپ نے اگرچہ انٹرنس کا امتحان نہیں دیا، لیکن دوران تعلیم میں یکے بعد دیگرے چار انگریز استادوں سے انگریزی لٹریچر (ادب) میں دستگاہ بہم پہنچاتے، اور لکھنے کی مشق کرتے رہے۔ عربی تعلیم کا سلسلہ چونکہ برابر جاری تھا، اس لئے انگریزی پر پورا وقت صرف نہ کرسکے۔ دوران تعلیم میں ڈنڑ مگدر، لکڑی بنوٹ، شہسواری اور تفنگ اندازی کی کافی مشق فرمائی۔ یہ آپ کے والد ماجد مرحوم کے شوق کا پرتو تھا۔ مولوی صاحب نے کرکٹ کھیلی، مگر یہ کھیل آپ کو آیا نہیں۔

تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ کے مشاغل کے تین سلسلے رہے؛ (۱) جائداد زمینداری کا انتظام۔ (۲) شروانی اسکول (۳) مطالعہ و تحریر۔ زمینداری کا کام آپ نے اپنے عم محترم مولوی محمد عبدالشکور خانصاحب مرحوم کی نگرانی میں سیکھا اور کیا۔ اس باب میں اُن مرحوم کی قابلیت مشہور اور مسلم تھی۔ اسی عرصہ میں جب مولوی صاحب کے والد ماجد نے قضا کی تو آپ اپنے چچا کے شریک رہے، اور اُن کی وفات کے بعد اُن کی اولاد کے ریاست کا سارا انتظام مولوی صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے انتظام درست فرمایا، ریاست کو

ترقی دی، اور اُسے قرضہ سے پاک فرمایا۔ چند سال کے بعد خاندان کے ایک فرد کو پنچ مقرر
کرکے سنہ ۱۹۱۲ء میں ریاست تقسیم کر لی۔ اس کے بعد آپ اپنی جائداد زمینداری کا انتظام
کرتے رہے، تا آنکہ حیدر آباد طلب فرمالئے گئے۔

شروانی اسکول کا اہتمام و انتظام (بہ حیثیت معتمد سکریٹری) نو سال تک آپ کے
ہاتھ میں رہا۔ یہ اسکول آٹھویں جماعت یعنی مڈل تک علیگڈھ کے نمونہ پر قایم کیا گیا تھا۔
اس میں بورڈنگ تھا، ڈیوٹی تھی، گیمس تھے، نصاب تعلیم میں آزادی تھی، اس لئے
مشرقی و دینی تعلیم کا اضافہ کیا گیا تھا۔ خاندانی چندہ سے اس کے مصارف ادا ہوتے
تھے۔ جس زمانہ میں آپ اس کام میں مشغول تھے، آپ نے دوسرے قومی فرائض کو
فراموش نہیں فرمایا، اور ندوۃ العلماء، محمڈن کالج، کانفرنس وغیرہ سے بھی تعلق رکھا۔
آپ کے مطالعہ و تحریر سے متعلق یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ اس کی ابتدا مرزا غالب
کے اردوے معلیٰ کے ایک نسخہ سے ہوئی، جسے آپ کے والد ماجد نے پڑھنے کی غرض سے
آپ کو مرحمت فرمایا تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد گلزار داغ کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔
اگرچہ آپ کے چچا نے اس ذوق پر زجر فرمایا، لیکن طبیعت کی افتاد شوق انگیزی کرتی
رہی۔ رفتہ رفتہ جب وہ زمانہ آیا کہ آپ اپنی مرضی سے انتخاب کتب کر سکیں تو آپ نے
اپنے مطالعہ کے لئے عربی کی اُن کتابوں کو زیادہ پسند فرمایا، جو متقدمین نے لکھی تھیں
لیکن ان سب سے زیادہ آپ کو تلاوت کلام مجید سے فائدہ ہوا، جس کے پڑھنے سے
یقین محسوس طور پر انسان میں قوت حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ فارسی کے لئے آپ
متاخرین ایران کی سحر آفرینی سے زیادہ اثر پذیر ہوئے۔ اردو میں شعرائے دہلی کا
کلام آپ کو زیادہ پسند تھا۔ مضمون نویسی کا شوق جو گویا تالیف و تصنیف کا مقدمہ تھا،
آپ کو اپنے انگریزی استاد حاجی عبد الرشید خاں صاحب مرحوم (علیگ) کی صحبت و تربیت
سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن آپ کے لئے اُن جامع الکمالات فضلاء عصر کی کارفرمائیاں بھی
کچھ کم اثر خیز ثابت نہیں ہوئی ہیں، جن کی تحریر و تقریر سے آپ عہد شباب میں لطف اندوز

ہوئے تھے۔

سنہ ۱۸۹۳ء کے قریب آپ کے مضامین مولوی غلام محمد خاں صاحب تپش کے اخبار مشیر قیصر لکھنؤ میں شائع ہوتے تھے۔ بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام (مستقبل اسلام) مترجمہ لسان عصر سید اکبر حسینؒ صاحب مرحوم پر آپ کا تبصرہ اس زمانہ کی یادگار، اور غالباً آپ کا سب سے پہلا مضمون ہے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف اخبارات میں مضامین لکھے۔ ان میں اودھ اخبار لکھنؤ، آزاد لکھنؤ، البشیر اٹاوہ، سرسور گزٹ ناہن، شنۂ اخبار آگرہ، اکمل الاخبار دہلی، انسٹی ٹیوٹ گزٹ علیگڈھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان کے رسائل میں سے رسالہ حسن میں پہلے آپ نے شاہ بابر پر مضمون لکھا، اور اس کے انعام میں ایک اشرفی پائی۔ یہ غالباً سنہ ۱۸۹۱ یا ۹۲ء کا ذکر ہے۔ اس کے سوا دلگداز لکھنؤ، مخزن لاہور، الندوہ لکھنؤ، معارف علی گڑھ، زمانہ کانپور، علیگڈھ میگزین علی گڑھ، خاتون علیگڈھ، اردوئے معلےٰ علیگڈھ، نظام المشائخ دہلی، معارف اعظم گڑھ، اردو اورنگ آباد میں آپ کے مضامین ہماری نظر سے گزرے ہیں، اور ہمارا رسالہ اولڈ بوائے بھی آپ کی قلمی معاونت سے محروم نہیں رہا ہے۔ ان مضامین کی نوعیت مذہبی کم تر تھی، اور ادبی و تاریخی بیشتر۔ سیاسیات پر شاید کوئی مضمون لکھا ہو۔ سلسلۂ کلیات خسرو کی ترتیب و تدوین عمل میں آئی تو مثنوی مجنون و لیلیٰ کو آپ نے ایڈٹ فرمایا۔ برائے نام یا مصلحتاً الندوہ لکھنؤ کی اڈیٹری میں آپ کا نام شریک رہا ہے، یا اب کانفرنس گزٹ علیگڈھ کے اڈیٹر ہیں۔ حقیقی اڈیٹری کسی اخبار یا رسالہ کی کبھی نہیں کی۔

مولوی صاحب کی تصنیفات و تالیفات سے چند رسالے بقامت کہتر و بقیمت بہتر کا مصداق ہیں۔ تذکرہ بابر پہلے بطرز مضمون ازاں بعد بشکل رسالہ شائع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ذکر حبیب اور ذکر جمیل کے نام سے میلاد مبارک کے لئے دو کتابیں تحریر فرمائیں۔ علمائے سلف آپ کی تالیف میں چوتھی مگر اردو زبان کی اول درجہ کی کتابوں کے ساتھ رکھنے کے قابل کتاب ہے۔ نابینا علماء میں ان علماء کا ذکر ہے جنہوں نے حالت نابینائی

علم سیکھا اور ناموری حاصل کی۔ سیرۃ الصدیق کو آپ نے ابتداءً محمڈن کالج علیگڈھ کے طلبہ کے سامنے بطور لکچر پڑھا تھا۔ بعد کی اشاعتوں میں مضامین کا اضافہ فرمایا۔ برقِ تجلی مثنوی مجنون لیلیٰ امیر خسرو کا مقدمہ تھا، جو بعد کو بشکل کتاب شایع ہوا۔ نقش وفا (حصۂ اول) ایک مختصر سا رسالہ ہے، لیکن سب سے زیادہ اس کے اوراق پر زورِ غور و تحریر صرف ہوا ہے۔ تذکرہ میر حسن پر آپ کا مقدمہ قابل دید و لایق داد ہے۔ مولوی صاحب شاعر بھی ہیں، اور حسرت تخلص فرماتے ہیں۔ شاعری میں آپ کو حضرت امیر مینائی سے تلمذ حاصل ہے۔ کئی سال تک استاد سے مراسلت اور اصلاح کا سلسلہ جاری رہا، لیکن شرفِ ملاقات حاصل نہ ہو سکا۔

کہتے ہیں کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم مولوی حبیب الرحمن صاحب پر نظر کرتے ہیں، تو آپ کو پورا فائدہ حاصل کرتا ہوا پاتے ہیں آپکے علمی سلسلۂ بیان میں یہ کہنا غالباً فائدہ سے خالی نہو گا کہ لکھنے پڑھنے کے شوق کے ساتھ آپ کو مشاہیر صلحاء و علماء سے ملنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے۔ اس ضمن میں ہمیں جسقدر نام معلوم ہو سکے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے بعض کو صرف ایک بار دیکھا، بعض کو متعدد بار، اور بعض سے بارہا ملاقات رہی۔

آپ کے کتبخانہ میں تقریباً تمام مروجہ فنون کی مطبوعہ و قلمی، عربی، فارسی، اردو انگریزی کتابیں موجود ہیں۔ انگریزی کتابیں البتہ بہت کم ہیں۔ اس مجموعۂ کتب میں بعض نایاب بھی ہیں۔ مولانا شبلی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ فارسی کلام کا جیسا اچھا مجموعہ آپ کے کتبخانہ واقع حبیب گنج میں ہے، ریاست رامپور اور بانکی پور کے کتبخانوں میں بھی نہیں ہے۔ حبیب گنج کے متعلق کوئی خاص بات قابل تحریر نہیں ہے۔ اس موضع کو محمد تقی خاں صاحب نے اپنے فرزند کے نام سے آباد کیا تھا۔ اس میں ایک پائیں باغ ہے، ایک خوبصورت سی مسجد ہے، مسبوق الذکر کتب خانہ ہے جنگل ہے اور جنگل کی ہوا، اور دیہاتی سادگی اور آزادی!

مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب نے ہوش سنبھالا تو علیگڈھ میں سرسید احمد خاں بہادر کی تحریک کا چرچا دیکھا، جس میں خود آپ کے خاندان کے کئی افراد شریک تھے۔ مولوی عبد الشکور خاں صاحب بھی اس اصول کے ساتھ تحریک مذکور کے شریک تھے کہ مذہبی پہلو سے اختلاف تھا، دنیوی اصول کی تائید۔ مولوی صاحب نے یہ سماں دیکھا، اور قدرتی طور پر ان معاملات سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ باوجود اختلاف خیالات سرسید نے اپنے اختیار سے جو ٹرسٹی انتخاب فرمائے تھے، اُن میں سے ایک نام مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب کا بھی تھا۔ آپ کو اُن کی حیات میں صرف ایک بار ٹرسٹیوں کے اجلاس میں شرکت کا موقعہ ملا ہے۔ محسن الملک مرحوم کی معتمدی (سکرٹری شپ) کے زمانہ میں آپ کمیٹی تعلیم دینیات اہل السنۃ والجماعت کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سچ پوچھئے تو آپ کی کوششوں کا یہی میدان رہا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کے زمانہ میں آپ ایک کمشنری کی کمیٹی کے سکرٹری بنائے گئے تھے۔ اس کام سے متعلق آپ نے متعدد وفود میں شرکت فرمائی، تائید میں تقریریں کیں، نقد چندہ دیا۔ اب آپ مسلم یونیورسٹی کورٹ اور دینیات مذکورہ کی شاخ انتظامی کے رکن ہیں۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبر تو آپ سنہ ۱۸۹۰ء سے بھی پہلے ہو چکے تھے، لیکن اس کا سب سے پہلا سالانہ اجلاس الہ آباد میں دیکھا۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں جب آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب انگلستان تشریف لے گئے تو آپ اس کانفرنس کے جائنٹ سکرٹری مقرر ہوئے۔ جب مسلم یونیورسٹی کے قواعد نافذ ہوئے اور کالج کے آنریری سکرٹری کا عہدہ حذف ہوگیا (جو کانفرنس کا سکرٹری بھی ہوتا تھا) آپ سالانہ اجلاس سنہ ۱۹۲۰ء واقع امراوتی (برار) میں کانفرنس کے سکرٹری قرار پائے۔ ان تحریکات کے سوا مولوی صاحب کو ندوۃ العلماء لکھنؤ، مسلم لیگ لکھنؤ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، وقف کرنال، الہ آباد یونیورسٹی، یوپی ہسٹاریکل سوسائٹی، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، مسلم گرلز اسکول علیگڈھ، اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ، انجمن حمایت اسلام لاہور، طبیہ کالج دہلی، دار المصنفین

اعظم گڑھ سے تعلق رہا ہے۔ انجمن ترقی اردو کے موجودہ سکرٹری سے پہلے آپ ہی اس کے سکرٹری تھے۔ یہ امر قابلِ اظہار ہے کہ مولانا اشہری صاحب مرحوم نے اپنی حیات انہیں کو مولانا شبلی مرحوم کی تحریک اور آپ کے اصرار سے اُسی زمانہ میں مکمل و شایع فرمایا تھا۔ ایک زمانہ میں مولوی صاحب آرٹس سوسائٹی لندن کے فیلو بھی تھے۔

نواب فضیلت جنگ کی وفات کے بعد حضور پُرنور کی نظرِ انتخاب مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب پر پڑی، اور جب حضور کی یاد فرمائی پر آپ حیدرآباد تشریف لائے تو ۲۴ امرداد ۱۳۲۷ ف م سنہ ۱۳۳۶ھ کو اس منصب پر پانچ سال کے لئے سرافراز فرمائے گئے۔ بعد ختم مدت کئی بار توسیع ہو چکی ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ ابھی ایک عرصہ دراز کے لئے حیدرآباد کو آپ کی ضرورت ہے۔ اس عرصہ میں آپ نے جو اصلاحات صیغہ امور مذہبی میں فرمائی ہیں اُن کے بیان کرنے کا ہمارے لئے یہ موقعہ نہیں ہے البتہ یہ کہدینا ہم ضروری خیال کرتے ہیں صدر الصدوری سے متعلق دو صیغے ہیں۔ (۱) صدارت العالیہ (۲) امور مذہبی۔ صدارت العالیہ خالص اسلامی صیغہ ہے اور راست اعلیٰحضرت کے ماتحت مگر امور مذہبی ایک عاملانہ صیغہ ہے، اور ممالک محروسہ سرکار آصفیہ کا مذہبی نظم و نسق اس سے تعلق ہے۔ مولوی صاحب نے اِن دونوں صیغوں کی اصلاح اور اجرائے کار میں اس توجہ سے کام لیا کہ بہ تقریب سالگرہ مبارک ۱۴ جمادی الآخر سنہ ۱۳۴۱ھ کو بارگاہِ خسروی سے آپ کو صدر یار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔

نواب صدر یار جنگ بہادر جس وقت سے حیدرآباد تشریف لائے ہیں، یہاں کی علمی و ادبی جماعتوں پر آپ کی پاکیزہ سیرت کا عمیق نقش قائم ہو گیا ہے۔ جو تحریکات آپ کے حیدرآباد تشریف لانے سے پہلے موجود تھیں، یا جو آپ کے سامنے قایم ہیں اُن میں آپ نے عملی حصہ لے کر اُن کے نشو و نما میں قابلِ قدر مدد دی ہے۔ ایک زمانہ میں نواب عماد الملک مرحوم کے ذمہ جو ادبی فرائض سرکاری طور پر تھے، وہ نواب صاحب موصوف کی پیرانہ سالی کے باعث کم و بیش آپ ہی کے سپرد ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں

جب ہماری دو کتابیں (اصول تعلیم و علم اخلاق) آپ کی رائے کی غرض سے آئیں اور انھیں دیکھ کر اپنے معروضہ میں آپ نے یہ عرض کیا کہ یہ دونوں کتابیں غور اور مطالعہ کے بعد لکھی گئی ہیں، تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ بجائے خود کسی کتاب کو غائر نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں، لیکن جب آپ نے اپنے ایک دوست کو تحریر فرمایا کہ "........ کی علمی و ادبی نظر ضروری قابل قدر ہے" تو ہمیں اس کا یقین ہو گیا کہ ہم بھی آپ کے بزرگانہ اشفاق کے سایہ میں ہیں۔

ابتداءً آپ جامع عثمانیہ کے معین الامیر (وائس چانسلر) تھے، اب اس کی مجلس اعلیٰ و مجلس رفقاء کے رکن ہیں۔ اسی طرح جامع مذکورہ کی مجلس دینیات کے امیر اپنی اس حیثیت سے کانووکیشن ۱۳۴۲ف م ۱۳۴۲ھ میں اس شعبہ کی صدارت فرما کر انعامات تقسیم فرما چکے ہیں۔ کتبخانہ آصفیہ کی مجلس ذیلی کے صدر اور مجلس انتظامی کے نائب صدر ہیں۔ اشاعت علوم کے صدر، اور دائرۃ المعارف کے رکن ہیں۔ ایک عرصہ تک مدرسہ نظامیہ کی مجلس کے صدر رہے، اور انجمن احترام اوراق متبرکہ کے تو اب بھی صدر ہیں۔ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس انتظامی کو آپ کی صدارت اور انجمن اصلاح حالات مسلمانان کو آپ کی رکنیت کا شرف و افتخار حاصل ہے۔

۱۳۳۵ھ میں اجلاس شانزدہم ندوۃ العلماء واقع مدراس کے آپ صدر نشین ہوئے تھے، اور خطبۂ صدارت بھی طبع ہو گیا تھا، لیکن بوجہ علالت آپ کو اس میں شرکت کا موقعہ نہ مل سکا۔ البتہ اگلے سال جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ میں اجلاس واقع ناگپور کی صدارت فرمائی۔ اسی طرح ایک بار اور بمقام لکھنو اجلاس نوزدہم کی صدارت وسط شعبان ۱۳۴۳ھ میں فرمائی تھی۔ اگست ۱۹۱۸ء میں بمبئی پراونشل کانفرنس کی صدارت کے لئے پونہ میں اور ذیحجہ ۱۳۳۷ھ میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کے لئے بلدہ میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان مواقع پر

جو خطبات آپ نے ارشاد فرمائے، ان کی خوبی کا اعتراف تمام اہل نظر فرماتے ہیں۔
حج بیت اللہ واقعہ سنہ ۱۳۴۲ھ کے موقعہ پر آپ کو حج خانۂ کعبہ اور زیارت حرم نبوی کا شرف و افتخار حاصل ہوا۔

من حیث رئیس ضلع علیگڈھ نواب صدر یار جنگ بہادر کو دربار میں نشست، ایکٹ اسلحہ سے استثناء، اسپیشل مجسٹریٹی کے امتیازات حاصل ہیں۔

نواب صاحب کو خداوند عالم نے دو فرزند عطا فرمائے ہیں۔ ان میں سے بڑے عبید الرحمن خاں صاحب آپ کے غیاب میں جائداد کا انتظام کر رہے ہیں، اور چھوٹے مسعود الرحمن خاں صاحب ابھی زیر تعلیم ہیں۔

کرنل سر افسر الملک بہادر

چیف کمانڈر

افسر الملک بہادر" (لفٹننٹ کرنل نواب سر...... مرزا محمد علی بیگ) خلف مرزا ولایت علی بیگ مرحوم رسالدار بہادر۔ جس زمانہ میں آپ کے والد ماجد کنٹنجنٹ کے رسالہ سوم کے ہمراہ اورنگ آباد میں قیام پذیر تھے، آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ آغوش دایہ سے نکل کر پہلے کرسی نماں زین، ازاں بعد خوگیر پر سواری کی مشق شروع کی۔ ساتویں سال سے اپنے والد کے ہمراہ شکار میں جانے لگے۔ آٹھویں سال برچھے کی جگہ بلیرڈ کیو کا، اور غالباً اسی زمانہ میں ہوائی بندوق کا استعمال شروع کیا۔ مگر اس کے غلط استعمال کے باعث شفیق باپ نے اسے واپس لے لیا، اور ایک ہفتہ کے لئے گھوڑے کی سواری بھی موقوف کردی۔ اسی زمانہ میں آپ نے تیندوے کا پہلا شکار پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا تھا مگر ریچھ کے پہلے شکار میں سواری پر تھے۔

آپ کے والد ماجد نے سنہ ۱۲۸۳ھ میں قضا کی، اور حسب وصیت کرنل فتح حیدر الدولہ آپ کی تعلیم و تربیت کے نگران حال قرار پائے۔ انہوں نے حق دوستی پورے طور پر ادا کیا، اور آپ کی جانب اس قدر متوجہ رہے کہ جب آپ سنہ ۱۲۸۶ھ م (سنہ ۱۸۶۸ء) میں سرکار کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے تو اپنے فرائض کے انجام دینے کیلئے ہر طرح تیار تھے۔ ملازمت کے وقت اپنے والد ماجد کے رسالہ میں داخل ہوئے تھے، آغاز سنہ ۱۸۷۲ء میں اُن مرحوم کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس کے بعد ہی اپنی رجمنٹ کے پہلے ٹروپ کے کماندار مقرر ہو کر اورنگ آباد میں متعین کئے گئے۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں دربار قیصری

موقعہ پر حضرت غفران مکان کے بدرقہ کی خدمت اپنے سواروں کے ساتھ انجام دی (ستمبر ۱۸۷۹ء
(م رمضان ۱۲۹۶ھ) میں سر رچرڈ میڈ اور سر سالار جنگ اعظم بہ تقریب دورہ اورنگ آباد
تشریف لے گئے تو رسالدار محمد علی بیگ تاریخ فوجی میں پہلی مرتبہ اپنے رسالہ کی
کمان پر، اس کے کمانڈنگ افسر کی علالت کے باعث، مقرر ہوئے۔ چونکہ آپ کا
فوجی دستہ سر سالار جنگ کے ساتھ متعین تھا، اس لئے اس مردم شناس مدبر کو آپ کی
فراست و جانفشانی کے اپنی ذات سے دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ اسی موقعہ پر انہوں نے
آپ کو حضرت غفران مکان کے اسٹاف میں مقرر کرنے کا تصفیہ فرما لیا تھا۔

لیکن اس زمانہ میں آپ کے رسالہ کو جنگ افغانستان میں شریک ہونے کا حکم
مل چکا تھا، اس لئے آپ نے احباب کے اصرار کے باوجود سپاہیانہ آن بان اور شریفانہ
شان سے کام لیا، اور دوسرے رفقاء کے ساتھ عازم میدان جنگ ہوئے۔ اس
موقعہ پر اپنے رسالہ کے تیسرے دستہ پر کمانڈار مقرر ہوئے تھے، اور آپ کی فوج سے
جیکب آباد ریلوے کی حفاظت، اور ان اطراف کے سن چالوں کی سرکوبی کا کام
لیا گیا تھا۔ واپسی کے بعد حسب ایماء سالار جنگ اول، حیدرآباد آنے کی تیاری کی۔ موقعہ کے
مناسب حال افسران کنٹینجنٹ کی جانب سے ایک نقرئی پیالہ تحفۃً دیا گیا تھا۔

۲ محرم ۱۲۹۷ھ کو داخل حیدرآباد ہو کر اگلے روز سر سالار جنگ کی خدمت میں نزال بعد
نواب شمس الامراء امیر کبیر کی جناب میں پیش ہوئے۔ حضرت غفران مکاں کے حضور میں بعد
عشرہ شریف نذر پیش کرنے کی عزت حاصل کی، اور اس کے بعد صاحب عالیشان سے
ملاقی ہوئے۔ اسی ہفتہ کے اندر آپ نے حسب ہدایت کپتان کلارک حاضر ہونا شروع
کیا۔ جب کبھی حضرت باہر تشریف لے جاتے، آپ بھی ہمراہ رکاب سعادت ہوتے۔
اگلے سال نواب سالار جنگ اول نے حضرت کی سواری کا انداز درست کرنے کی
غرض سے حویلی قدیم میں ایک تربیت گاہ قایم فرمائی۔ اس کا اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔
اس تربیت گاہ میں نواب ظفر جنگ مرحوم، نواب منیر الملک مرحوم، اور نواب جہاندار علیخاں بھی

شریک کئے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ تفنگ اندازی اور نیزہ بازی کی اجازت بھی ہوئی۔ اس فرض کو انیس سال بعد حضرت کے ولیعہد کے ساتھ آپ نے انجام دیا ہے۔

حضرت غفرانمکان کے مصاحب آپ ۱۲۹۹ھ میں مقرر ہوئے۔ اور اس حیثیت سے اوائل ۱۳۰۱ھ میں حضرت کے سفر کلکتہ میں رکاب سعادت کے ہمراہ رہے۔ حضرت کے دربار تخت نشینی کی تقریب میں اسی سال خانی و بہادری کے خطاب اور دوسرے اعزاز کے ساتھ سرافراز ہوئے۔

حیدرآباد آنے کے بعد مرزا محمد علیخاں بہادر کے مشاغل فوجی میں خلل واقع ہوگیا تھا۔ یہ جمادی الاول سال مذکور کی بات ہے کہ افسر جنگ کا خطاب اور گولکنڈہ لانسرس کا جائزہ عطا ہوا۔ اس رسالہ کے جوانوں کی تعداد اُس زمانہ میں زیادہ نہ تھی، مگر تھوڑی سی مدت میں سواروں کی تعداد تین سو تک پہنچا کر انہیں باقاعدہ فوج کے موافق بنادیا۔ مدار المہام وقت نواب عماد السلطنۃ مرحوم نے ایک پلٹن اور ایک توپخانہ کا اضافہ فرماکر پورا برگیڈ بنانے کی اجازت بارگاہ خسروی سے حاصل کی، اور سررشتہ گوشہ بند پیادہ سے اول و دوم پلٹن کو گولکنڈہ لانسرس کے ساتھ شریک فرمادیا۔ اس موقعہ پر نواب افسر جنگ بہادر نے سپاہیوں کی ہر قسم کی حالت درست کرنے کی جانب توجہ کی، اور تقریباً آٹھ مہینے کی محنت میں پورے برگیڈ کو فوجی ساز و سامان سے آراستہ کردیا۔ معززین ملک میں سے نواب منیر الملک مرحوم نے کپتان، اور نواب عماد السلطنۃ مرحوم نے میجر کے اعزازی عہدہ (رینک) قبول فرمائے، اور حضرت غفرانمکان نے اس فوجی جمعیت کی کرنلی قبول فرماکر اس کی تاریخ میں مفید اضافہ فرمادیا۔ رفتہ رفتہ جمعیت نظام محبوب، اور پرنس باڈی گارڈ آپ کے تفویض ہوئے۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد تمام فوج باقاعدہ کے کمانڈر مقرر ہوئے چیف کمانڈری کا اعزاز حضور پرنور کا عطا کردہ ہے۔

محرم ۱۳۰۳ھ میں نواب افسر الملک بہادر نے اپنی فوج سے نواب سلطان نواز جنگ جمعدار عرب کے سپاہیوں کو مغلوب فرمایا۔ اسی سال امیر عبدالرحمن خاں کی سیاحت ہند

موقعہ پر دوسرے عمائدین حیدرآباد کے ساتھ دربار راولپنڈی میں شرکت فرمائی، اور وہاں سے فوجی استحکامات ملاحظہ فرمانے کی غرض سے درۂ خیبر تشریف لے گئے۔

سنہ ۱۳۰۴ھ (م سنہ ۱۸۸۶ء) میں افغانستان جانے کی غرض سے برطانوی مشن کے ارکان میں آپ بھی نامزد ہوئے تھے، لیکن یکایک کوہ سیاہ کی مہم روانہ کئے جانے کے باعث مشن کی روانگی ملتوی ہوگئی۔ آپ شملہ پہنچ چکے تھے، اس لئے ایڈیکانگ کی حیثیت سے جنرل مک وین کے اسٹاف کے ہمراہ روانہ ہوئے، اور بعد ختم کار تقریباً ایک مہینہ میں وطن واپس ہوئے۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں میجری کا کمیشن آپ کو پیشگاہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ سے عطا ہوا تھا۔

سنہ ۱۸۹۱ء (م سنہ ۱۳۰۸ھ) میں سرحدی حفاظت کا مسئلہ گورنمنٹ ہند کے پیش نظر ہوا اور حضرت غفرانمکان نے بہ نظر پیش بینی اپنی جانب سے ساٹھ لاکھ کی رقم عطا فرمانے کا اعلان فرمایا تو گورنمنٹ کی جانب سے رقم مذکورہ کو فوجی جمعیت کی شکل میں تبدیل کرنے کی تحریک ہوئی۔ حضرت نے اپنی اُس وقت کی فوج میں سے دو رسالے امپیریل سروس ٹروپس کے نام سے موسوم فرماکر اُن کی اِستادی کا کام میجر نواب افسر جنگ بہادر کے تفویض فرمایا۔ فوج باقاعدہ نواب صاحب کی توجہ سے پہلے سے تیار ہوچکی تھی، لہذا اس موقعہ پر صرف نام کا تغیر عمل میں آیا۔ لیکن آپ اُس وقت سے اب تک اُس کی ترقی میں کوشاں ہیں۔ اِس حفاظتی فوج نے مختلف رزمگاہوں میں جو کار نمایاں کئے ہیں، فوجی تاریخ میں امید کہ آپ کے نام کے ساتھ ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۲ھ (م ۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء) کو نواب افسر جنگ بہادر نے عساکر آصفی کے افسروں اور سپاہیوں کے بچوں کی تعلیم کی غرض سے بمقام ملک پیٹھ مدرسۂ آصفیہ قائم فرمایا، جو ہنوز میجر ممتاز یار الدولہ بہادر کے زیر اہتمام قابل اطمینان طریقہ پر جاری ہے، سال مذکور میں آپ کو افسر الدولہ کا خطاب سرفراز ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے سرکاری مہمان کی حیثیت سے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی میں بمقام لندن شرکت فرمائی تھی،

جہاں آپ کو سی، آئی۔ ای کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی تھی۔ آپ کے اس زمانہ کے واقعات میں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ سے حضرت غفران مکاں کے جانشین کو حویلی قدیم میں نشانہ اندازی کی، اور ۴ رمضان ۱۳۱۷ھ سے گلبرگہ شریف میں نیزہ بازی کی مشق کرانی شروع کی۔

جنگ چین میں شرکت کرنے کی غرض سے آپ اگست ۱۹۰۰ء میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر آپ کی ڈیوٹی جنرل کمن کے اسٹاف میں تھی۔ اس مہم سے اوائل سال ۱۹۰۱ء میں آپ با فتح و فیروزی واپس ہوئے تو بغرض شرکت دربار تاجپوشی ملک معظم اڈورڈ ہفتم آپ کو لندن کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے واپس آنے پر بہ تقریب دربار عید اضحیٰ افسر الملک کا خطاب آپ کو پیشگاہ حضرت غفران مکاں سے عطا ہوا تھا۔ دربار تاجپوشی دہلی میں بھی آپ نے مہمان شاہی کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ کے سی آئی ای کا خطاب اور بیستم دکن ہارس کی لفٹنٹ کرنلی کا اعزاز آپ کو ۱۹۰۸ء میں عطا ہوا تھا۔ ایم وی او کے خطاب سے آپ اس سے قبل مفتخر ہو چکے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ کی اعزازی مصاحبت آپ کو ۱۹۱۱ء میں حاصل ہوئی تھی۔ جنگ عظیم میں مصر و فرانس جاکر آپ نے اپنی فوج کے ساتھ شرکت فرمائی تو سرجان فرنچ کے اعزازی مصاحب ہونے کی عزت بھی حاصل ہوگئی۔ میدان جنگ سے واپس ہوئے تو ۱۹۱۷ء میں چیف کمانڈر کا منصب جلیلہ آپ کو بارگاہ حضور پرنور سے مرحمت ہوا۔

کرنل نواب سر افسر الملک بہادر کی دوسری سیاحتوں کے منجملہ حجاز و عراق کے سفر بھی ہیں۔ زیارت عتبات عالیات کی غرض سے آپ ۱۳۲۵ھ میں عراق اور حج و زیارت کی غرض سے ۱۳۳۱ھ میں حجاز تشریف لے گئے تھے۔ لیکن چونکہ مدینہ طیبہ میں زیادہ قیام کا موقعہ نہ ملا تھا، اس لئے ایک بار اور اس شہر پاک کی زیارت کی غرض سے ۱۳۴۱ھ میں تشریف لے گئے۔

میجر نواب عثمان یار الدولہ بہادر کمانڈر افواج باقاعدہ، نواب حامد یار جنگ بہادر صدر ناظم جنگلات، اور میجر خسرو جنگ بہادر آپ کے موجودہ فرزند ہیں۔

معتمدین

(۱)

احمد نواز جنگ بہادر

"احمد نواز جنگ بہادر" (نواب .... سید احمد اللہ) آپ کی پیدائش ماہ اردی بہشت ۱۲۷۶ف میں واقع ہوئی۔ دستور قدیم کے موافق تعلیم گھر پر شروع ہوئی، مگر اس کا خاتمہ گھر پر نہیں ہوا۔ جب آپ نے اُس وقت کے مکتبی درسیات سے فراغت پائی تو مدرسۂ عالیہ میں داخل ہوئے، جہاں انگریزی تعلیم حاصل فرمائی۔ اس کے بعد ہی سول سروس کلاس میں شریک ہوگئے، اور وہاں اپنی قابلیت اور معاملہ فہمی کے جوہر خوب خوب دکھائے۔ سول سروس کلاس کے تمام ہمدرس طلبہ، اور اساتذہ ہمیشہ آپ سے خوش رہتے تھے۔ امتحان میں کامیاب ہوجانے پر آپ سولین کی حیثیت سے سرکار عالی کی سلک ملازمت میں ۱۶ر خورداد ۱۲۹۶ف کو داخل ہوئے، اور ضلع محبوب نگر میں متعین فرمائے گئے۔ یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ ابتدائے کار میں مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم جیسے پختہ کار و جفاکش صاحب ضلع کی ماتحتی کا موقعہ مل گیا، اور اس اتفاق نے آپ کی باقی عاملانہ زندگی پر ایسا اچھا اثر ڈالا کہ آپ ہمیشہ کے لئے سرکار عالی کے مستعد اور کامیاب افسر شمار کئے گئے۔

سوم و دوم تعلقدار کی حیثیت سے مسٹر احمد اللہ مختلف حصص ملک میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضور پُرنور کے عہد معدلت میں آپ کو ضلع اورنگ آباد کی

اول تعلقداری عطا فرمائی گئی، اور چھ مہینے کے اندر ہی مستقل اول تعلقدار کی حیثیت سے آپ کا تبادلہ ضلع عادل آباد کو ہو گیا۔ اس ضلع کے آباد کرنے میں آپ نے بھی اپنے پیش روکی طرح سعی بلیغ سے کام لیا۔ اس کے بعد جب وقت آیا تو بارگاہ خسروی سے صوبہ داری کا عہدہٴ جلیلہ آپ کو عطا فرمایا گیا، اور اس حیثیت سے آپ ورنگل و اورنگ آباد میں کار فرما رہے۔ آپ کے دیرینہ تجربہ سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے آپ کو معتمدی ترقیات عامہ پر ترقی ملی، اور سر سید علی امام کے حکم سے آپ بلدہ طلب فرمائے گئے۔

مستقر حکومت میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے، جنھیں آپ کے ان فرائض کا علم ہو، جو آپ نے من حیث تعلقدار و صوبہ دار مفصلات میں انجام دئے، اور اپنی رحم دلی و خدا ترسی سے خلق اللہ کی راحت کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ مالک کی وفاکیشی اور مملوک کی خیر طلبی ہمیشہ آپ کا شعار زندگی رہا، اور جہاں کہیں رہے، رعایا آپ سے ہر جگہ خوش رہی۔ بارگاہ خسروی سے آپ کے انہیں خدمات شایستہ کے باعث سنہ ۱۳۴۱ھ میں آپ کو احمد نواز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

(۳)

"اختر یار جنگ بہادر" (نواب .... لطیف احمد مینائی) خلف حضرت امیر مینائی سنہ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے سایہٴ عاطفت میں بمقام رام پور تعلیم و تربیت پائی، اور انہیں کے فیض صحبت سے علمی و عملی استعداد حاصل فرمائی۔ شعر گوئی کا شوق اوائل عمر سے آپ کو رہے؛ چنانچہ اپنے والد ماجد کی ہمت افزائی سے عہد طفلی میں مشاعروں کے اندر غزلیں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن خود آپ کی توجہ اس فن لطیف کی جانب سنہ ۱۸۹۰ء میں مبذول ہوئی، اور اختر تخلص سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا۔ رسالہ دامن گلچین بھی اسی زمانہ میں آپ نے اپنے اہتمام سے از سر نو جاری

فرمایا تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کے کلام کی شوخی و برجستگی اور معاملہ بندی نے اربابِ ذوق کے دلوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ اپنے معاصرین کی صفِ اول میں داخل ہو گئے۔ ترتیبِ کلام کے لحاظ سے ہمارے نزدیک آپ کا درجہ بڑا ہے۔ آپ حضرت اختر کی غزل اٹھا کر دیکھیں گے تو یکے بعد دیگرے ہر شعر میں زورِ کلام نظر آئے گا۔

منشی امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سنہ ۱۹۰۰ء میں حیدرآباد تشریف لائے تو اختر و جلیل کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ یہاں کے صاحبانِ ذوق نے آپ کو آنکھوں پر جگہ دی، اور اس سرزمین کے کہن سال شعراء نے آپ کی صحبت سے اکتسابِ فیض کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اہلِ کمال کی قدر افزائی کے لحاظ سے امراء کی ڈیوڑھیاں سونی ہو چکی تھیں۔ تاہم خدا ایک ایوانِ پیشکاری باقی تھا، حضرت اختر کو بھی وہیں جگہ مل گئی۔

سرکارِ آصفیہ کی سلکِ ملازمت میں مددگار معتمد عدالت و کوتوالی کی حیثیت سے آپ ۲۸ مہر سنہ ۱۳۱۹ف کو داخل ہوئے، اور درجہ کی ترقیاں پا کر اول مددگاری کی خدمت تک پہنچے۔ وہاں سے سررشتۂ امورِ مذہبی کی نظامت پر منتقل ہوئے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب صدر الصدور کی خدمت میں آپ ہی بحیثیتِ معتمد گزارشات پیش فرماتے ہیں۔

اختر یار جنگ کا خطاب سنہ ۱۳۴۲ھ میں بارگاہِ خسروی سے عطا ہوا تھا۔

(۳)

اکبر یار جنگ بہادر

اکبر یار جنگ بہادر (نواب ...... محمد غلام اکبر خاں) خلف احمد شیر خاں صاحب۔ آپ کا تعلق آفریدیوں کے مشہور قبیلہ ملا خیل کی شاخ زرغون خیل سے ہے۔ آپ کے بزرگ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں درۂ خیبر سے آ کر نواب محمد خاں غضنفر جنگ فرخ آبادی کے خلفِ اکبر قائم جنگ کے آباد کئے ہوئے قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد میں آباد ہوئے تھے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اسی عہد میں ہمارے مورثِ اعلیٰ حضرت سید احمد کبیر المعروف

بہ سید کبیر ترمذ سے وارد ہند ہو کر ضلع فرخ آباد میں سکونت پذیر ہوئے تھے، اور کبیر پور ضلع فرخ آباد حضرت ہی کے نام نامی پر آباد کیا گیا تھا۔ ضلع مذکور کے دوسرے قصبات میں حضرت کے اخلاف اور متعدد اضلاع میں آثار خیر پائے جاتے ہیں۔ اب ہم قصبہ پھپوند ضلع اٹاوہ کے متوطن چند پشت سے ہیں۔

خود آپ کی پیدائش ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ میں قصبہ گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں ہوئی، جہاں آپ کے پدر بزرگوار انسپکٹر پولیس تھے۔ آپ کی تعلیم کا وقت آیا تو اس فرض کو آپ کے والد ماجد اور دوسرے معلمین نے وطن ہی میں انجام دیا۔ لیکن عربی و فارسی درس کی تکمیل ۱۳۰۳ف میں اورنگ آباد تشریف لاکر فرمائی، اور وہیں بقدر ضرورت انگریزی ادبیات کی تحصیل کی۔ یہ امر قابل اظہار ہے کہ توفیق الٰہی شامل حال ہوئی، اور آپ نے استاد سے زیادہ اپنے مطالعہ پر اعتماد فرمایا۔ اسی عرصہ میں قانون کی کتابیں بھی مطالعہ فرماتے رہے اور ۱۳۰۴ف میں درجۂ سوم کا امتحان پاس کر کے اورنگ آباد میں وکالت شروع کر دی۔ شہریور ۱۳۰۶ف میں اسی غرض سے بلدہ تشریف لائے، اور امتحان وکالت درجۂ دوم میں کامیابی حاصل فرمائی۔ وکالت درجۂ اول کی سند آپ کو آذر ۱۳۱۵ف میں ملی، اور بلا جواز تاخیر آپ نے اپنے کام کو مجلس عالیہ عدالت تک وسعت دی۔ اس موقعہ پر آپ نے اس محنت اور نیک نفسی سے کام کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا شمار ہائیکورٹ کے سر بر آوردہ وکلاء میں ہونے لگا۔

حیدر آباد میں یہ کامیابی اسقدر بڑی کہی جا سکتی ہے کہ اس سے زیادہ کی توقع کسی وکیل کو بمشکل ہو سکتی ہے۔ لیکن ابھی عز و وقار کی کئی منزلیں آپ کے لئے باقی ہیں، وہ بھی خدا اسے آسان کر دیں۔

اپنے پیشہ کی ضرورتوں کو نظر انداز کئے بغیر، اس دوران میں آپ تھوڑا اسا وقت ہمیشہ علمی و ادبی مطالعہ کی غرض سے ضرور نکالتے رہتے تھے، اور کبھی آپ کو اپنی جماعت کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کی خاطر بھی وقت دینا پڑتا تھا۔ آپ نے اپنے ہم پیشہ

وکلاء کے دلوں کو مسخر فرما لیا تھا، اور آپ کی ذات سے اُن کی مجلس کی رونق ہمیشہ دوبالا ہوتی رہتی تھی۔ اسی وجہ سے وکلاء کی موقر جماعت نے تین بار آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر مجلس وضع قوانین میں بھیجا تھا۔ سنہ ۱۳۱۲ف میں آپ نے دکن لا رپورٹ کے نام سے ایک قانونی ماہواری رسالہ جاری فرمایا تھا، جو آپ کے زمانۂ ادارت میں نہایت کامیاب رہا۔ چند سال تک آپ نے بلدیۂ حیدرآباد میں صدر نشین کی نیابت کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔

مولوی غلام اکبر خاں صاحب کی وکالت کی ترقی اور اس پیشہ میں آپ کی کامیابی کا حال سمع ہمایونی تک پہنچا تو بارگاہ خسروی سے آپ کو خورداد ۱۳۲۲ف میں حیدرآباد ہائیکورٹ کی رکنیت پر سرافراز فرمایا گیا، اور دوران رکنیت میں متعدد وقیع کمیشنوں میں شرکت کی عزت بھی بخشی گئی۔ معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے عہدۂ جلیلہ پر آپ کا تبادلہ بہمن ۱۳۳۲ف میں ہوا، جبکہ رکنیت عدالت العالیہ کے فرائض کو پانچ سال آپ نہایت نیک نامی و تن دہی سے انجام دے چکے تھے۔ اس عرصہ میں جو موقعہ آپ کو مل سکا ہے، آپ نے ہر طرح اپنے آپ کو اس منصب کا اہل و مستحق ثابت کر دکھایا ہے۔

ہم کسی جگہ بیان کر آئے ہیں کہ مولوی صاحب کو علمی و ادبی دلچسپیاں ہمیشہ رہی ہیں، اور اب یہ بیان کر دینا ہمارے لئے ضروری ہے کہ آپ نے ملک کے مختلف ہفتہ وار و ماہوار اخباروں اور رسالوں کو اپنے رشحات قلم سے عرصہ تک سیراب فرمایا ہے، اور افسر، دلگداز، وفادار، اور انتخاب لاجواب میں آپ کے مضامین ایک مدت تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ قانون و مذہب سے آپ کو ہمیشہ دلبستگی رہی ہے اور سچ یہ ہے کہ اسی مذہبی چھان بین کی بدولت آپ کے قلب کے اندر ایک بڑا مذہبی انقلاب پیدا ہو گیا، اور آپ نے اپنے لئے ایک راستہ ڈھونڈ نکالا ہے۔

بتقریب عقد خوانی حضور پرنور مولوی غلام اکبر خاں صاحب کو اکبر یار جنگ کا خطاب

غرہ شوال ۱۳۱۴ھ کو عطا ہوا تھا۔

نواب صاحب کے فرزند اکبر کا نام غلام احمد خاں ہے۔

(۴)

راے بیجناتھ صاحب

"بیجناتھ صاحب" (راے ....) خلف بابو چھدامی لعل صاحب۔ آپ کی ولادت ۲۱ دسمبر [illegible]ع کو بمقام بجنور، واقع صوبۂ متحدہ ہوئی، جو آپ کا وطن ہے۔ پانچویں سال بمقام جگادھری ضلع انبالہ، ایک پنڈت جی کے پاٹ شالہ میں شریک ہوئے، اور وہاں میں ابتدائی حساب اور ہندی کی تعلیم ختم کرلی۔ ساتویں برس بجنور کے تحصیلی مدرسہ میں داخل ہوئے، اور حساب و اردو زبان میں نمایاں ترقی کی۔ نویں سال بجنور کے انگریزی مدرسہ میں شریک ہوکر پانچ جماعتوں کی تعلیم ختم کی۔ گیارہ سال کے سن میں بریلی ہائی اسکول میں شرکت کرکے مارچ ۱۸۸۵ع میں امتحان مڈل میں، اور مارچ ۱۸۸۸ع میں امتحان انٹرنس میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل کی، اور سرکاری وظیفہ پایا۔ الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان انٹرمیڈیٹ سے ۱۸۹۰ع میں اور امتحان بی اے سے ۱۸۹۲ع میں فراغت حاصل کرکے بریلی کالج میں تعلیم ختم کی۔ پرنسپل سڈن ونسنٹ اور پروفیسر اقبال کرشن شارگی آپ کی جانب خاص توجہ فرماتے تھے، اور انھیں کی توجہ سے انگریزی ادبیات اور فلسفہ کیطرف خاص دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جولائی ۱۸۹۳ع میں میور سنٹرل کالج الہ آباد میں شرکت کی، اور ستمبر ۱۸۹۴ع میں ایل ایل بی، اور اپریل ۱۸۹۵ع میں ایم اے (ادبیات انگریزی) کے امتحانات میں کامیابی حاصل فرمائی۔

الہ آباد ہائیکورٹ میں بحیثیت وکیل ۲۷ جولائی ۱۸۹۵ع کو داخل ہوئے، اور اسی سال اکتوبر میں مرادآباد کی عدالتہائے ضلع میں وکالت کا کام شروع کیا۔ ابھی تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ جنوری ۱۸۹۶ع میں آپ کو دفتر مجلس وضع آئین و قوانین و مشیر قانونی میں ملازمت مل گئی، اور سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہوکر آپ اس وقت سے

اب تک اسی ایک سررشتہ میں اپنے فرائض انجام دیتے اور ترقیاں پاتے رہے ہیں۔ زمانۂ ملازمت میں ایک بار اول مددگار معتمد عدالت و کوتوالی، اور دوبارہ دوم مددگار معتمد فینانس کے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ دیوان بہادر کرشنا چاری وظیفۂ حسن خدمت پر اپنے منصب سے سبکدوش ہوئے، تو یکم اپریل سنہ ۱۹۲۴ء کو بارگاہ خسروی سے معتمد مجلس وضع آئین و قوانین کے عہدۂ جلیلہ پر رائے صاحب سرافراز فرمائے گئے۔

مسٹر بیجناتھ کے دوران ملازمت میں حیدرآباد کے مشہور مقنن، مثل رائے حکیم چند آنجہانی، نواب ہرمز جنگ آنجہانی، نواب عماد جنگ اول مرحوم، مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم، نواب سربلند جنگ بہادر، نواب نظامت جنگ بہادر، اور دیوان بہادر کرشنا چاری صاحب نے آپ کی اعلیٰ قانونی قابلیت، انکسار، اور ذہانت کی ہمیشہ تعریف فرمائی ہے۔

۵ امرداد سنہ ۱۳۱۵ف کو نواب عماد جنگ بہادر اول مرحوم نے سررشتہ مجلس وضع آئین و قوانین کی خدمت کے علاوہ آپ کے سپرد لا کلاس کی لکچراری کا کام بھی کر دیا تھا جس کو آپ ایک مدت تک انجام دیتے رہے۔ اس لحاظ سے آپ کے قانونی شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ اُن میں اکثر یا تو اعلیٰ خدمات پر ممتاز ہیں، یا ملک کے سربرآوردہ وکلاء میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔

رائے بیجناتھ صاحب نے ذوق قانونی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مذاق ابتدا ہی سے پایا تھا۔ اس لحاظ سے شرح مجموعہ کنا بطۂ فوجداری ارقام فرمائی، جو عہدہ داران فوجداری و کوتوالی کے لئے سرکار عالی میں خرید کی گئی۔ اس کے بعد آپکی قانونی تالیفات میں دھرم شاستر اور شرح مجموعۂ تعزیرات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور ان میں سے ہر ایک تصنیف پر آپ نے باب حکومت سے ہزار ہزار روپیہ صلہ حاصل فرمایا۔ آپ کی دوسری قانونی تالیفات سے (۱) اصول قانون (۲) قانون ثالث (۳) قانون دادرسی خاص (۴) قانون شہادت (۵) قانون معاہدہ (۶) مجموعۂ تعزیرات۔

(۷) میعاد و سماعت اور (۸) اصول و ہرم شاستر خاص، اور طلبہ کے لیئے مخصوص ہیں۔
مسٹر بھیناتھ کو وید اور ویدانت سے قدرتی طور پر دلچسپی ہے، اور اس باب میں گیتا کی شرح پر اپنا زور قلم صرف فرمایا ہے۔ سر رابندر ناتھ ٹگور کی کتاب گیتا نجلی کا ترجمہ آپ نے شستہ اردو میں کیا ہے، اور آپ کی یہی ایک کتاب ایسی ہے جس کے مطالعہ سے راقم الحروف بھی لطف اندوز ہوا ہے۔

(۵)

ذوالقدر جنگ بہادر

"ذوالقدر جنگ بہادر" (نواب ...... مرزا ذوالقدر بیگ) خلف نواب سرور الملک بہادر، سابق پیشی سکرٹری حضرت غفران مکان ۲۴ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ (م ۱۲ اپریل ۱۸۷۵ء) روز چہارشنبہ کو بلدہ حیدرآباد میں ولادت واقع ہوئی۔ تعلیم کی ابتدا تو مدرسۂ اعزہ میں ہوئی تھی، لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی سینٹ جارجز گرامر اسکول میں داخل کیئے گئے، جہاں سے ۱۸۹۳ء میں مدراس یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں کامیابی حاصل فرمائی۔
اس کے بعد حضرت غفران مکان نے مرزا ذوالقدر بیگ کی انگلستانی تعلیم کی جانب بطور خاص توجہات شاہانہ کو کام فرمایا، اور بیش قرار تعلیمی وظیفہ عطا فرما کر ۱۸۹۴ء میں اس وعدہ کے ساتھ انگلستان روانہ فرمایا، کہ بعد واپسی مساوی المواجب منصب پر آپ کا تقرر کیا جائیگا۔ یہ بات خاص طور پر قابل یادگار ہے کہ معاہدہ مذکور پر منجانب شاہ وقت، نواب سر وقار الامرا مرحوم مدار المہام نے بہ نفس نفیس دستخط ثبت فرمائے تھے۔
انگلستان پہنچ کر مرزا ذوالقدر کرائسٹ کالج کیمبرج میں داخل ہوئے، اور ۱۸۹۷ء میں بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے قانونی تعلیم کو فراموش نہیں فرمایا، اور مڈل ٹمپل لندن میں شرکت فرما کر ۱۸۹۹ء میں بیرسٹری کے امتحان سے فراغت حاصل فرمائی۔
اسی عرصہ میں آپ بہ تقریب سالگرہ مبارک پیشگاہ حضرت غفران مکان سے، جمادی الاول ۱۳۱۶ھ کو

خطاب خانی و بہادری اور ذوالقدر جنگ سے سرافراز ہوئے۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں نواب ذوالقدر جنگ بہادر حیدرآباد واپس تشریف لائے تو حسبِ معاہدہ آپ نے اردی بہشت سنہ ۱۳۰۹ف میں نظامت سوم عدالت فوجداری بلدہ کا جائزہ حاصل فرمایا۔ اس خدمت سے سلسلہ بسلسلہ ترقی پاکر سنہ ۱۹۰۵ء میں ناظم اول فوجداری بلدہ مقرر ہوئے۔ رکنیت عدالت العالیہ کے عہدۂ جلیلہ پر آپ نے سنہ ۱۹۰۷ء میں ترقی پائی، اور اس منصب کے فرائض آخر سنہ ۱۹۱۵ء تک انجام دیتے رہے۔ سال مذکور میں وظیفہ پر سبکدوش ہوکر لکھنؤ میں اقامت اختیار فرمائی۔

لکھنؤ کی اعلیٰ سوسائٹی میں ذوالقدر جنگ بہادر نے بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل فرمائی؛ یہاں تک کہ سنہ ۱۹۱۷ء میں جب اردو کانفرنس کا اجلاس زیرِ صدارت نواب سید نصیر حسین خاں خیال، لکھنؤ میں منعقد ہوا، تو آپ کو اس کی استقبال کمیٹی نے اپنا صدر مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ کی تحریک خلافت کو آپ کی سرپرستی کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے نہ صرف اس میں ضروری حصہ لیا، بلکہ سنہ ۱۹۱۹ء میں ستاگرہ پر ایسی دل پذیر تقریر فرمائی کہ یہ بات لوگوں کے دل میں اثر کر گئی۔ اگرچہ آپ قومی و ملکی تحریکات میں عملی حصہ لیتے رہتے تھے، لیکن ان مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ نے ادبی دلچسپیوں کو فراموش نہیں فرمایا، اور اسپین کی ایک مبسوط تاریخ لکھ کر اہلِ وطن کی خدمت میں پیش فرما دی۔ مسئلہ خلافت پر آپ کے سنجیدہ مضامین محفل زمانہ میں نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، اور یہی حال آپ کے اُس سلسلۂ مضامین کا تھا، جنہیں آپ نے سر سالار جنگ اعظم پر رسالہ صبح امید لکھنؤ کے لئے قلمبند فرمایا تھا۔

جون سنہ ۱۹۲۱ء میں حضور پُرنور کو اپنے قدیم متوسل کی یاد آئی، اور بتوجہاتِ شاہانہ و مکارم ملوکانہ حیدرآباد طلب پایا اور معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی کرسی عطا فرما کر نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی عزت افزائی فرمائی۔ اس خدمت کے

فرائض آپ نے ایسی محنت اور اس لفعت شعاری وعالی وقاری کے ساتھ انجام دیئے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حاکم و محکوم دونوں کے درمیان اسی طرح ہر دل عزیز ہو گئے جیسے چند سال قبل تھے۔ اس کے بعد چند سال بحکم خاص مجلس عدالت میں رکنیت کے معزز منصب پر ایک بار اور کار فرما رہے اور اب معتدی فوج کے عہدہ جلیلہ پر حسب ارشاد خسروی ممتاز ہیں۔

عشرۂ محرم ۱۳۴۳ھ میں بمقام گلبرگہ شریف اہل اسلام و اہل اصنام میں ان بن ہو گئی تو حضور پرنور نے بطور خاص نواب ذوالقدر جنگ بہادر کو کمیشن تصفیہ کی صدر آرائی کی عزت عطا فرمائی تھی، اور حقیقت حال یہ ہے کہ نواب صاحب نے بھی اس موقعہ پر بڑے تدبیر سے کام لیا تھا۔

نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی شادی نواب جہاندار نواز جنگ مرحوم کی دختر سے ہوئی، جن کے بطن سے سات اولادیں ہیں۔ آپ کے واحد فرزند مرزا مغل جہاندار بیگ عرف صادق مرزا نے کرائسٹ کالج کیمبرج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے سوا بیرسٹری میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے، اور اب بر سرکار اور صاحب اولاد ہیں۔

(۹)

صمد یار جنگ بہادر

صمد یار جنگ بہادر (نواب .... عبدالصمد خاں) ہمیں آپ کی ابتدائی زندگی کی کوئی اطلاع نہیں ہے، البتہ آپ کی زندگی کے وہ روایات ہم تک آئے ہیں، جو علیگڈھ کالج میں گزری تھی۔ کالج مذکور میں اساتذہ وطلبہ کے درمیان اپنی زندگی طالبعلمانہ شان سے گزار کر آپ نے بی اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی سے کامیابی حاصل فرمائی۔ کم و بیش اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ علیا حضرت سرکار عالیہ بھوپال کو اپنی ریاست کے لئے چند انگریزی داں جوانوں کی ضرورت پیش آئی، اور امیدواران ملازمت میں سے جن فارغ التحصیل لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا، ان میں سے مسٹر عبدالصمد خاں

اور مسٹر ظفر عمر بھی تھے۔

سرکار بھوپال کی سلک ملازمت میں داخل ہو کر مسٹر عبدالصمد نے غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ کام کیا، اور بھوپال کی سوسائٹی کو اپنی پاکیزہ سیرت سے تھوڑے عرصہ میں مسخر فرمالیا۔ اواخر ۱۹۰۱ء میں جب ہم علیگڈھ کے فرائض پر بھوپال پہنچے تو سب سے زیادہ ہمیں اپنے میزبان مولوی سید نصیر الدین مرحوم معین المہام وقت کے سوا جن دو صاحبوں سے مدد ملی تھی، وہ مولوی سید فضل رب خاں بہادر، اور مسٹر عبدالصمد خاں تھے۔ آپ اس زمانہ میں معتمد فوج، اور مالک و ملوک دونوں کے نزدیک ممدوح تھے۔

سرکار عالیہ اپنے اس محنت کش وفا شعار ملازم کو سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھتیں، اور سرکار کی ان سیاحتوں میں ہند و بیرون ہند کی خصوصیت نہ تھی۔ مسٹر عبدالصمد خاں نے دوران ملازمت بھوپال میں ایک سے زیادہ مرتبہ حیدرآباد کا سفر اختیار کیا تھا، اور سرزمین دکن اپنی جانب کشش کر رہی تھی۔ بالآخر آپ کا تقرر بارگاہ خسروی سے معتمدی صیغۂ صنعت و تجارت کے لئے خورداد ۱۳۳۱ف میں منظور ہوا۔ صمد یار جنگ کا خطاب بارگاہ خسروی سے آپ کی وفاکیشی کے صلہ میں عطا ہوا تھا۔

(۷)

علی نواز جنگ بہادر
"علی نواز جنگ بہادر" (نواب .... میر احمد علی) خلف میر واعظ علی صاحب مرحوم۔ بتاریخ ۱۱ر تیر ۱۲۸۶ف آپ کی ولادت بلدہ میں واقع ہوئی، اور یہیں آپ نے تعلیم کی ابتدا اسینٹ جارجز گرامر اسکول میں فرمائی؛ جہاں امتحان ریاضی میں اول آنے پر تمغہ حاصل فرمائے۔ نواب عماد الملک مرحوم کا تمغا تمام ممالک محروسہ میں اول آنے پر پایا اور نواب اکبر جنگ مرحوم کا تمغا خود اپنے مدرسہ میں اول رہنے پر۔ زاں بعد آپ نے مدرسہ عالیہ پہنچ کر نظام کالج تک ترقی کی۔ آخر الذکر درسگاہ میں انٹرمیڈیٹ کامیاب کر

بی۔ اے کی جماعت میں پہنچ چکے تھے، مگر شوق مطالعہ کے باعث آپ کو انگلستان جانے کی غرض سے سرکاری وظیفہ حاصل ہو گیا، اور آپ عازم سفر ہوئے۔ انگلستان پہنچ کر آپ نے وہاں کی فن تعمیر کی مشہور درسگاہ کوپرس ہل کالج میں شرکت فرما کر بحیثیت طالب العلم خاص ناموری حاصل کی۔ جب امتحان کی نوبت آئی تو ہمارے اس طالب علم کا نام اس کالج کے تمام امیدواران امتحان کے اوپر تھا۔ اس موقعہ پر آپ کو کئی اعزاز حاصل ہوئے، اور ایف سی ایچ کی ڈگری مل چکی تو آپ حیدرآباد واپس تشریف لائے۔ یہاں آپ کو حسب قرارداد سابقہ سرکار عالی کی سلک ملازمت میں داخل کر لیا گیا۔

پروبیشنری اسسٹنٹ انجینئر آبپاشی کی حیثیت سے آپ کا ابتدائی تقرر محبوب نگر پر ہوا تھا، لیکن ستائیس روز کے بعد آپ مستقل اسسٹنٹ انجینئر بنا کر گلبرگہ شریف روانہ کئے گئے۔ میدک اور ورنگل میں بھی آپ تقریباً تین سال تک اسی حیثیت سے قیام پذیر رہے۔ ۱۵؍ بہمن سنہ ۱۳۱۲ف کو کار خاص پر آپ کو حیدرآباد طلب فرما لیا گیا، اور اس کے بعد سے آپ کو بلدہ ہی میں قیام کے مواقع حاصل ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے سپرنٹنڈنٹ صفائی اور مددگار صدر محاسب شاخ تنقیح تعمیرات کے فرائض بھی چند ماہ انجام دئے۔ آخر الذکر خدمت آپ نے سر جارج کیسن واکر کی تحریک سے پائی تھی جو آپ کے کام کے بڑے قدردان تھے۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنگ انجینئر شاخ عام کی خدمت پر آپ نے یکم آذر سنہ ۱۳۱۷ف کو ترقی پائی، اور تقریباً ایک سال بعد آپ کا تبادلہ اسی خدمت پر شاخ آبپاشی میں ہو گیا۔

اس زمانہ میں میر احمد علی صاحب نے سر ویسویسو آیر کے معاون کی حیثیت سے عثمان ساگر اور آبرسانی حیدرآباد کی اسکیموں کا کام بڑی عرق ریزی کے ساتھ انجام دیا، یہاں تک کہ خود صاحب موصوف کو آپ کی کاروائی کا اقرار اپنی رپورٹ میں کرنا پڑا۔ سنہ ۱۳۲۰-۲۱ف میں سپرنٹنڈنگ انجینئر کے عہدہ پر سرافراز رہے، اور ۱۴؍ شہریور سنہ ۱۳۲۱ف کو

استقلال کی عزت نصیب ہوئی۔ اسی سال ۸ ۲ ؍ آبان کو معتمدی تعمیرات کے عہدۂ جلیلہ پر بارگاہ خسروی سے ترقی پائی۔ چیف انجینیر کے فرائض کا اضافہ ۵ ؍ آبان ۱۳۲۲ف کو ہوا۔ اپنے دوران ملازمت میں جو کام میر احمد علی صاحب نے کئے ہیں، اُن میں سے عثمان ساگر وحمایت ساگر کے سوا، ویرا و پلیرو ضلع ورنگل میں، نظام ساگر ضلع نظام آباد میں، مانیر ضلع کریم نگر میں، اور پورنا ضلع پربھنی میں ہمیشہ آپ کے مساعی کو یاد دلاتے رہیں گے۔ آب پاشی کے جسقدر کام ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں، اُن میں سب سے بڑا نظام ساگر ہے؛ جس پر تین کروڑ سے زیادہ مصارف عائد ہوں گے، اور تقریباً پونے تین لاکھ ایکر رقبہ کو سیراب کر سکے گا۔ ان کاموں کے علاوہ دہلی کا قصر شاہی بھی آپ ہی کی نگرانی میں تیار ہوا ہے۔ میر صاحب کے ان فرائض پر معتمدی تعمیرات شاخ عام کا اضافہ آخر ۱۳۴۲ف سے ہوا۔ اس کے سوا صرفِ خاص مبارک میں چیف انجینیری کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔ اسی طرح ترقیات عامہ اور لوکل فنڈ آپ کے زیر اقتدار ہیں۔

میر احمد علی صاحب نے سررشتہ آبپاشی کے کام اور اُس کی نگرانی میں جس عرق ریزی کے ساتھ حصہ لیا، اور اس صیغہ میں جس قدر ترقی آپ کی وجہ سے رونما ہوئی، اُس پر مختلف ذرایع سے بارگاہ خسروی سے اظہار خوشنودی فرمایا جاتا رہا ہے۔ اُن عطیات کے سوا جو مختلف اوقات میں آپ کو مرحمت ہوئے، علی نواز جنگ کا خطاب اس امر کی شہادت ہے کہ حضور پُرنور کی نظر مبارک میں آپ کے کام کی بڑی قدر ہے۔

نواب علی نواز جنگ بہادر کا عقد ۱۹۰۶ء میں نواب محمود نواز جنگ بہادر کی صاحبزادی سے ہوا تھا؛ جو حضرت غفرانمکان کی ماموں زاد ہمشیر ہیں۔ آپ کی چار ذکور و اناث اولاد میں سے میر فرخندہ علی اور میر محمد علی آپ کے فرزند ہیں۔

(۸)

"فخر یار جنگ بہادر" (نواب ...... فخر الدین احمد خاں) خلف خان بہادر علام احمد خاں صاحب فخر یار جنگ بہادر

سابق رکن مال ریاست کشمیر، بتاریخ ۲۲ ر بہمن ۱۲۹۲ف اپنے وطن دہوگڑی ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ہوشیارپور، جالندھر، اور سیالکوٹ کے ہائی اسکولوں میں مدرسہ کی تعلیم پائی، اور علیگڈھ کالج سے بی اے میں کامیابی حاصل کی۔ علیگڈھ میں سر تھیوڈور ماریسن اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد خاص طور سے آپ پر استادانہ شفقت فرماتے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ نے فلاحت کی جانب توجہ فرمائی، اور پانچ سال اس شغل میں گزارے۔ کچھ عرصہ تک سرکار عظمت مدار کے محکمۂ سیاسیات میں کابل ایجنسی کے اندر کارگزار رہے۔ انھیں ایام میں مرحوم امیر حبیب اللہ خاں بغرض سیاحت ہندوستان تشریف لائے، تو آپ کو خصوصیت کے ساتھ سرہنری میک موہن کی معاونت کی غرض سے مقرر کیا گیا، اور بعد ختم کار، گورنمنٹ ہند نے آپ کے قابل قدر مساعی کو تعریف کے ساتھ یاد فرمایا۔ اس کے بعد ریاست پٹیالہ میں بندوبست کا کام سیکھا، اور وہاں مجسٹریٹ مقرر ہوگئے۔ بالآخر گورنمنٹ ہند کے سررشتہ فینانس میں آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خرابی صحت کے باعث آپ نے اپنے سابقہ شغل فلاحت کی جانب عود فرمایا۔

یکم فروردی ۱۳۲۲ف کو آپ کے خدمات سرکار انگریزی سے سرکار عالی کو منتقل ہوئے، جہاں بہ حیثیت مددگار صدر محاسب شاخ تنقیح تعمیرات عامہ آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اپنے فرائض کو آپ نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور سررشتۂ مذکور کی ایسی اصلاح فرمائی کہ ۸ ر دے ۱۳۲۲ف کو نائب صدر محاسب کی خدمت پر آپ کو ترقی دی گئی۔ ۱۶ ر خورداد ۱۳۲۵ف کو منصرم صدر محاسب کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۲۰ ر مہر سال مذکور کو مستقل فرمائے گئے۔ معتمد سرکار عالی صیغۂ فینانس کے عہدۂ جلیلہ پر آپ نے بتاریخ ۱ ر خورداد ۱۳۲۸ف ترقی پائی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ کے خدمات شایستہ کے اعتراف کے طور پر بارگاہِ خسروی سے آپ کی سہ سالہ مدت ملازمت سرکار عظمت مدار کو

وظیفہ میں محسوب کئے جانے کی غرض سے منظوری شرف صدور لائی، اور اب آپ مستقل طور پر دولت آصفی کی سلک ملازمت میں داخل ہیں۔

صدر محاسب مقرر ہونے کی تاریخ سے اس وقت تک مالیات سے متعلق جس قدر اصلاحات قلمرو آصفیہ میں عمل پزیر ہوئے ہیں، اُن سب میں آپ کا مفید مشورہ شریک رہا ہے۔ اسی طرح سرکار عالی کی توفیر آمدنی کے باب میں بھی آپ کی رائے کو بڑا دخل ہے۔ سرکار عالی کے پرامیسری نوٹ آپ کے عہد صدر محاسبی میں اور کرنسی نوٹ عہد معتمدی میں جاری ہوئے، اور ان کے اجرا میں آپ کے مساعی لازمی طور پر شریک ہیں۔ آپ کو مالیات کے متعدد کمیشنوں اور کمیٹیوں میں بہ تعمیل فرمان خسروی شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی، اور یہ عزت بھی آپ کے نصیب میں آئی کہ بعد ختم کام بارگاہ شاہی سے اظہار خوشنودی فرمایا گیا۔ ان تمام کمیشنوں میں آپ کی شرکت سے زیادہ دیرپا و مفید اثر سیلری کمیشن و کمیشن ٹائیم اسکیل کو ہوا، جس کے تجاویز بروئے عمل آنے پر ممالک محروسہ کے درماندہ عمال اور افسران ماتحت کی تنخواہوں میں معتدبہ اضافہ کے ساتھ امیدواران ملازمت کا معیار قابلیت بھی بلند ہو گیا۔

فخر یار جنگ کا خطاب آپ کو ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ میں عطا ہوا تھا۔

نواب فخر یار جنگ بہادر جامع عثمانیہ کے فیلو، اور جامع اسلامیہ کے رکن، اور کئی علمی و ادبی تحریکات کے دلسوز معاون ہیں۔ خود اپنے گھر میں رواجی تعلیم کے ساتھ آپ کو اسلامی تربیت کا خصوصیت کے ساتھ خیال ہے، اور آپ کے فرزندوں میں سے ہر ایک اسلامی تربیت سے آراستہ ہے۔ اُن کے نام علی الترتیب یہ ہیں:- (۱) مشتاق احمد خاں (۲) اشتیاق احمد خاں (۳) رفیق احمد خاں (۴) توفیق احمد خاں (۵) عشاق احمد خاں

(۹)

"فصیح جنگ بہادر (نواب...... فصیح الدین احمد خاں) خلف عنایت حسین خاں صاحب مرحوم،

فصیح جنگ بہادر

سابق کوتوال بلدہ۔ ۲۴ اسفندار ۱۲۷۸ف کو حیدرآباد میں تولد ہوئے، اور یہیں تعلیمی مراحل طے فرماکر اُس منزل تک پہنچے جو حیدرآباد سول سروس کے نام سے شہرت عام رکھتی ہے۔ جب اس کو بھی قطع فرمالیا تو یکم مہر ۱۲۹۸ف کو دفتر پولیٹیکل فینانس میں متعین فرمائے گئے، اور ایک سال کی اُس مدت کے سوا جب کہ آپ احاطۂ مدراس کے ضلع ارکاٹ میں کام سیکھنے کی غرض سے روانہ کئے گئے تھے، آخر آبان ۱۳۰۰ف تک دفتر مذکور میں متعین رہے۔ تیرھویں صدی فصلی کے ختم ہونے میں ابھی دو دن باقی تھے کہ آپ اُس دفتر سے دفتر معتمدی مالگزاری کو منتقل فرمائے گئے، جہاں آپ کو ترقی کے لئے زیادہ انتظار کرنا نہ پڑا، اور زائد سوم تعلقداری کی حیثیت سے ۱۱ بہمن ۱۳۰۱ف کو نظام آباد پر تقرر ہوگیا۔ زائد سوم تعلقداری اور سوم تعلقداری کی خدمت پر بیدر، میدک، اور پربھنی میں قیام فرما رہے۔ بیدر میں اُس وقت صوبہ داری قایم تھی، اس لئے صوبہ داری کے دفترہای میں سرکاری فرائض انجام دیتے تھے۔

دوم تعلقداری کی منصرمانہ خدمت آپ کو ۹ امرداد ۱۳۰۵ف کو ملی، جو آخر امرداد ۱۳۰۵ف تک قایم رہی۔ اس عرصہ میں آپ تقریباً دو ماہ تک مجلس مالگزاری میں بھی متعین رہے۔ اس کے بعد ہم آپ کو ایک بار اور سیولین کی حیثیت سے ایک سال کے لیے حیدرآباد میں پاتے ہیں۔ زاں بعد آپ بہ لحاظ ضرورت یکم شہریور ۱۳۰۸ف کو بانسواڑہ کے مستقل دوم تعلقدار بنا کر روانہ کئے گئے، اور اسی حیثیت سے نرمل میں بھی اقامت پذیر رہے۔ مددگار معتمد مالگزاری کے عہدہ پر آپ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لائے، جہاں سے یکم مہر ۱۳۱۲ف کو محبوب نگر کی اول تعلقداری پر آپ نے ترقی پائی۔ یہ سلسلہ اورنگ آباد میں بھی قایم رہا، اور بالآخر وہ مبارک وقت بھی آگیا کہ حضور پرنور کی توجہ شاہانہ کے باعث ۲۱ فروردی ۱۳۲۲ف کو آپ گلبرگہ شریف کی صوبہ داری کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ۵ آبان ۱۳۲۴ف کو جب مسٹر ویکفیلڈ نے رخصت حاصل کی تو تقریباً پانچ ماہ کے لئے آپ اُن کی جگہ صدر نظامت مال کے اہم فرائض کو منصرمانہ

انجام دیتے رہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ اس خدمت کی انجام دہی کے لئے اس موقعہ پر پہلی بار ایک دیرینہ کار ملکی کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اپنے ان فرائض سے فراغت حاصل فرمائی تو زائد معتمد مال مقرر ہوئے، اور سنہ ۱۳۲۷ف میں مستقل معتمد مال کا عہدۂ جلیلہ آپ کو عطا ہوا۔ ایک تجربہ کار حاکم مالگزاری کی حیثیت سے مولوی فصیح الدین احمد خان صاحب کی قابلیت مسلم ہے۔

بتقریب سالگرہ مبارک ۲۱ رجب سنہ ۱۳۴۰ھ کو بارگاہ خسروی سے آپ کو فصیح جنگ کا خطاب عنایت فرمایا گیا تھا۔

(۱۰)

میر کاظم علی صاحب

کاظم علی صاحب (مولوی میر......) خلف سید پیر صاحب قادری۔ ۲۶ محرم سنہ ۱۲۶۹ھ کو بمقام ساگر (صوبۂ متوسط) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر، اور مدرسہ کی تعلیم سکندرآباد و مدراس میں پائی؛ جہاں مدرسۂ اعظم سے سنہ ۱۸۶۹ء میں اول نمبر پر میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے لارڈ نیپیر کے ہاتھ سے شہزادہ ارکاٹ نواب عظیم جاہ کا عطا کردہ تمغا حاصل فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی وظیفۂ مسابقت ملنے پر پریسیڈنسی کالج میں داخل ہوئے، مگر بوجہ خرابیِ صحت حیدرآباد آنا پڑا، اور یہاں انجینئرنگ کالج میں شرکت کی۔ دوران تعلیم میں وظیفہ پاتے رہے، اور آخری امتحان میں دوسرے نمبر پر کامیاب ہو کر انعام حاصل کیا۔

مہتمم تعمیرات و صفائی رائچور کی خدمت پر ۱۴ ستمبر سنہ ۱۸۷۲ء (م ۱۷ رجب سنہ ۱۲۸۹ھ) کو ابتدائی تقرر ہوا، اور اسی حیثیت سے اورنگ آباد میں رہنے کا اتفاق پیش آیا۔ کارہائے تعمیر رائچور میں سے سڑک مانوی و عیدگاہ کو اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح شاہ آباد اور اسٹیشن رائچور کے بازار بھی آپ ہی کے تعمیر کردہ ہیں۔ اورنگ آباد میں رابعہ دورانی کے مقبرہ کی مرمت اور غارہائے ایلورا کی صفائی آپ کے زمانہ کو یاد دلاتی ہے۔ اسی

موقعہ پر غار مذکور کی منزل زیرین برآمد ہوئی، اور صحن میں سنگین ہاتی صحیح و سالم نکل آیا۔ ایلورا کی جدید سڑک بھی میر صاحب ہی نے تیار کرائی تھی۔

میر کاظم علیؒ صاحب کا تبادلہ حیدرآباد کو ہوا تو آپ نے یہاں کی سڑکوں کو کشادہ اور پختہ کیا، اور چار مینار کی مرمت اور محبوب چوک کی تعمیر کی تکمیل فرمائی۔ محلہ دارالشفاء میں ہیضہ کی کثرت ہوئی تو آپ نے اُس کے اسباب پر ایک مبسوط رپورٹ قلمبند فرمائی۔ یہ رپورٹ نواب عماد الملک مرحوم کے ملاحظہ میں پیش ہوئی تو اس کے مصنف کو انہوں نے سر سالار جنگ اعظم کی خدمت میں باریاب ہونے کا موقعہ پیدا کر دیا۔ اسی طرح معتمد کمیٹی سررشتہ صفائی کی حیثیت سے ایک دستور العمل تیار فرمایا، جو ہنوز نافذ ہے۔ عارضی مجلس انتظام صرفخاص مبارک کے مددگار معتمد کی حیثیت سے اس رپورٹ کی تحریر، ترجمہ، اور طباعت کے کاموں میں بڑا حصہ لیا، جو لارڈ ڈفرن کے لئے تیار کی گئی تھی۔ اہم مواقع پر شہر میں تختہ بندی و روشنی کے اہتمام کی ابتدا میر صاحب کے زیر نگرانی حضرت غفران مکان کی تخت نشینی اور لارڈ ایلجن کی تشریف فرمائی پر ہوئی تھی۔ معزز مہمان نے اپنی مسرت کا اظہار یہ کہہ کر فرمایا تھا کہ اس سے قبل ایسی روشنی کہیں نہیں دیکھی۔

تھوڑے عرصہ تک محکمۂ مالگزاری میں رہنے کے بعد واپس ہوئے تو ڈیڑھ سال کے اندر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر سماع خانہ کی تعمیر کا کام میر صاحب نے ختم کر کے صدر مہتمم صفائی بلدہ کی خدمت پر ترقی پائی۔ اب آپ نے نالوں اور نالیوں کی تعمیر کی ابتدا کی، نل اندازی کے کام میں سررشتہ تعمیرات کو مدد دی، اور اشیاء خورد و نوش پر نگرانی میں سختی سے کام لیا۔ شہر میں سنڈاسوں کے بجائے قدمچے بھی آپ ہی کی ہدایت سے بنے، اور سرکاری پاخانے اور پیشاب خانے تعمیر ہوئے۔ جائداد پر محصول بھی آپ ہی کے زمانہ میں قائم ہوا۔ شاہِ وقت کا جشن سالگرہ منانے اور اڈرس پیش کئے جانے کی رسم اسی زمانہ میں جاری ہوئی۔ ایک

موقعہ پر تالاب میر جملہ کو طغیانی سے نقصان پہنچے اور بیرون یاقوت پورہ و دبیر پورہ کی آبادیوں کو متضرر ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، لیکن شبانہ روز محنت کرکے آپنے مخلوق کو نقصان سے بچا لیا۔

مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے کنارہ کش ہونے پر میر صاحب نے معتمدی تعمیرات پر ترقی پائی۔ اپنی معتمدی کے زمانہ میں آپ نے گتہ داروں کی طاقت کم کرنے اور نا اہل لوگوں کو تعمیرات سے باہر کرنے پر بہت زور دیا تھا۔ اسی طرح عمارات شاہی ملک پیٹھ کے نام سے جو رقم اٹھائی جاتی تھی اس کو بھی مسدود فرمایا۔ دریائے تنگبھدرا پر گورنمنٹ مدراس ایک بند قائم کرنا چاہتی تھی، مگر آپ کی بنیادی رائے پر حضرت غفران مکان نے اس کو قبول نہ فرمایا۔ طغیانی رود موسیٰ (۱۹۰۸ء) کے وقت میر صاحب نے حسین ساگر اور اس کے اطراف کی آبادی کو نقصان سے بچا لیا، اور جو نقصان پل افضلگنج کو ہوا تھا، اُس کی درستی اپنی نگرانی میں کرادی۔ کوہ مولی کی سڑک اور اس کے عمیق غاروں کو پُر کر کے صرف ایک شب میں اسکو قابل عبور و مرور فرما دیا تھا۔ عہد معتمدی میں میر صاحب مجلس وضع آئین و قوانین اور جوڈیشل کمیٹی کے رکن بھی رہے، اور چھ سال خدمت انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے تو مسٹر واکر نے صاف الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ سرکار نے ایک لائق و کارگزار شخص کو ضایع کر دیا ہے۔

حیدرآباد میں انجمنوں اور کلبوں کی بنا میر کاظم علی اور آپ کے چند احباب کی سعی، اور آپ کے تیار کردہ دستور العمل کے موافق قایم ہوئی۔ انجمن فیض عام اور انجمن اخوان الصفا، جن کے آپ معتمد بھی تھے۔ تقریباً نصف صدی قبل کی قومی تحریکوں کو یاد دلاتی ہیں۔ ایک دارالتفریح بھی اُس زمانہ میں قایم ہوا تھا۔ موجودہ نظام کلب شائد اسی کے دستوری اصول پر قایم ہے۔ انجمن اخوان الصفا کی جانب سے رسالہ ادیب شایع کیا جاتا تھا۔ مولوی غضنفر علی صاحب مرحوم کے قایم کردہ بستان الاطفا

(کنڈرگارٹن) کے آپ بڑے معاون تھے۔ یہ درس گاہ مدت ہوئی مدرسہ عالیہ میں شریک کی جاچکی ہے۔ اسی طرح زنانہ تعلیم کے آپ ابتدائی معاون ہیں۔ تادیب تہذیب اور قرب قیامت میر صاحب کی دو کتابیں ہیں۔

شعبان ۱۲۹۲ھ میں میر کاظم علی کی شادی محمد ولی الدین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔ کئی بچے پیدا ہوئے۔ موجودہ فرزندوں میں سے مولوی احمد اللہ اور مولوی ضیاء الحق بر سرکار اور صاحب اولاد ہیں۔

(۱۱)

نواب کرامت جنگ بہادر

"کرامت جنگ بہادر" (نواب ...... محمد کرامت اللہ خاں) خلف حافظ حاجی محمد انعام اللہ خاں صاحب مرحوم۔ ۱۱ر ستمبر ۱۸۶۶ء کو اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ چادر گھاٹ ہائی اسکول اور نظام کالج میں بی اے تک تعلیم پائی، اور آخر الذکر امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ مڈل میں انعام عماد الدولہ اور میٹرک میں تمغائے عماد الدولہ حاصل فرمایا۔ بی اے کے امتحان میں سائنس میں اول آئے، اور اس صلہ میں ارنی گولڈ میڈل اور نارٹن پرائز پایا۔ مسٹر ہڈسن پرنسپل نظام کالج اور نواب عماد الملک مرحوم کی توجہ خاص طور پر اس زمانہ میں آپ کی جانب مبذول رہی۔ اور انہیں حضرات کی سعی سے آپکو سرکاری وظیفہ حاصل ہوگیا۔ انگلستان میں آپ نے کوپرس ہل میں تعلیم پائی، اور امتحان مقابلہ میں دوسرے نمبر پر آکر ایف سی ایچ کی اعزازی ڈگری حاصل فرمائی۔ آپ کے ہم درس طلبہ کا بیان ہے کہ مسٹر کرامت اللہ نے عجیب وغریب قوت حافظہ پائی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کا دستور تھا کہ کسی کتاب کو ایک بار دیکھ کر دوبارہ ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔

انگلستان سے واپس آکر سرکار عالی کی سلک ملازمت میں آپ تاریخ ۱۹ر آبان سنہ ۱۳۰۶ف داخل ہوئے، اور اسسٹنٹ انجینئر شاخ آبپاشی کی خدمت پر محبوب نگر میں متعین کیے گئے۔

ایک سال بعد نلگنڈہ کا تبادلہ ہوا؛ جہاں سے تقریباً چار ماہ کی رخصت حاصل کرکے ہند برطانیہ کے کارہائے آبپاشی کے معائنہ و مطالعہ میں مشغول رہے۔ اس سے آپ کو بڑا فائدہ ہوا۔ رخصت سے واپس آنے پر ۱۲ر فروری ۱۳۱۳ف کو آپ نے گلبرگہ سرکل کی اکزیکیٹو انجینری کی خدمت پر ترقی پائی۔ اگلے سال ناظم تعمیرات شاخ آبپاشی کے پرسنل مددگار بنا کر حیدرآباد طلب کئے گئے۔ یہاں حسن کارگزاری کی بدولت مدارج میں ترقی ہوتی رہی؛ یہاں تک کہ ۳ر بہمن ۱۳۱۵ف کو مستقل مددگار شاخ عام مقرر ہوگئے۔ منصرم ناظم تعمیرات شاخ عام کا عہدہ آذر ۱۳۱۷ف میں ملا، اور ۲۴ر اسفندیار ۱۳۲۴ف کو بارگاہ خسروی سے استقلال عمل میں آیا۔ اس خدمت پر چیف انجینیری وشریک معتمدی کا اضافہ تقریباً ساڑھے پانچ سال میں ہوا۔ اسی سلسلہ میں شاخ عام شاخ آبپاشی سے جدا ہوئی تو ایک مدت تک اپنی عمر صرف آب و گل کرنے کے بعد آپ معتمدی شاخ عام کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ معتمدی کارہائے ڈرینیج بلدہ وغیرہ پر آپ کا تقرر اوائل ۱۳۲۵ف میں ہوا۔

ان ایام میں مسٹر کرامت اللہ نے بغیر کسی نمود و نمایش کے جو فرائض انجام دیئے ہیں، ان کا علم آپ کے محکمہ سے باہر کے لوگوں کو بہت کم ہے لیکن یہ امر مسلم ہے کہ فن تعمیر سے متعلق آپ کے معلومات اور آپ کے تجربہ، نیز آپ کی جان فشانی کی بدولت کار تعمیر میں عام طور پر ترقی رونما ہوئی ہے۔ ممالک محروسہ سرکار نظام میں اب تک جس قدر بڑے بڑے تعمیری کام ہوئے ہیں، ان میں سے ضلع نلگنڈہ میں آصف نہر آپ کی ذاتی تعمیری یادگار ہے۔ مستقر حکومت میں عدالت العالیہ عثمانیہ اور حمایت انٹرمیڈیٹ کالج کی شاندار عمارتیں رود موسیٰ کے ایک جانب، اور عثمانیہ جنرل ہسپتال کی وسیع و رفیع تعمیر دوسری طرف ہر آیندہ و روند کی توجہ کو اپنی جانب مائل کرتی ہیں۔ انکی تجاویز میں آپ کے مفید مشورہ کو جو مرتبہ حاصل ہے، اس کا اظہار ہمارے لئے غیر ضروری ہے۔ آپ کے عہد نظامت و معتمدی میں حیدرآباد کے اطراف سڑکوں کا

جال بچھایا جا چکا ہے، اور آپ ہی کے زمانہ سے اب مفصلات ملک کو کشادہ سڑکوں کے ذریعہ پائے تخت سے ملانے کی کوشش بروئے عمل ہے۔ حضور شہزادہ ویلس کی تشریف فرمائی بلدہ کے موقعہ پر آپ کو مجلس استقبالی کی رکنیت کا اور اس کے بعد حسن کارگزاری کی بدولت حضور پُر نور کی خوشنودی مزاج کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔

کرامت جنگ کا خطاب بہ تقریب شادی، بارگاہ خسروی سے ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ میں عطا ہوا تھا۔

(۱۲)

کرشنا چاری صاحب (دیوان بہادر ....) ۳۰ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ سینٹ جانسفس کالج ترچنا پلی سے فنون میں فضیلت حاصل فرمائی، اور اس کے بعد پریسیڈنسی کالج مدراس کی قانونی جماعت میں شریک ہوگئے۔ بی ایل کی ڈگری حاصل کرکے اور سنہ ۱۸۹۱ء میں وکیل بن کر مدراس ہائیکورٹ میں داخل ہوئے، اور مسٹر ارڈلی نارٹن مشہور بیرسٹر کے تحت ایک خاص مدت تک اس پیشہ کا کام سیکھتے رہے۔ مسٹر نارٹن ہی کی فرمائش پر حیدرآباد میں قیام پذیر ہو کر یہاں وکالت شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں عدالتہائے سرکارین کے اندر آپ کا کام اِسقدر مقبول ہوا کہ آپ نے طبقۂ وکلاء میں نمایاں جگہ حاصل فرمالی۔ اب آپ کی شہرت اس قدر ہو چکی تھی کہ کم و بیش تمام اہم مقدمات میں فریقین میں سے کسی ایک کی جانب سے آپ کے لئے پیروی کرنا ضروری تھا۔

دیوان بہادر اے کرشنا چاری صاحب

سنہ ۱۹۰۴ء میں سر ڈیوڈ بار نے آپ کو علاقہ رزیڈنسی کا سرکاری وکیل اور پبلک پراسیکیوٹر مقرر فرمایا۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں پیشگاہ حضرت غفران مکان سے وکالت کی اجازت کے ساتھ قلمرو آصفیہ کے ایڈوکیٹ جنرل و لیگل ریممبرنسر کے خدمات عطا ہوئے، اور ان مناصب کے حاصل ہوتے ہی آپ مجلس وضع آئین و قوانین کے غیر معمولی معتمد بھی قرار پائے۔

ہیئے ۱۹۱۳ء میں مجلس مذکور کے مستقل معتمد و مشیر قانونی کے خدمات پر ترقی پانے کے ساتھ ہی جوڈیشل کمیٹی کے فرائض انجام دینے کی عزت بھی حاصل فرمائی۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب کمیٹی مذکور کو انگلستان کی اسی قسم کی کمیٹی کے مماثل تسلیم کئے جانے کا شرف و افتخار بارگاہ خسروی سے عطا ہوا تھا، اور ساتھ ہی کمیٹی کے کام کو انگلستان کی جوڈیشل کمیٹی کے مرتبہ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ خود مسٹر کرشنا چاری کے کام کی مقدار اور اُس کی خوبی کی شہادت اُن قوانین سے بخوبی کی جا سکتی ہے، جو مجلس وضع آئین و قوانین نے منظور کئے، یا جو کام آپ نے جوڈیشل کمیٹی میں انجام دئے۔ اسی وجہ سے بطور اظہار قدر افزائی بارگاہ خسروی سے آپ کو ایک سے زیادہ مرتبہ توسیع عطا ہوئی، اور اپریل ۱۹۲۲ء سے آپ کو وظیفہ حسن خدمت عنایت فرمایا گیا۔ چند ماہ کی آخری توسیع کے دوران میں آپ سے مسئلہ برار کا کام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا تھا۔

دہلی دربار ۱۹۱۱ء میں مسٹر کرشنا چاری سرکاری مہمان کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے، جہاں آپ کو راؤ بہادر کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ دیوان بہادر کا خطاب ۱۹۱۹ء مرحمت ہوا تھا۔

(۱۴)

نواب مہدی یار جنگ بہادر

"مہدی یار جنگ بہادر" (نواب .... سید مہدی حسین بلگرامی) خلف اصغر نواب عماد الملک مرحوم۔ ۷ ۳ہر شہر یور ۱۲۹۰ف کو آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ اس ملک کی ابتدائی تعلیم اور اپنے والد ماجد کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ عازم انگلستان ہوگئے؛ جہاں آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل فرمائی۔ بعد فراغ تعلیم وطن واپس ہوئے تو ابتدائی ایام میں علیگڈھ کے طلبہ و اساتذہ، نیز دیگر محبان تعلیم کو اپنے تعلیمی و ادبی معلومات سے آگاہ فرما کر محظوظ و ممنون فرمایا۔

مسٹر سید مہدی حسین کی سرکاری ملازمت کی ابتدا صوبہ متحدہ میں ہوئی، اور آپ کا

ابتدائی تقرر وہاں کی صدر مہتمم تعلیمات پر عمل میں آیا۔ یہ واقعہ ۳۱ خورداد ۱۳۱۶ف کا ہے۔ جہاں تک ہم اپنی یاد پر بھروسہ کر سکتے ہیں، اُن اطراف میں آپ پہلے مسلمان (بلکہ غالباً پہلے ہندوستانی) تھے، جن کا انتخاب انڈین ایجوکیشنل سروس کے لئے عمل میں آیا تھا۔ تقریباً ساڑھے پانچ سال اُن اطراف میں کارگزار رہے ہوں گے کہ حضور پرنور کو اپنے ایک رکن سلطنت کے فرزند کی یاد آئی، اور حیدرآباد طلب فرما کر بہ لحاظ قابلیت مددگار پولیٹیکل سکریٹری کی خدمت پر آپ کا تقرر فرمادیا۔ نائب معتمدی فینانس اور معتمدی تعمیرات عامہ کے مناصب پر آپ شہریور ۱۳۲۵ف میں فائز ہوئے۔ مسٹر سید راس مسعود کار خاص پر انگلستان تشریف لے گئے تو تقریباً سات ماہ تک آپ اُن کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ انہیں ایام میں صدارت کلیہ جامعہ عثمانیہ کی نگرانی بھی فرمائی؛ بلکہ چند روز منصرمانہ کارگزار بھی رہے۔ معتمدی سیاسیات پر آپ نے نائب معتمدی فینانس سے ۴ اسفندار ۱۳۲۹ف کو ترقی پائی، اور بجز دو ماہ بیس یوم کی مختصر مدت کے جب کہ آپ مستقل معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے عہدہ جلیلہ پر منتقل فرمائے گئے تھے، معتمدی سیاسیات ہی پر کارفرما ہیں۔

مسٹر سید مہدی حسین نے جو کام من حیث مددگار و معتمد صیغۂ سیاسیات انجام دیا، اس کا علم بیرونی دنیا کو نہیں ہے۔ لیکن اپنی دوسری حیثیتوں سے جن وقیع کاموں کو کرتے رہتے ہیں، ان کی خوبی کا اعتراف تمام اہل نظر کرتے ہیں۔ متعدد سرکاری کمیشنوں کے منجملہ کمیشن اضافہ ماہوارات میں آپ کی شرکت سے جو فائدہ افراد متعلقہ کو پہنچا ہے، اور آپ کے مفید مشورہ کا جو اثر ہوا ہے، اُس کا اقرار خود ماہرین فینانس کو ہے۔ تقریباً اسی زمانہ میں آپ کو بارگاہ خسروی سے مہدی یار جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

حضور شہزادہ ویلس کے ورود بلدہ کے موقعہ پر حضور پرنور نے مراسم پزیرائی بجالانے کے لئے جو کمیٹی مقرر فرمائی تھی، اُس کی معتمدی کے فرائض نواب مہدی یار جنگ بہادر نے

سپرد فرمائے تھے۔ نواب صاحب نے اپنے کام کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ ایک جانب بارگاہ خسروی سے اظہار خوشنودی فرمایا گیا، اور دوسری طرف آپ کے خدمات شایستہ کا اعتراف خود شہزادہ ویلیس نے ایک تحفہ عطا فرما کر فرمایا۔

سرکاری فرائض کی کثرت کے باوجود مہدی یار جنگ بہادر نے ملکی و قومی خدمات کو فراموش نہیں فرمایا، اور جب کبھی موقعہ ملا، نہایت دلچسپی کے ساتھ مفید عام کاموں میں عملی حصہ لے کر ان کو تقویت پہنچاتے رہے۔ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کا مشہور خطبۂ صدارت آپ کے اسی قسم کے کاموں میں دلچسپی لینے کا اظہار کر رہا ہے۔

نواب صاحب کی شادی مرزا محمد علی خانصاحب وظیفہ یاب صوبہ دار ورنگل کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے سید ہادی حسین بلگرامی اولاد اکبر ہیں۔

(۱۴)

نواب نذیر جنگ بہادر

"نذیر جنگ بہادر" (نواب .... مرزا نذیر بیگ) خلف اکبر مرزا آقا در بیگ صاحب مرحوم، سابق اول تعلقدار سرکار عالی غرۂ رمضان ۱۲۸۴ھ کو بمقام میرٹھ پیدا ہوئے۔ سات سال کے سن میں اپنے والد مرحوم کے پاس اورنگ آباد آئے؛ جو اس زمانہ میں وہاں کا بندوبست انجام دیتے رہے تھے۔ اس کے بعد اپنے پھوپا جان نواب محسن الملک مرحوم کے پاس حیدرآباد آئے۔ نواب صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت خاص اپنی نگرانی میں شروع کی؛ اور ذی علم معلم اور لایق اتالیق مقرر فرما دئے۔ اُس زمانہ کے شرفا علی العموم مردانہ فنون، خصوصاً بانک بنوٹ، شہسواری، تفنگ اندازی، نیزہ بازی وغیرہ کو پسند کیا کرتے تھے، کتابی تعلیم کے ساتھ مرزا نذیر بیگ نے اِن فنون میں بھی کمال حاصل کیا۔ حیدرآباد سے بغرض تعلیم علیگڈھ کو اس کے بعد روانہ کئے گئے، اور وہاں سر سید احمد خاں، مولوی سمیع اللہ خاں، مولوی شبلی، مولوی حالی، اور کئی بزرگوں کی صحبت کا شرف آپ کو حاصل رہا۔ مرزا صاحب جیسے کسی زندہ دل طالب علم کا علیگڈھ کالج میں ہر دلعزیز ہو جانا

وہاں کے قدیم روایات سے ہے۔ چنانچہ آپ بھی تھوڑے عرصہ میں طلبہ کی روح رواں بن گئے۔ کالج کرکٹ ٹیم، جس کے آپ نائب کپتان بھی رہ چکے ہیں، آپ کے زمانہ میں شباب پر تھی۔ آپ کی ذات سے اس کو بڑی تقویت پہنچی۔ سب سے پہلے (سنہ ۱۸۸۵ء یا ۱۸۸۴ء میں) علیگڈھ میں آپ کو مسٹر ایکمین کا طلائی تمغا حاصل ہوا تھا۔

اپنے والد ماجد کے انتقال پر آپ کو بلدہ واپس ہونا پڑا، اور سنہ ۱۸۸۶ء میں نظام کالج میں داخل ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ کی شادی نہایت شان و شکوہ کے ساتھ نواب میر محمود علیخاں مرحوم کی صاحبزادی کے ساتھ کی گئی، اور نواب محسن الملک نے اس موقعہ پر اپنے دل کے حوصلے خوب خوب نکالے۔

سرکار عالی کی سلک ملازمت میں مرزا صاحب ۲۴ مردے سنہ ۱۲۹۹ف کو داخل ہوکر مددگار معتمد مال (شاخ لوکلفنڈ) کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اس عہدہ پر ۲۲ ردے سنہ ۱۳۱۶ف تک فائز رہے، لیکن اس عرصہ میں کئی بار عملداری سرپور ٹانڈور اور اول تعلقداری بیدڑ، نانڈیڑ، گلبرگہ و اورنگ آباد کے طویل المدت فرائض منصرمانہ انجام دیتے رہے۔ ۱۷ امر خورداد سنہ ۱۳۱۷ف کو آپ ضلع عثمان آباد کے دوم تعلقدار مقرر ہوگئے، اور اسی حیثیت سے پربھنی میں بھی قیام فرمایا۔ حضور پر نور کے عہد مبارک میں آپ کے خدمات ۲۱ امرداد سنہ ۱۳۲۱ف کو علاقہ صرفخاص مبارک کو منتقل ہوئے، جہاں صدر محاسبی و نظامت مخارج کے مناصب پر آپ ۲۴ آبان سنہ ۱۳۲۴ف تک مامور رہے۔ حضور پر نور نے صوبہ داری ورنگل پر آپ کا تقرر فرمایا تھا، مگر چند روز بعد ۷ امرآذر سنہ ۱۳۲۵ف کو بلدہ طلب فرماکر معتمدی فوج کے عہدۂ جلیلہ پر سرافراز فرمادیا۔

آخر الذکر خدمت کے اہم فرائض کے ساتھ ہی حسب قاعدہ معتمدی مجلس وزراء (کیبنٹ کونسل) کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ باب حکومت کی تنظیم جدید بروئے عمل آئی تو ۹ امردی سنہ ۱۳۲۱ف کو کیبنٹ کونسل کی ذمہ داریوں سے آپ کو سبکدوشی حاصل ہوئی، مگر ان کے بجائے محکمہ جات طبابت و علاج حیوانات آپ کے سپرد کیے گئے۔ اول

سنہ ۱۳۳۵ ف میں وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔

نذیر جنگ کا خطاب آپ کو ۲۹ جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۵ ہجری کو عطا ہوا تھا۔ نواب صاحب کو رکن رکین اسٹاف شاہی کا شرف و افتخار ایک مدت سے حاصل ہے، اور اس وقیع خدمت کے فرائض اہم مواقع پر انجام دیتے رہتے ہیں۔ اپنی وفاشعاری اور اپنے مالک کی رضاجوئی کے باعث آپ ہمیشہ عطایائے شہریاری سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ راقم الحروف کو ایک عرصہ تک نواب صاحب کے ساتھ مہمان کی حیثیت سے قیام پذیر رہ کر آپ کے صفات انسانی کے مشاہدہ کا ذاتی طور پر موقعہ ملا ہے، اور اس نے باوجود رفعت قدر کے آپ کو بڑا منکسر المزاج، فقیر دوست، اور اہل ملک کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ ساعی پایا ہے۔ نواب صاحب کی فقیر دوستی کی جو مثالیں راقم کی نظر سے گذری ہیں، اُن میں کچھ فقیر ایک طرف، بلدہ کا کوئی صاحب دل ایسا تھا، جس کی جانب آپ التفات نہ فرماتے ہوں۔ منشی اسمٰعیل صاحب (المتوفی سنہ ۱۳۴۵ ف) کا ایک واقعہ اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔ آپ کی فرمائش پر راقم حضرت کے لئے آم کی قاشیں کر رہا تھا، اس خدمت کے دوران میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے پشت پر پہاڑ رکھ دیا ہے۔ مگر جیسے ہی چھری ہاتھ سے رکھی کہ وہ حالت غائب تھی۔ اسی موقعہ پر راقم اپنے دل میں میاں صاحب سے تبرک کا خواہاں ہوا، اُن مرحوم نے ہاتھوں کو پاک کر کے تازہ قاشیں بطور تبرک عنایت فرماتے وقت ارشاد کیا کہ یہ منہ اس قابل نہیں۔ سید کے شایان شان پاک اور صاف شئے ہوا کرتی ہے۔

نواب نذیر جنگ بہادر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے رفیق، جامعہ اسلامیہ علیگڈھ کے کورٹ کے رکن، اور کئی علمی و ادبی مجالس کے سرگرم معاون ہیں۔ زندہ دلی کے شوق کی بدولت، آپ کے گھوڑے سالہا سال سے بمبئی، مدراس، پونا، بنگلور، اوٹی، اور حیدرآباد و سکندرآباد کی گھوڑ دوڑوں میں شریک ہوتے رہتے ہیں، اور کئی بار انعامی پیالے حاصل کر چکے ہیں۔ آپ زبردست شکاری ہیں، اور کرکٹ و ٹینس میں چمپین رہے ہیں۔

ٹینس میں آپ کی سروس نہایت سخت ہوا کرتی ہے۔ اپنے اس شوق کے باعث آپ کو حضرت غفران مکان کے ساتھ ٹینس اور نیزہ بازی میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ بلدہ میں کرکٹ کے شوق کو میجر مرزا اقادر بیگ کی معیت میں آپ نے از سر نو زندہ فرمایا ہے۔

نواب صاحب کی دوسری شادی نواب نادر جنگ مرزا طفیل علی بیگ مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، جو نہایت روشن خیال خاتون ہیں۔ آپ کے فرزندوں کے نام یہ ہیں: (١) مرزا بشیر بیگ (٢) مرزا مہدی بیگ (٣) مرزا محسن بیگ (٤) مرزا اجاور بیگ اور (٥) مرزا اقدیر بیگ۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سے بڑی کی شادی نواب سید لشکر خاں صاحب کے ساتھ ہوئی، اور ایک صاحبزادی حضور پُر نور کے حبالۂ نکاح میں دی گئی ہیں۔

(١٥)

"نصیر حسین خاں خیال" (نواب سید......) خلف سید نوروز حسین خاں صاحب مرحوم آپ کے خاندان کے تاریخی حالات تو ہم بوجہ طوالت ترک کرتے ہیں، البتہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ تذکرۃ الاسلاف، تاریخ امرائے ہند و پنجاب، اور سیر المتاخرین میں آپ کے بزرگوں کا ذکر شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔ عظیم آباد میں آپ کا خاندان شاہان مغلیہ کی عطا کردہ جاگیر آل تمغا کے انتظام کے لئے دہلی و پانی پت سے آیا، اور وہاں گھر بنا کر رہ گیا۔

حضرت خیال کی ولادت ١٨٧٦ء میں بمقام پٹنہ واقع ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے عالم صغر سنی میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس لحاظ سے آپ کی دادی صاحبہ نے اپنے اس فرزند کی تعلیم و ترتیب کی ابتدا امیرانہ شان سے کی، اور شریفانہ وضعداری کے ساتھ اُن معظمہ نے اس فرض کو قائم رکھا۔ نو عمر طالب علم نے طالبعلمانہ زندگی میں

خود بھی فرق نہ آنے دیا۔ دستور قدیم کے موافق عربی و فارسی کی تعلیم تو لازمی تھی ہی، مگر انگریزی کی تحصیل بھی عالمانہ طور پر کی گئی۔ کہتے ہیں کہ فرانسیسی آپ نے خود سیکھی۔ اس کے علاوہ بھاشا و ترکی سے بھی نا آشنا، اور لاطینی سے بیگانہ نہ رہے۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ اس زمانے کے علوم متداولہ میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل ہو گئی، اور دس بارہ سال میں مختلف علوم و السنہ کے مطالعہ سے دماغ میں وسعت اور بازوؤں میں قابلِ رشک قوت آ گئی۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں، عظیم آباد اُس وقت فضلا کا مخزن تھا، اور قدر دانانِ سخن کی بھی وہاں کمی نہ تھی۔ خود آپ کا خاندان ہنروری و ہنر پروری میں ایک عظیم الشان تعلیم گاہ تھا۔ اس وجہ سے باہر کے فضلاء و شعراء کا مجمع بھی اُس زمانہ میں کافی طور پر ہو جایا کرتا تھا۔ اِن صحبتوں سے آپ نے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا، اور اب اپنی زبان کی ادبیات کی خدمت کرنے کی غرض سے آپ نے پورے طور پر تیار ہو کر مختلف حصصِ ہند کے موقر رسائل میں تاریخ و ادب مضامین لکھنے کی ابتدا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ اپنے آخری زمانہ میں سر سید احمد خاں کو جب آپ کے خیالات کا علم ہوا تو اُن مرحوم نے بھی حیرت کے ساتھ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ حیدر آباد کا مشہور ماہواری رسالہ حسن اُس زمانہ میں سارے ملک میں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اُس میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں، اور دادِ سخن کے طور پر آپ نے انعامی اشرفی حاصل کی۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ خود اپنے وطن کے اندر حضرت خیال کی پہلی بار آور کوشش ایک ادبی انجمن اور ایک ادبی رسالہ (ادیب) کی صورت میں (سنہ ۱۸۹۶ء میں جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی) ظاہر ہوئی۔ ادیب نام کے اور بھی چار رسالے، جو حیدر آباد، فیروز آباد، الہ آباد، اور لاہور سے جاری ہو کر مدت ہوئی ختم ہو چکے ہیں، ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ اِن سب میں ادیب عظیم آباد کا انداز خاص تھا۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد ادیب

الہ آباد میں "خالاؤں کا مارا آغا" کے عنوان سے کئی مسلسل مضامین لکھ کر آپ نے نہ صرف اپنے لئے ایک خاص ادبی جگہ پیدا کرلی، بلکہ اُس رسالہ کے مرتبہ کو بہت بلند کر دیا۔

نوجوانانِ عظیم آباد کی جو ادبی صحبت قایم ہوئی تھی، وہ زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکی، کیونکہ تقریباً انیس سال کے سن میں، نواب انتظام الدولہ مرزا احمد بیگ مرحوم کی دختر کنیز ام سلمہ بیگم صاحبہ (متوفیہ ۱۹۲۲ء) سے آپ کی شادی بمقام کلکتہ ہوگئی یہ مقام کچھ ایسا پسند آیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے وہاں مستقل سکونت اختیار کرنے کا قصد فرمالیا۔ حکومت ہند کے مرکز ہونے کے سبب سے کلکتہ میں وسیع مملکت کی ذہنی و علمی دولت سال میں ایک دو بار ضرور جمع ہو جایا کرتی تھی۔ ان مجمعوں میں شرکت کرنے سے لازمی نتیجہ کے طور پر ملک کی متعدد تعلیمی و اخلاقی انجمنوں میں شریک ہونے کے لئے آپ کو مجبور کیا گیا۔ غالباً یہ اُسی زمانہ کا ذکر ہے کہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنے قومی دوروں کے سلسلہ میں بنگالہ پر بھی تاخت کرکے وہاں کے عمائدین کو اپنی جادو بیانی سے مسحور کرنا شروع کیا تھا۔ اُن مرحوم سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو نہ صرف علیگڈھ کالج کا ٹرسٹی بنایا، بلکہ بنگال میں کام کرنے کی غرض سے اپنا قائد اعظم مقرر فرما دیا۔ حق یہ ہے کہ اپنے دوسرے شرکاءکار ...... خصوصاً مرحوم نواب بہادر ڈھاکہ اور نواب بہادر نواب سید نواب علی چودھری ...... کی معیت میں آپ نے تعلیمی تحریک کو آگے بڑھایا، اور یہ امر مسلمانان بنگال کے ذہن نشین کر دیا کہ نئی ضرورتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے جدید اسلحہ کی ضرورت ہے۔

اُس زمانہ میں بھی کہ نواب خیال مسلمانان بنگالہ کی تعلیمی و سیاسی خدمات میں مشغول تھے، آپ نے مطالعہ و ادبیات کو فراموش نہیں فرمایا۔ سنہ ۱۸۹۹ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک مسلسل کتب بینی کرکے السنۂ معلومہ کے ادب و تاریخ سے واقفیت

حاصل کرتے رہے۔ خود اردو زبان کی رفتار ترقی اور اس کی تدریجی تاریخ پر جو عبور حاصل ہوا، قدرتی طور پر اس کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اپنی معلومات کو ضبطِ تحریر میں لے آئیں۔ چنانچہ اپنے وسیع حلقۂ احباب کے بیحد اصرار پر آپ اس کام کے لئے تیار ہو گئے، اور اردو کانفرنس ۱۹۱۶ء منعقدہ لکھنؤ کے بے نظیر خطبۂ صدارت کی شکل میں نواب خیال کی اس معلومات کا ذخیرہ ہمارے سامنے آیا۔ سچ یہ ہے کہ اسی خطبہ کے ذریعہ عالمِ ادب کو اس کا علم ہوا کہ ہمارے ادیب الملک کا لب و لہجہ خاص ہے، اور آپ کے قلم کی زبان خاص! یہ بیان کرنا خلاف موقعہ نہ ہوگا کہ داستان اردو کے اس حصہ کو جس کا تعلق سرزمین دکن سے ہے، نواب صاحب کی مہربانی سے ہم اپنے رسالہ لسان الملک میں شائع کر چکے ہیں۔ ہمارے بعد یہ سلسلہ علیگڈہ تک بھی پہنچا ہے۔

۱۹۱۷ء میں مسلمان طلبہ نے اپنی پہلی کانفرنس کلکتہ میں برپا کی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت خیال کا خطبۂ صدارت مسائل تعلیم پر آپ کے پاکیزہ خیالات کا آئینہ ہے۔

حیدرآباد سے نواب خیال کو بہت زیادہ تعلق نہ رہا۔ سر علی امام اس قلمرو کے صدر اعظم مقرر ہو کر یہاں تشریف لائے تو اپنی معتمدی (سکریٹری شپ) کے لئے آپ کو منتخب کیا، اور آپ نے بھی اسے قبول کئے بغیر گزیر نہ دیکھی۔ لیکن اگلے سال استعفا دے کر عازم انگلستان ہوئے؛ جہاں چند خوشگوار مہینے سیر و سفر میں گزارے۔ دوران سیاحت میں یورپ کے دوسرے ملکوں کو بھی دیکھا، اور واپسی پر مصر میں خصوصیت کے ساتھ قیام فرمایا۔ ولایت سے گھر آئے تو اپنے قدیم اشغال میں منہمک ہو گئے۔

آپ کی ظاہری اولاد میں تو سید امیر نواب سلمہ ہے، لیکن فرزندان معنوی میں داستان اردو اور اپنے اور دوسروں کے نام سے لکھے ہوئے متعدد مضامین

اور خطبات کے سوا تزکِ خیال بھی ایک نادر تحفہ ہے؛ جس میں حضرت خیال کے زمانہ کے اور آپ کے دیکھے ہوئے کئی سو مشاہیر ملک کے حالات درج ہیں۔

آغا محمد علیخاں

"محمد علیخاں صاحب" (مولوی آغا.....) خلف آغا جعفر سلطان صاحب۔ آپ کی ولادت ۳ ربیع الاول بمطابق ۱۲۸۴ف کو بمقام شیراز واقع ہوئی، جو آپ کے بزرگوں کا مسکن ہے۔ آپ کے والد ماجد وطن سے اس زمانہ میں یہاں تشریف لے گئے جب وہاں کے تخت پر یہی خاندان حکمران تھا۔ ایک مدت آخری تاجدار کی مصاحبت میں گزاری، مگر جب کتاب حکومت کا ورق اُلٹا تو انہوں نے بھی بعہد وزارت نواب سالارجنگ اعظم حیدرآباد کا عزم فرمایا، اور یہاں مناصب شایستہ پر سرافراز کیے گئے۔ خود آغا صاحب کی تعلیم مدرسۂ عالیہ میں ہوئی، اور آپ کی طالب علمانہ زندگی کا تقریباً تمام تر حصہ نواب عماد السلطنت میر لائق علی خاں مرحوم اور نواب منیر الملک مرحوم کی صحبت میں گزرا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرکے ملازمت کی جانب مائل ہوئے تو ۱۱ اسفندیار ۱۳۰۷ف کو کوتوالی اضلاع میں اتاچی کی حیثیت سے سرکار عالی کی ملازمت میں داخل کیے گئے۔ مہتمم کوتوالی کی حیثیت سے ملک کے تقریباً تمام حصص میں خدمت انجام دینے کا موقع ملتا رہا، اور نظام آباد، محبوب نگر، پربھنی، رائچور، نلگنڈہ، اطراف بلدہ، عثمان آباد، گلبرگہ، بیدر وغیرہ میں خالص طور پر مہتمم کوتوالی کے فرائض بجا لاتے رہے۔ ۵ اردی بہشت ۱۳۲۱ف کو مددگار ناظم کوتوالی اضلاع کے عہدہ پر ترقی پائی۔ لیکن کوتوالی کا میدان آپ کے لئے زیادہ وسیع نہ تھا، اسلئے محکمۂ مالگزاری کو آپ کے فرائض منتقل کئے گئے، جہاں آپکو ضلع بیڑ کی اول تعلقداری کے فرائض پہلے پہل انجام دینے پڑے۔ اس کے بعد تیر ۱۳۲۴ف میں آپ محکمۂ مالگزاری کے اول مددگار قرار پائے، اور درجہ کی ترقیاں پاتے ہوئے اوائل ۱۳۲۹ف میں نیابت معتمدی تک پہنچے۔ نواب فصیح جنگ معتمد مالگزاری نے ۱۲ محرم ۱۳۳۴ف کو رحلت فرمائی تو بالطاف شہریاری اس منصب پر آغا صاحب کو ترقی حاصل ہوئی۔

آغا صاحب کی شادی میر ولایت حسین صاحب اول مددگار ناظم کوتوالی اضلاع کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی ان بی بی سے جو اولاد ہوئی، انہیں سے آپکے دو فرزند کپتان امیر سلطان و مسٹر احمد سلطان سرکار عالی کے لائق عہدہ دار ہیں۔

ارکان عدالت العالیہ

(۱)

نواب جبار یار جنگ بہادر

"جبار یار جنگ بہادر" (نواب ...... مولوی سید غلام جبار) خلف مولوی سید علی حسن صاحب شمس۔ مولوی غلام جبار صاحب کا نام تو امیر حسن ہے۔ لیکن عرف نے خاص شہرت پائی۔ آپ کا وطنی تعلق سادات علی پور (بہیرہ) ضلع فتحپور (ہسوہ) سے ہے۔ ولادت سنہ ۱۲۷۴ف میں واقع ہوئی۔ مولانا کمال الدین صاحب موہانی، بحر العلوم تاج العلماء مولانا سید علی محمد صاحب، اور ابو الحسنات مولوی عبد الحی صاحب سے علوم عربیہ معقولات و منقولات کی تحصیل فرمائی۔ میٹرک تک انگریزی پڑھی، اور کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا۔ الہ آباد ہائیکورٹ کی وکالت کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی، اور بعد فراغ، مجلس عالیہ عدالت میں داخل ہوکر وکالت شروع کر دی۔ زمانۂ وکالت میں آپ حیدر آباد کے کامیاب و ممتاز وکلاء میں شمار ہوتے تھے۔ اسی لحاظ سے آپ کا ذکر جمیل سمع اقدس تک پہنچا تو آپ کی درخواست کے بغیر، بارگاہِ خسروی سے صمت اورنگ آباد کے میر عدل کا عہدہ عطا ہوا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۳۲۴ف کا ہے۔ رکنیت عدالت العالیہ پر اس کے بعد ترقی ملی۔ زاں بعد میر مجلس مقرر ہوئے۔

دے سنہ ۱۳۳۱ف میں وظیفۂ حسن خدمت عطا ہوا۔ وظیفہ حاصل ہونے پر آپ آرام و سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ بہ لحاظ ضرورت چند ہفتہ کے لئے اوائل سنہ ۱۳۴۳ف میں

ہائیکورٹ کی رکنیت پر فائز ہوئے۔ زاں بعد غرہ رجب سال مذکور کو جبار یار جنگ کے خطاب کے ساتھ رکنیت مجلس پائیگاہ وقار الامرائے پر سرافراز فرمائے گئے۔

نواب صاحب باوجود اپنی سرکاری و غیر سرکاری مشغول زندگی کے، ملک کی علمی و ادبی تحریکات سے ہمیشہ دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے جوبلی پیپر جاری کر کے عرصہ تک اُس کے اڈیٹر رہے۔ رد نصاریٰ وغیرہ میں چند کتابیں لکھیں، اور ملکتی فوج (سالویشن آرمی) کے واعظین سے مناظرہ کر کے اُن کے خلاف کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی طرح چند قانونی کتابوں کی شرحیں ضبط تحریر میں لائے۔ عتبات عالیات کا سفر اپنی وکالت کے زمانہ میں فرما چکے ہیں۔

نواب جبار یار جنگ بہادر کی دو شادیاں اور تین اولادیں ہوئیں آپ کے فرزند سید عسکری حسن صاحب بلدہ کے کامیاب بیرسٹر ہیں۔

(۳)

جیون یار جنگ بہادر

"جیون یار جنگ بہادر" (نواب .... مرزا حیدر جیون بیگ) خلف نواب سرور الملک بہادر۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۱؍ اسفندیار ۱۲۸۹ف حیدرآباد میں وقوع پذیر ہوئی۔ سینٹ جارجز گرامر اسکول بلدہ اور اسکالش ہائے اسکول بمبئی میں تعلیم پائی سنہ ۱۹۰۰ء میں انگلستان روانہ کئے گئے؛ جہاں تقریباً پانچ سال تک کرائسٹ کالج کیمبرج میں درس حاصل کر کے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری پائی۔ اسی ہنگامہ میں لا ٹرای پاس اور لنکنس ان میں بیرسٹری کے لئے سعی فرمائی، اور کامیاب ہوئے وطن واپس آنے پر مسٹر جیون بیگ کا قصد تھا کہ بیرسٹری کریں، لیکن سرکارعالی کی ملازمت ملجانے پر اس خیال کو ترک فرمادیا۔ پھر بہمن ۱۳۱۲ف کو نظامت دیوانی ضلع ناندیڑ پر مامور ہوئے۔ اور اسی حیثیت سے اورنگ آباد میں بھی قیام فرمایا۔ ورنگل کو آپ کا تبادلہ مددگار عدالت کی حیثیت سے ہوا۔ وہاں بجز اُن چند وقفوں

جو آپ نے ناظم اول فوجداری بلدہ و ناظم دار القضاء بلدہ کے عہدہ پر حیدرآباد میں گزارے ایک مدت تک باہر قیام پذیر رہے۔ نظامت اول فوجداری بلدہ پر آپ کو دی سنہ ۱۳۲۲ف میں ترقی ملی، اور اسکلے مہینے میں نظامت صدر عدالت صوبہ میدک پر ترقی پائی۔ اس عرصہ میں مولوی سید محی الدین صاحب مرحوم سابق میر مجلس اور راجہ فتح نواز ونت بہادر سے شاندار الفاظ میں خراج تحسین حاصل فرماتے رہے۔ رکنیت عدالت العالیہ کا عہدۂ جلیلہ ۱۳ اسفندار سنہ ۱۳۲۷ف کو بارگاہ خسروی سے عطا ہوا تھا۔ ان ایام میں مختلف و متعدد کمیشنوں میں خصوصیت کے ساتھ شرکت فرمائی ہے۔

سرکاری خدمات کے ساتھ ساتھ مرزا حیدر جیون بیگ صاحب نے انسانی ہمدردی کے کاموں کو بھی یاد رکھا، اور مفصلات میں جب کبھی موقعہ ملا، آپ نے وہاں کی انجمنوں کے قیام و بقا کی خاطر اپنی خدمات سے دریغ نہیں فرمایا۔ مٹھواڑہ اسلامیہ اسکول (ورنگل) آپ کی اسی زمانہ کی خدمتوں کا نتیجہ ہے؛ جس کے نشو و نما میں نمایاں طور پر شرکت فرما کر مدرسہ کو سرکاری امداد و سرپرستی حاصل کرنے کا موقعہ دلادیا تھا۔ سنہ ۱۳۱۸ف میں آپ مدرسہ مذکور کے اعزازی معتمد مقرر ہوئے، اور ہنوز اس عہدہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ طغیانی رود موسیٰ کے وقت آپ ذاتی و سرکاری حیثیت سے خدمت خلق میں مشغول رہے، اور طوفان زدہ رقبہ میں اسپیشل مجسٹریٹی کے فرائض کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ اعتراف خدمات کے طور پر پیشگاہ حضرت غفران مکان سے سند عطا کی گئی۔ انفلوئنزا کے زمانہ میں آپ بلدہ کے وارڈ کمشنر تھے۔

خان بہادر کا خطاب عالم سنوسنی میں پیشگاہ حضرت غفران مکان سے عطا ہوا تھا۔ جیون یار جنگ کے خطاب کا اضافہ بہ تقریب شادی بارگاہ خسروی سے سنہ ۱۳۴۱ھ میں ہوا۔

پہلی شادی اپنے ماموں نواب مرزا محمد سعید خاں دہلوی کی صاحبزادی سے کی؛ جن کے بطن سے پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے خدا نے دئیے۔ مرزا قلیچ بیگ، مرزا قیصر بیگ،

اور مرزا بابر بیگ انہیں بی بی کی یادگار ہیں۔ مرزا خرم بیگ دوسری بی بی کے ثمر آزرد ہیں۔

(۳)

سراج یار جنگ بہادر

"سراج یار جنگ بہادر" (نواب ...... ڈاکٹر سید سراج الحسن) خلف سید یافض الحسن صاحب مرحوم سابق اول تعلقدار سرکار عالی۔ ولادت بتاریخ ۳۱ر اگست ۱۸۷۳ء صوبہ متحدہ کے مشہور شہر اٹاوہ میں واقع ہوئی۔ ماں کی جانب سے آپ نواب محسن الملک مرحوم اور مولوی سید امیر حسن صاحب کے حقیقی بھانجے اور باپ کی طرف سے بہ ایک واسطہ ان دونوں کے اور مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم کے بھتیجے ہوتے ہیں۔ فارسی تعلیم جس کا اُس زمانہ میں فضلاء قصبہ پھپوند کے اثر سے اطراف اٹاوہ میں خاص رواج تھا، آپ نے اپنے وطن ہی کے معلمین سے حاصل کی، اور گورنمنٹ ہائی اسکول اٹاوہ سے انگریزی مڈل بدرجہ اول کامیاب کرکے اُسی سال مدراس یونیورسٹی سے مٹریکیولیشن بھی پاس کرلیا۔ علیگڈھ میں عرصہ تک سر سید احمد خاں مرحوم کی ذاتی نگرانی میں تعلیم و تربیت پاتے رہے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کے چند ہی منازل طے کئے ہوں گے کہ روشن خیال بزرگوں کو آپ کی بہترین تعلیم و تربیت کی فکر ہوئی، اور آپ یورپ روانہ کردیئے گئے؛ جہاں نو سال تک مغربی تعلیم میں مشغول رہ کر آکسفورڈ یونیورسٹی کے مرٹن کالج میں تعلیم پائی، اور ۱۸۹۵ء میں جورس پروڈنس میں اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوکر اسی سال مڈل ٹمپل لندن سے بیرسٹری کی سند لی۔ بعد فراغ تعلیم جب وطن واپس تشریف لائے تو مزید تعلیم کی غرض سے منجانب دولت آصفیہ آپ کو پھر یورپ روانہ کیا گیا۔ دور ثانی میں آپ نے بی سی ایل کا امتحان آکسفورڈ یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ پاس کیا، اور ایل ایل ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں ایام میں آئرلینڈ، جرمنی، اور فرانس کے علما سے بھی درس حاصل کرتے رہے۔ لارڈ برکن ہیڈ اور مسٹر بیلاک آپ کے ہمدرس تھے۔

سنہ ۱۸۹۹ء عیسوی میں دوبارہ حیدرآباد واپس ہوئے تو ڈاکٹر سراج الحسن کی اعلیٰ ادبی وقانونی قابلیت کے مدنظر آپ کو بطور خاص سررشتۂ تعلیمات میں صدر مہتمم صوبہ اورنگ آباد مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ پر آپ چند سال تک مامور رہے، اور اسی عرصہ میں جارج کیمبل واکر اور مسٹر ڈنلاپ کی فرمائش پر ضلع اورنگ آباد کے اقتصادی، صنعتی، اور زراعتی اعداد و شمار کے جمع کرنے کے خاص کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور قابل اطمینان طریق پر انجام دیا۔ سنہ ۱۳۱۰ف میں عارضی طور پر آپ کے خدمات من حیث معتمد، پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم کے تفویض کئے گئے، جہاں سے سنہ ۱۳۱۶ف میں انڈر سکریٹری کی خدمت پر مجلس وضع آئین و قوانین میں منتقل ہوئے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ نواب عماد الملک مرحوم کے وظیفہ یاب ہونے پر، آپ ناظم تعلیمات سرکار عالی مقرر کئے گئے۔ ناظم سررشتہ کی حیثیت سے ڈاکٹر سید سراج الحسن نے بہت مدرسوں کی عمارتیں تعمیر کرائیں، اور قلمرو آصفیہ میں صنعتی تعلیم کو خصوصیت کے ساتھ فروغ دیا۔ لیکن ابھی آپ نے اپنے نظام العمل کو درجہ کمال تک نہ پہنچایا تھا کہ مستقل رکن عدالت العالیہ کے عہدہ جلیلہ پر ترقی پائی، اب آپ مجلس مذکور میں رکن اول کی حیثیت سے کارفرما ہیں۔

بتقریب شادی خانہ آبادی حضور پرنور، ڈاکٹر صاحب کو بارگاہ خسروی سے سنہ ۱۳۲۴ھ میں سراج یار جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

نواب سراج یار جنگ بہادر نے اپنی علمی و ادبی نظر، مسائل حیدرآباد میں اپنی گہری دلچسپی اور اس قلمرو کی اقتصادی و تاریخی معلومات کے لحاظ سے ایک زمانہ میں ادبی و معاشرتی جماعتوں کے اندر قبول عام حاصل فرما لیا تھا، جہاں ایک مدت سے آپ کی جگہ خالی نظر آتی ہے۔ اب آپ اپنا وقت، دو شیدگیوں کے نشو و نما پر صرف فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب خوش بیان متکلم، خوش گو مقرر، اور ایک بڑے لایق و فایق مصنف ہیں۔ انگریزی اور اردو میں آپ کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان میں سے قلمرو آصفیہ کی اقوام و ملل پر آپ نے انگریزی میں ایک مبسوط کتاب

لکھ کر اپنا زور قلم خوب دکھایا ہے۔
ڈاکٹر صاحب کی دو شادیاں ہوئیں، اور دونوں سے بفضلہ اولاد ہوئی۔ سید غلام پنجتن بی اے، ایل ایل بی، سید فخر الحسن وکیل، سید سرور حسن بی اے، سید عباس حسن، سید مہدی علی، سید آصف حسن، اور سید ذوالفقار علی آپ کے فرزندوں کے نام ہیں۔

(۴)

ضیا یار جنگ بہادر

ضیا یار جنگ بہادر" (نواب .... مولوی سید نور الضیاء الدین) خلف مولوی سید نور الاتقیاء صاحب۔ بتاریخ ۲۷ خورداد ۱۲۸۴ف اپنے وطن اورنگ آباد میں پیدا ہوئے؛ جہاں آپ کے بزرگ عرصۂ دراز سے اُن اطراف کے باشندوں کو علمی و روحانی فیض پہنچاتے رہے ہیں۔ آپ حضرت سید قمر الدین قدس سرہ کی اولاد سے ہیں؛ جن کی جگہ اورنگ آباد کی علمی و روحانی تاریخ میں خاص ہے۔ آپ کے خاندان کے صدہا مرید و شاگرد صوبۂ اورنگ آباد و صوبۂ برار میں جا بجا پائے جاتے ہیں، اور آپ کے گھرانے کا روحانی فیض اب بھی جاری ہے۔ خود آپ کی توجہ ابتدا سے اکتساب علم کی جانب رہی ہے، اور آپ نے اورنگ آباد و حیدر آباد میں بلند پایہ علماء سے قدیم طرز کی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ علوم عقلی و نقلی کی تحصیل میں آپ نے جس عرق ریزی سے کام لیا ہے، اس کو آپ کا مخصوص حصہ سمجھنا چاہیئے۔ سرزمین دکن میں آپ کا کوئی ہم عصر آپ کی برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

بعد فراغ فاتحہ تعلیم آپ کی توجہ ملازمت سرکار عالی کی جانب ہوئی، تو اس علمی منزلت کے لحاظ سے جو آپ کے خاندان کو حاصل ہے، نیز آپ کی ذاتی افضلیت و اکملیت کے اعتبار سے، سب سے پہلے آپ مددگار ناظم امور مذہبی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ یہ ذکر خورداد ۱۳۱۱ف کا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت میں مفتی شریعت کے عہدہ پر آپ نے یکم آبان ۱۳۱۳ف کو منصرمانہ ترقی پائی، مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد

ے مجلس مذکور کی رکنیت پر بارگاہ خسروی سے ۵ ربہمن ۱۳۲۷ف کو
یا و یار جنگ کا خطاب بہ تقریب شادی حضور پُر نور ۱۳۴۷ھ

ہ کے بہت سے علمی و ادبی کاموں میں ہم نواب ضیا و یار جنگ بہادر
ہاون پاتے ہیں۔ آپ یہاں کی تقریباً تمام ممتاز مجالس کے
دہ ہائیکورٹ میں آپ کے ہم عصر جج ہمیشہ آپ کے مدلل فیصلوں
ے ہیں۔

قدر نواب صاحب نہایت سادہ مزاج اور نمود و نمائش سے
اضع اور مہمان نوازی کے موقعہ پر مبالغہ سے کام لیتے
کلام ہر جگہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور تمام اہل نظر اُسکی
اللسان پائے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے فارسی کلیات کی تدوین
ے جلد اس کے نور بیز فرمانے کا حضرت ضیاء کو موقعہ مل جائے۔

وا، جس قدر اشعار ہم نے آپ کی زبان سے سنے ہیں وہ غزل سے
ن اُن میں سے ایک ایک کو ایسا پایا ہے کہ کسی بلبل شیراز کی زبان
رہی ہے ؎

ام مصطفٰے و بوتراب آں نبی و ایں ولی، آں آفتاب ایں مہتاب
را حیز علی بابے بنود یارب ایں قصر خلافت را چرا شد چار باب!

اور اُن کے اُس حصہ کو بڑا درجہ حاصل ہے، جو حضرت امام حسین
دس سے مخصوص ہے۔ کیمت کے ہاشمیات کی طرح نواب صاحب کے
ت رکھا جائے تو بجا ہے۔ ہمیں آپ کے ایک قصیدہ کا جو مطلع یاد
عقیدت سے مملو پاتے ہیں ؎

با نسبت بے پروا حسینؑ ہر کجا باشیم پنداریم خود را با حسینؑ

(۵)

فاروق یار جنگ بہادر

"فاروق یار جنگ بہادر" (نواب .... محمد ابراہیم فاروقی) خلف مولوی تحمل حسین صاحب۔
آپ کا تعلق الہ آباد کے خاندان علماء سے ہے۔ یہ خاندان عہد مغلیہ کی ابتدا میں وارد ہند ہو کر اُس وقت سرزمین پراگ پر آباد ہوا تھا جب الہ آباد کا نام بھی نہ تھا۔ خود آپ کی ولادت بتاریخ ۱۵ ماہ بہمن سنہ ۱۲۷۶ف الہ آباد میں واقع ہوئی۔ گھر کی ابتدائی تعلیم کے سوا آپ کا تعلیمی زمانہ تمام تر لکھنؤ میں گزرا؛ جہاں علماء فرنگی محل سے آپ نے درس نظامیہ کی تحصیل فرمائی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن کے لڑکوں کو تقریباً تین سال تک تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد حیدرآباد تشریف لا کر وکالت کا امتحان دیا، اور درجۂ اول کی سند حاصل فرمائی۔ آپ کی وکالت شباب پر تھی کہ بارگاہ خسروی سے مجلس عالیہ عدالت کی رکنیت کا شرف و افتخار ۱۶ امرداد سنہ ۱۳۲۹ف کو عطا ہوا۔ اس منصب پر آپ چھ سال سے زیادہ فائز رہے، اور بہمن سنہ ۱۳۳۵ف میں وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ دوران ملازمت میں آپ کو فاروق یار جنگ کا خطاب بتقریب عقد سنہ ۱۳۳۱ھ میں عطا ہوا تھا۔

(۶)

پنڈت کیشو راؤ صاحب

"کیشو راؤ صاحب" (سریان پنڈت ....) خلف سنتک راؤ صاحب۔
اپنے وطن پُرجولا تعلقہ بسمت ضلع پربھنی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم گلبرگہ شریف میں ہوئی؛ جہاں مولوی عبدالقادر صدیقی مترجم صدر عدالت نے توجہ کے ساتھ فارسی پڑھائی۔ دفتری کام بھی انہیں نیک دل بزرگ نے سکھایا تھا۔
سنہ ۱۲۹۴ف میں تحصیل کی ملازمت اختیار کی، اور سنہ ۱۲۹۶ف میں صدر عدالت کے ایک پچیس روپیہ کے ملازم ہو گئے۔ لیکن ہمت بلند نے خاموش بیٹھنے نہ دیا، اور آپ نے

اُن آسانیوں سے فائدہ حاصل کرنے کی سعی فرمائی، جو اس زمانہ میں قانونی امتحانات سے متعلق رعایائے آصفی کو حاصل تھیں سنہ ۱۲۹۹ف میں درجۂ دوم اور سنہ ۱۳۰۰ف میں درجۂ اول کی وکالت اور جوڈیشل کے امتحانات میں کامیابیاں حاصل فرمائیں، اور گلبرگہ شریف میں وکالت شروع کردی۔

معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ خصوصاً قومی روایات سے آپ کو ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ اور چونکہ کانگرس اور دوسری قومی و ملکی مجالس میں شریک ہونے کی غرض سے، بلا ناغہ ہر سال مختلف حصص ہند کی سیاحت فرماتے رہتے تھے؛ نیز اُس زمانہ میں مسٹر تلک آنجہانی کے خیالات کو علی العموم خطۂ بمبئی میں قبول عام حاصل تھا، لازمی طور پر پونا کے قرب کے لحاظ سے آپ کا اور آپ کے شرکائے کار کا اثر پذیر ہونا ضروری تھا۔ یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ رائے بالمکند آنجہانی اُس زمانہ میں ناظم صدر عدالت صوبۂ گلبرگہ شریف تھے۔ غرض پنڈت صاحب نے اِن رہنمایان ملک کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے باعث سعادت اور اپنی قوم کے لئے موجب نجات خیال فرمایا، جو مختلف صوبہ جات میں کام کررہے تھے۔ آپ نے گلبرگہ شریف کو میدانِ عمل بنایا، اور وہاں کے باشندوں میں قومی روح پیدا کرنی شروع کردی۔

گلبرگہ کا میدان آپ کے لئے زیادہ وسیع نہ تھا، اس کے سوا آپ کو اُس صوبہ کی جانب سے اطمینان حاصل ہوگیا تھا۔ اس لئے سنہ ۱۳۰۵ف میں پائے تخت آصفی میں وکالت کرنے کا تصفیہ فرمالیا، اور عدالت العالیہ میں داخل ہوکر تھوڑے ہی عرصہ میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ اِس کثرتِ مشاغل کے باوجود آپ نے اپنے قومی مقصد کو فراموش نہیں فرمایا۔ ابتدائے کار میں اگرچہ آپ کے خیالات کی اشاعت قدرے دیر کے ساتھ ہوئی، لیکن آپ میں کافی استقلال موجود تھا، اس لئے آپ کے کام کو رفتہ رفتہ وسعت حاصل ہوتی گئی۔ اب آپ اسقدر کامیاب ہوچکے ہیں کہ عام طور پر ہندو باشندگان حیدرآباد میں قومی بیداری کے آثار نظر آتے ہیں۔ دکن مہاسبھا، ہندو مہا...

ہندو یتیم خانہ، انجمن ترک ایذارسانی جانوران، اور دوسری بیشمار قومی و تعلیمی مجالس میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ آپکی عملی ہمدردی شریک نہو اپنی ہمت افزا تقریروں کے ذریعہ اچھوت ذاتوں میں بھی آپ نے جان پیدا کردی ہے۔ آپ کی سادہ زندگی میں ہمیں جو بات پسند ہے وہ یہ ہے کہ آپ کسی نمود و نمایش کے بغیر اِن کاموں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ صرف پنڈت صاحب ہی ایسے ہیں جن کی بدولت قومی زندگی نشو و نما پا رہی ہے۔

ہم غافلوں میں تو اِس ولولہ اور ایسے سکون و وقار کے ساتھ کام کرنے والا ایک بھی نہیں ہے۔

شہریاں پنڈت کیشو راؤ صاحب کے ایثار اور قومی درد کو ملاحظہ فرماکر حضور پرنور نے امرداد سنہ ۱۳۲۳ف میں آپ کو حیدرآباد ہائیکورٹ کا ہندو جج مقرر فرمادیا۔ سنہ ۱۳۲۳ف میں بیڑ اور سنہ ۱۳۴۳ف میں گلبرگہ کے فسادات محرم کے کمیشنوں میں بتعمیل فرمان خسروی آپ نے شرکت فرمائی۔

پنڈت صاحب کی شادی سنہ ۱۲۹۶ف میں کلم ضلع عثمان آباد کے دیسمکھ نرپت راؤ سرگیاشی کی صاحبزادی سے ہوئی، اوران دونوں سے پانچ اولادیں پیدا ہوئیں آپ کے تین فرزندوں میں سے مسٹر ونایک راؤ بیرسٹر بڑے ہیں۔ باقی دو وٹھل راؤ اور رام راؤ ابھی زیر تعلیم ہیں۔

(۷)

مرزا یار جنگ بہادر
بہادر

"مرزا یار جنگ بہادر" (نواب .... مرزا سمیع اللہ بیگ) خلف مرزا منصب بیگ صاحب۔ ولادت سنہ ۱۸۷۵ء میں امیٹھی ضلع لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر پائی۔ دس گیارہ سال کے ہوئے تو اپنے چچازاد بھائی ڈاکٹر اصغر بیگ مرحوم کے ہمراہ بریلی گئے۔ اور وہاں چند سال رہ کر سنہ ۱۸۹۱ء میں انٹرنس پاس کیا۔ اس کے بعد کرسچین کالج لکھنؤ سے

ایف۔ اے میں اور کننگ کالج سے جولائی ۱۹۰۹ء میں بی اے میں کامیابی حاصل کرلی۔ اسی سال بابو شیو سہائے آنجہانی کی تحریک اور مدد سے ایل ایل بی کا امتحان دیا۔ اور دوسرے یا تیسرے نمبر پر پاس ہوگئے۔

اُس زمانہ میں میر محمد تقی نصیر آبادی مرحوم کو لئے بریلی میں بوجہ کبر سنی ایک رفیق کار کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب نے اُن کی فرمایش کو قبول کر کے تقریباً ڈیڑھ سال تک اُن کا ساتھ دیا، اور پیشہ وکالت کے رموز و نکات سے بخوبی آگاہی حاصل کرلی۔ اُن کے انتقال کے تھوڑے عرصہ بعد لکھنو آگئے، اور وہاں کی عدالتوں میں کام شروع کردیا۔ چندروز میں جوڈیشل کے مرجوعہ پر قناعت کی۔ مارچ ۱۹۱۵ء میں ایڈوکیٹ مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں سرکاری نامزدگی سے کونسل صوبہ جات متحدہ میں داخل ہوئے، اور یکم ستمبر ۱۹۱۸ء کو مولوی عبد اللہ یوسف علی صاحب کی تحریک و اصرار پر حیدرآباد طلب کئے گئے، جہاں میر مجلسی عدالت العالیہ کا جائزہ حاصل فرمایا۔ مرزا یار جنگ کا خطاب ۱۳۳۱ھ میں عطا ہوا تھا۔ آپ کے عہد میر مجلس میں عدالت العالیہ اپنی جدید عمارت میں آئی، اور بارگاہ خسروی سے ۱۳۳۵ف میں عدالت العالیہ کے علو مرتبت کا منشور صادر ہوا۔

مرزا صاحب کو ملک کی تعلیم، سیاست، اور سعدلت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت سے دلچسپی ہے۔ ۱۹۰۹ء میں رکن استقبالی کمیٹی اور ۱۹۱۲ء میں سکرٹری استقبالی کمیٹی کی حیثیت سے کانگرس میں شرکت کی، اور آخر الذکر موقعہ پر ہندو مسلم اتحاد کی خاطر لکھنو کی مشہور قرار داد کے منظور کرانے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے لئے سکرٹری کمیٹی صوبہ اودھ کی حیثیت سے ایک رقم کثیر جمع کر کے داخل خزانہ کرائی۔ تقریباً ۱۹۱۵ء میں اسلامیہ ہائی اسکول لکھنؤ کے سکرٹری مقرر ہوئے، اور حیدرآباد آنے تک اس کے لئے کام کرتے رہے۔ اسی طرح مولوی کرامت حسین مرحوم کے وقف کردہ زنانہ مدرسہ کی کمیٹی میں بھی اُس زمانہ میں شرکت فرمایا کئے۔ ۱۹۱۴ء میں

منجانب گریجویٹس الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔

حیدرآباد میں تفریق اختیارات عاملانہ و عدالتی کی اسکیم، سرسید علی امام کے عہد صدارت عظمیٰ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مرزا یار جنگ نے اپنے عہدہ کے مناسب حال موزوں طریق پر اُس میں حصہ لیا تھا، اور اُس کے کامیاب بنانے کے لئے ہنوز ساعی ہیں۔ جامع عثمانیہ کے شعبۂ قانون کے اولین ممبر ہونے کی حیثیت سے آپ نے کانووکیشن ۱۳۳۵ف میں پہلی مرتبہ شرکت فرمائی۔ لیکن من حیث صدر، حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۵ء جو خطبۂ آپ نے ارشاد فرمایا تھا، اپنی نوعیت کے لحاظ سے تمام ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اُسمیں ملک کی غالب آبادی، یعنی فلاحین کے اصلاح حال کی ترجمانی آپ نے فرمائی تھی۔ اسی طرح ہندو مسلم اتحاد کے حصول کی خاطر آپ نے "ہند عہد اورنگ زیب میں" کے نام سے ایک مبسوط کتاب شایع کی۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر تین مرتبہ یورپ کا سفر اختیار کر چکے ہیں۔ پہلی مرتبہ ۱۹۱۲ء میں گئے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ و ۱۹۲۶ء میں دو مرتبہ اور تشریف لے گئے۔

(۸)

ناظر یار جنگ بہادر

"ناظر یار جنگ بہادر" (نواب .... ناظر الدین حسن) خلف مولوی نظام الدین حسن صاحب مرحوم سابق رکن عدالت العالیہ سرکار آصفیہ و ڈپٹی کمشنر صوبۂ برار۔ آپ کے جد نامدار مولوی محمد حسن صاحب مرحوم وظیفہ یاب رکن عدالت العالیہ حیدرآباد تھے۔ بتاریخ ۱۲ ار دی بہشت ۱۲۹۱ف (م ۲۰ مارچ ۱۸۸۲ء) آپ کی ولادت قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ میں واقع ہوئی۔ ابتدائی مکتبی تعلیم کے بعد مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں داخل ہوئے؛ جہاں گیارہ سال زیر تعلیم رہکر ۳ نومبر ۱۹۰۲ء کو بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مقررہ نصاب میں عربی کو خصوصیت کے ساتھ جگہ دیجاتی رہی، بلکہ عربی کی خاطر گھر پر بھی سعی کی گئی۔ ۱۹۰۲ء کے آخر آخر یورپ میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا؛ جہاں کیمبرج، لندن

اور ڈبلن میں تعلیم پاکر ایم، اے۔ ایل ایل بی، اور ایل ایل ڈی کی ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ دوران تعلیم میں اپنے اساتذہ سے ہمیشہ لیاقت نامے حاصل فرماتے رہے۔

۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء کو آپ بیرسٹر بنے، اور پچیس روز بعد انگلستان میں پریکٹس شروع کر دی۔ زمانہ قیام انگلستان میں آپ نے اسکاٹلینڈ، فرانس، جرمنی، اور سوئزرلینڈ کی سیاحت فرمائی، اور واپسی کے وقت مراکش، ہسپانیہ، قسطنطنیہ اور قاہرہ کی سیر کی۔ یورپ کے قیام اور وہاں کے طرز ماند و بود سے اسقدر اثر پذیر ہوئے، کہ ہمیشہ کے لئے خالص مشرقی بن گئے۔ لیکن اس باب میں بڑا دخل آپ کے والد مرحوم کی اعلیٰ تربیت کو حاصل ہے؛ جو اپنے فرزند کی جانب سے ایک آن غافل نہ ہوتے تھے۔ آپ گھر پر رہے یا باہر علیگڈھ میں قیام کیا یا ولایت میں، بہرحال ایک ضعیف العمر اتالیق ہمیشہ سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہے۔ ان بزرگوار کی نورانی صورت علیگڈھ میں ہمیں بھی نظر آئی تھی۔

علیگڈھ میں ناظر الدین صاحب کمانڈر کے لقب سے شہرت عام رکھتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ جس زمانہ کو موجودہ نسل کے نوجوان، اوقات تعلیم کے علاوہ کرکٹ، فٹبال وغیرہ پر صرف کرتے ہیں، ڈاکٹر ناظر اُسے فوجی قواعد، شہسواری، اور پولو پر صرف کیا کرتے تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جو روح اُس زمانہ میں آپ کے اندر پیدا ہوئی تھی؛ اب تک تو آپ کا ساتھ دے رہی ہے۔ گھوڑے کی سواری کا شوق ایام طالب علمی میں آپ کو بدرجۂ غایت تھا۔ نواب سر افسر الملک بہادر کی بزرگانہ توجہ نے اس شوق سے متعلق گویا سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اور آپ کو امپیریل سروس لانسرس میں سواری کی مشق کا کافی موقعہ مل گیا۔ جنگ عظیم کے دوران میں جب ہندوستان کی مدافعتی فوج کی تحریک ہوئی تو آپ نے بھی الہ آباد یونیورسٹی کور میں شرکت کر کے ۱۸-۱۹۱۷ء میں لکھنؤ اور دہرہ دون میں فوجی تربیت حاصل کی۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کا پہلا دہا ختم ہوتے ہوتے آپ ڈاکٹر و بیرسٹر بن کر ولایت سے وطن تشریف لے آئے، اور ۲۰ دسمبر ۱۹۱۰ء سے اپنے

واجد کے حکم سے لکھنؤ میں وکالت شروع کردی۔ لکھنؤ جیسے مقام پر غیر معمولی ذہن و ذکا کا آدمی کامیابی حاصل کیا کرتا ہے۔ ڈاکٹر ناظر بھی اسی قسم کے نوجوان تھے کہ تھوڑے عرصہ میں اپنے ہم پیشہ لوگوں کی صف اول میں آگئے۔ اس زمانہ میں آپ کی وکالت کی شہرت اس قدر ہوگئی تھی کہ آپ دور دور جانے لگے تھے۔

حضور پُرنور کے حکم محکم پر آپ ۲۲ مردے ۱۳۲۸ف کو ملازمت سرکاری میں داخل ہوئے، اور نظامت صدر عدالت اورنگ آباد پر مامور فرمائے گئے۔ وہاں سے میدک، اور میدک سے گلبرگہ کو آپ کا تبادلہ حسب فرمان خسروی ہوا۔ اس عرصہ میں جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ میں بتقریب سالگرہ مبارک، ناظر یار جنگ کے خطاب سے سرافرازی پائی۔ بہمن ۱۳۳۵ف میں رکنیت عدالت العالیہ کے منصب پر ترقی یاب ہوئے۔

نواب ناظر یار جنگ بہادر من حیث مصلح و مقرر، ایک خاص سیرت رکھتے ہیں جس کا اثر علی العموم آپ کے حلقۂ احباب اور سوسائٹی پر پڑتا ہے۔ خدا کرے یہ بات آپ کے فرزند مصطفےٰ کمال الدین حسن اور دوسرے لڑکوں کو بھی حاصل ہو۔

(۹)

ہاشم یار جنگ بہادر ہاشم یار جنگ بہادر" (نواب.... ہاشم معز الدین) خلف سیٹھ معز الدین صاحب۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۸ مہر ۱۲۸۷ف (م ۳۰ اگست ۱۸۷۸ء) بمبئی میں واقع ہوئی۔ ابتدائی و مذہبی تعلیم کے بعد بمبئی کی مختلف درسگاہوں میں تعلیم حاصل فرمائی، اور اس دور کو بھی خوبی کے ساتھ تمام کیا کہ بمبئی یونیورسٹی سے ایم اے، بی ایل، کے سندات حاصل کرلئے۔ بمبئی میں آپ کے خاندان کے متعدد افراد بیرسٹر اور وکیل تھے، اس لحاظ سے یہ ایک قدرتی بات تھی کہ آپ بھی اس جانب توجہ فرمائیں؛ چنانچہ بعد فراغ تعلیم حیدرآباد آکر آپ نے وکالت شروع کی، اور تقریباً چار سال تک رزیڈنسی اور سرکار عالی کی عدالتوں میں کامیابی کے ساتھ پریکٹس کرتے رہے۔

سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں آپ مددگار عدالت صوبہ ورنگل کی حیثیت سے ۲۴ فروردین سنہ ۱۳۱۷ ف کو داخل ہوئے۔ دو سال بعد ناظم چہارم عدالت دیوانی بلدہ کے عہدہ پر حیدرآباد طلب کئے گئے، لیکن چالیس روز سے زیادہ آپ کو بلدہ میں نہ رہنے دیا گیا، اور فوری ضرورت کے لحاظ سے نظامت عدالت دیوانی پر آپ کو بیدر روانہ کیا گیا۔ معتمدی عدالت العالیہ کے فرائض انجام دینے کے لیے آبان ۱۳۲۱ ف میں مکرر بلدہ طلب ہوئے۔ لیکن اسوقت تک عدالت دیوانی بلدہ میں متعین ہے کہ عدالت مذکورہ کے مستقل ناظم دوم مقرر ہو گئے۔ نظامت اول پر استقلال اردی بہشت ۱۳۲۴ ف میں حاصل ہوا۔ اگلے سال نظامت صدر عدالت صوبہ گلبرگہ شریف پر ترقی ملی۔

اپنے دوران ملازمت میں آپ نے اس قدر جفاکشی، معاملہ فہمی، اور دیانت سے کام کیا تھا کہ آپ کے ان صفات کو سن کر حضور پرنور نے جمادی الآخر سنہ ۱۳۴۳ھ میں آپ کو ہاشم یار جنگ کے خطاب سے معزز و ممتاز فرمایا۔ حیدرآباد ہائیکورٹ کی کرسئ ججی پر آپ کو غرہ رجب سال مذکور سے ترقی ملی ہے۔

نظماء

(۱)

راجہ اندر کرن بہادر

"اندرکرن بہادر" (راجہ ....) خلف راجہ راجان مرلی منوہر آنجہانی راجہ راجان حیدرآباد کے روشن خیال امرائیں سے، راجہ شیوراج سرگباشی کے برادر اصغر تھے۔ ان کی علمی دلچسپیاں یہاں مشہور عام ہیں۔ خود تصنیف و تالیف کے شایق اور اہل فن کے قدر دان تھے۔ راجہ اندر کرن بہادر و راجہ دہرم کرن بہادر دو فرزند یادگار چھوڑے۔ فرزند اکبر راجہ اندر کرن بہادر بتاریخ ۱۳ر آذر ۱۲۷۵ف پیدا ہوئے۔ اپنے خاندان کے مکتب میں فارسی درس کی تحصیل فرما کر انگریزی کی جانب متوجہ ہوئے۔ حیدرآباد کے امیرزادوں میں سے آپ نے سب سے پہلے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

تعلیم سے فراغت حاصل ہوئی تو کار آموز کی حیثیت سے ہر شہریور ۱۳۰۵ف کو سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے، اور تقریباً آٹھ سال تک اسی حالت پر برقرار رہے۔ ۱۰ر تیر ۱۳۱۳ف کو سپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈز کی منصبانہ خدمت پر آپ کا تقرر عمل میں آیا، اور دو سال بعد اول تعلقدار ضلع بیڑ کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس حیثیت سے آپ گلبرگہ شریف میں بھی قیام فرما رہے، جہاں باوقات مختلفہ چار مرتبہ صوبہ داری کے عارضی فرائض انجام دینے کے بعد ۱۶ر فروردی ۱۳۲۳ف کو کمشنر کروڑگیری کے عہدہ پر فائز ہوئے

لیکن تیسرے روز آپ کو صوبہ داری گلبرگہ کا منصب عطا فرمایا گیا۔ صوبہ داری میں
آپ کا تبادلہ ۲۰ مہر ۱۳۲۸ف کو ہوا۔ صوبہ داریاں تخفیف میں آئیں تو نظامت
کروڑ گیری پر آپ کا تقرر ۳۰ آذر ۱۳۳۲ف کو ہوا۔ اس عرصہ میں ایک بار معتمدی
مال کے فرائض بھی بڑے چندے انجام دئے۔ حیدرآباد، بیڑ، اور میدک کے
آپ کی سرکاری زندگی کا بڑا حصہ گلبرگہ شریف میں گزرا ہے۔ اس صوبہ کے عام باشند
کی فلاح، اور ان کے قلبی و دماغی نشوونما کی خاطر آپ ہمیشہ ساعی رہے ہیں۔

راجہ بہادر کا خطاب آپ کو ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ کو بہ تقریب سالگر
حضرت غفران مکاں کی پیشگاہ سے عطا ہوا تھا۔ بارگاہ حضور پرنور سے آپ کو یہ سرفر
عطا ہوئی کہ راجہ راجان راجہ شیوراج دہرم ونت کی زندگی ہی میں اُن کے وا
قرار پائے۔

(۳)

خواجہ انور حسن صاحب

"انور حسن صاحب" (مولوی خواجہ ....) خلف حکیم خواجہ حیدر حسن صاحب۔ پانی
ضلع کرنال کا قبیلۂ انصاریاں اپنے وطن کی تاریخ میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے، اور اس
بعض افراد نے تو تاریخ ہند کے مختلف شعبہ جات میں علمی و عملی حیثیت سے اپنے لئے
نمایاں جگہ پیدا کر لی ہے۔ مولانا حالی مرحوم قصبہ کے مخصوص بزرگوں میں سے
فرد فرید تھے۔ مرحوم کے دو فرزند خواجہ سجاد حسین مرحوم، اور حافظ اخلاق حسین صا
راقم نے قدیم تہذیب سے متصف پایا ہے۔ حافظ صاحب مدتوں راقم کے وطن قصبہ
چھپوند میں بحالت ملازمت قیام پذیر رہے، اور وہیں اپنی ملازمت کو باحسن الوجود
ختم فرمایا۔ پانی پت کے دوسرے مخصوصین میں مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب اور
اُن کے دو چھوٹے بھائی خواجہ غلام الثقلین مرحوم اور خواجہ غلام السبطین صاحب
شمار کئے جاتے ہیں۔ خواجہ غلام الثقلین مرحوم مصلح و مقنن کی حیثیت سے شہرت عام

رکھتے تھے، اور آن کے بڑے بھائی مقرر و مصنف کی حیثیت سے روشناس ادب ہیں۔
قبیلۂ انصاریان کی جس شاخ کے ایک فرد کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں، اُس میں سے خواجہ انورحسن صاحب اور خواجہ منورحسن صاحب نے قدیم و جدید تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہو کر اپنے آپ کو سرکار آصفیہ کی خدمتگزاری کے لئے وقف فرمایا ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر صرف اول الذکر کا بیان ہے۔ خواجہ انورحسن کی ولادت وطن ہی میں بتاریخ ۱۳ محرم شہر پوریشہ ۱۲۸۶ف (م ۲۷ اگست ۱۸۷۶ء) واقع ہوئی۔ وطن کی مکتبی تعلیم کے بعد اینگلو عربک ہائی اسکول و سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی میں بی اے تک انگریزی کی تحصیل فرمائی۔ دوران تعلیم میں ہمیشہ اپنی جماعت کے اندر اول آتے اور پہلا انعام پاتے رہے۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں بی اے پاس کر لینے کے بعد فن تعمیر کی جانب راغب ہوئے، اور رڑکی کالج میں دو سال سول انجنیری کی تعلیم پاکر ڈگری حاصل فرمائی۔

تعلیم سے فراغت پاکر سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوئے، اور مسٹر فاؤلر اور سر آرتھر جونس جیسے مشہور انجنیروں کے تحت نو وصیانہ جاکھل ریلوے کی تعمیر کے کام پر متعین کئے گئے۔ وہاں دو سال کی مدت میں سے چند ماہ تو پرسنل اسسٹنٹی کے فرائض پر صرف فرمائے، اور باقی زمانہ میں تعمیری کام کرکے اپنے بالادستوں کی تحسین و آفرین حاصل فرمائی۔ میسور ویسٹ کوسٹ (مغربی گھاٹ) ریلوے کی پیمائش پر اسکے بعد مقرر رہے۔ مگر ایک سال بعد صیغہ آبپاشی صوبہ برہما میں منتقل ہوگئے، اور شمالی برہما میں ماڈلے کینال اور مون کینال کے تعمیری کام پر متعین رہے۔ آخر الذکر نہر کے ہیڈ ورکس کی تعمیر و نگرانی بطور خاص آپ کے سپرد تھی۔

اسی زمانہ میں سرکار آصفیہ کو چند تجربہ کار انجنیروں کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے برہما کی ملازمت ترک کرکے دکن کا قصد فرمایا، اور اس یہاں تو از سر نو پیچ آپ کا تقرر ایگزیکیٹو انجنیر ضلع رائچور کی خدمت پر بتاریخ ۱۲ مرار دی بہشت سنہ ۱۳۱۲ف عمل میں آیا۔ وہاں اپنے چار سال بسر کرنے کے بعد آپ کا تبادلہ حیدرآباد کو ہوا، جہاں

درجہ کی ترقی پاتے ہوئے آپ نے مددگار سوپرنٹنڈنگ انجینئر کا عہدہ حاصل فرمایا، محکمۂ تعمیرات شاخ شرقی پر آپ کو بتوجہات شاہانہ ترقی عطا ہوئی۔ اس عرصہ میں آپ نے کارِ تعمیر سے متعلق چند مختصر رسائل تحریر فرمائے؛ جن سے حسبِ ضرورت فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

زیارات عتبات عالیات کا شرف و افتخار تو مدت ہوئی خواجہ صاحب حاصل فرما چکے ہیں، مگر زیارت مشہد مقدس کی غرض سے ایران کا سفر آپ نے ۱۳۳۱ف میں اختیار فرمایا تھا۔

خواجہ انور حسنؒ صاحب کی شادی وطن میں بنت عم سے ہوئی تھی؛ جن کے بطن سے دو لڑکیاں اور ایک فرزند خواجہ سرور حسن ہیں۔ مسٹر سرور علیگڈھ کالج سے بی اے پاس کرکے ولایت گئے، اور وہاں بی اے، ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے سوا بیرسٹری کے امتحان سے بھی فراغت حاصل کر چکے ہیں، اور اب دنیائے عمل اُنکے سامنے ہے۔

(۳)

ڈاکٹر حامد علی صاحب

حامد علی صاحبؒ (ڈاکٹر سید......) خلف میر محمود علی صاحب وکیل مرحوم ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد بلدہ کے نامور وکیل، اور برادر اکبر مُلا محمدؐ علی صاحب مرحوم سرکار ابدقرار کے مشہور مہتمم بندوبست تھے۔

اپنے وطن بریلی واقع خطۂ روہیلکھنڈ میں ۱۸۷۵ء میں سید حامد علی پیدا ہوئے سات سال کے سن کو پہنچے تو ۱۸۸۲ء میں حیدرآباد طلب کیے گئے۔ یہاں ابتدائی مکتبی تعلیم کے بعد گلوریا اسکول اور سینٹ جارجز گرامر اسکول میں انگریزی مڈل تک تعلیم پائی۔ اس کے بعد علیگڈہ روانہ کیے گئے، جہاں مدرسۃ العلوم میں انٹرنس پاس کرنے کے بعد انٹرمیڈیٹ کے دو سال گزارے۔ امتحان کی ابھی نوبت نہ آئی تھی کہ میڈیکل کالج لاہور میں شرکت کا موقعہ مل گیا، اور وہاں چار سال رہ کر فرسٹ ایل ایم ایس کے

ں کامیابی حاصل کرلی۔ اس نمایاں کامیابی کے صلہ میں سرکاری
ہ سال تک اس سے فائدہ حاصل کیا ہوگا کہ آپ کے بزرگوں نے
ے کا تصفیہ فرمایا، اور جوان سال طالب علم کو عزم سفر کرنا پڑا۔
ی مدارج باضابطہ طور پر ہندوستان ہی میں طے کر لئے تھے، اس
حامد علی نے تمام امتحانات سے فراغت حاصل فرمائی۔ ابتدائے
ل آر سی پی کے لئے کامیاب سعی کی، مگر بعد کو ایل آر سی
سگو سے حاصل ہوئی۔ کیمبرج سے ڈی پی ایچ کی ڈگری حاصل
ے ایک سال بعد کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر حامد علی نے
کیا کہ فن قابلہ سے متعلق عملی تجربہ حاصل کیا جائے؛ چنانچہ اپنے اس
ی آر سی پی کی ڈگری حاصل کرکے فرمائی۔ ان فنون کی تحصیل فرمانے
ں کرنے کی غرض سے اعزازی طور پر چار ماہ تک رائل آپ تھالمک
ہے۔ اسی عرصہ میں اپنے اعلیٰ سندات اور قابلیت کی بدولت انگلستان
اپنے پیشہ سے متعلق ملازمت حاصل فرمائی، اور چار سال تک نہایت
، فرائض انجام دیتے رہے۔ اس ملک میں ڈاکٹر صاحب کی آخری
سر روبل ہل اسائلم برمنگھام تھی۔

شن نے زیادہ عرصہ تک وہاں قیام کی اجازت نہ دی۔ حیدرآباد آئے
طاعون کی ابتدا ممالک محروسہ سرکار عالی میں بھی ہو گئی تھی۔ اس
ی خدمت پر مامور ہوکر لاسور تشریف لے گئے، جہاں تقریباً چودہ
۔ اس کے بعد افسر حفظان صحت حلقہ چادرگھاٹ کی حیثیت سے سررشتہ
ے۔ رفتہ رفتہ ڈپٹی کمشنر، ازاں بعد پلیگ کمشنر صفائی کے عہدہ پر
ں اور صفائی دونوں کے کمشنر ہیں۔

۔ ڈاکٹر حامد علی سررشتہ صفائی میں داخل ہوئے، ممالک محروسہ کو دو نئے

اپنا کام دکھانے اور صلہ پانے کے متعدد موقع حاصل کرتے رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضور غفران مکان کے عہد میں ڈاکٹر صاحب کو طغیانی رود موسیٰ اور شدت طاعون میں کام کرنیکا موقعہ ملا، اور دونوں مرتبہ حضرت کی خوشنودی مزاج بوساطت مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنہ بہادر مدار المہام وقت حاصل فرمائی۔ آخر الذکر موقعہ پر گھڑی بھی عطا ہوئی تھی۔

انفلوئنزا کی سند خوشنودی نواب سر مؤید الملک بہادر کے ذریعہ سے پائی تھی حضور شہزادہ ویلس کے تشریف فرمائے بلدہ ہونے کے زمانہ میں آپ نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا تھا۔ اس لحاظ سے منجانب سرکار عالی طلائی گھڑی عطا کیگئی تھی۔ اسی طرح لارڈ ریڈنگ نے حیدرآباد کی صفائی سے خوش ہو کر بنفس نفیس آپ کو طلائی لنکس عنایت فرمائے تھے۔

ڈاکٹر حامد علی کی شادی کپتان احمد بن عبداللہ کی دختر سے سنہ ۱۸۹۶ء میں ہوئی تھی ان کی چار صاحبزادیوں میں سے دو اب بقید حیات ہیں۔

(۴)

مولوی خورشید علی صاحب

خورشید علی صاحب (مولوی ....) آپ کی ولادت بتاریخ ۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۰۲ھ (م ۲۴ اکٹوبر ۱۸۸۴ء) واقع ہوئی۔ تاریخی نام سید خورشید علی ہے۔ تعلیم زیادہ تر طالب العلمانہ حیثیت سے خانگی طور پر پائی۔ مدرسہ فخریہ میں بھی درس حاصل کرنے کا فخر حاصل کیا۔ انگریزی تعلیم اُس وقت کی تقریباً تمام مقامی اعلیٰ درسگاہوں میں حاصل کی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول، سٹی ہائی اسکول، اور نظام کالج میں سے کوئی ایک مدرسہ بھی ایسا نہ تھا جس میں ہمارے جوان ہمت جواں سال طالب علم نے شرکت کر کے اپنی زندگی کے خوشگوار ایام نہ گزارے ہوں۔

یکم آذر سنہ ۱۳۱۹ف کو دفتر معتمدی فینانس میں ملازم ہوئے۔ ابتدا میں دفتر کے اندر تدریجی ترقیاں پاتے رہے، لیکن مسٹر گلانسی پر جب آپ کی اندرونی خوبیوں کا اظہار ہوا تو سب سے پہلے موقعہ پر مددگار معتمد کی ایک جائداد وضع کر کے اُس کو مسٹر

خورشید علی کے پانے نام کر دیا۔ نظامت پر اس کے بعد آپ نے ترقی پائی، اور اب ناظم دفتر دیوانی و مال ہیں۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ مولوی خورشید علی صاحب نے نہ صرف ایک سررشتہ بلکہ ایک دفتر میں کارگزار رہ کر اپنی فرض شناسی کی بدولت اسقدر ترقی حاصل کی ہے۔ جو تجربہ آپ کو اپنے سررشتہ کا حاصل ہوا ہے، وہ بہت قابل قدر ہے۔ محکمہ فینانس کے صیغہ فرمان سے آپ کا تعلق چونکہ ابتدا سے رہا ہے، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ گویا عصر حاضرہ کی متحرک تاریخ ہیں۔

ایک اہل قلم کی حیثیت سے مولوی خورشید علی صاحب اپنے معلومات کو ملک کے موقر ادبی رسائل پر منتقل فرماتے رہے ہیں، اور یہ تو حال کی بات ہے کہ رسالہ ترقی حیدر آباد کے دوران اشاعت میں آپ نہ صرف اُس کی قلمی معاونت فرماتے رہے بلکہ مالی امداد سے بھی دریغ نہ فرمایا۔ اسی طرح سوسائٹی کی خدمات کا ولولہ بھی ایک مدت سے آپ کے قلب میں موج زن ہے۔ متعدد ملکی و قومی انجمنوں کے مفید رکن ہونے کے ما سوا آپ کی توجہ عملی طور پر نظام کلب، والنٹیر کلب، دار المعذورین، اور حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس کی ترقی کی جانب مائل ہے، اور ان سب کے آپ سرگرم معتمد ہیں۔

(۵)

رحمت اللہ صاحب (مولوی محمد.........) خلف حاجی محمد قدرت اللہ صاحب مرحوم۔ مولوی رحمت اللہ صاحب

آپ دکن کے ایک قدیم خاندان کے فرد ہیں۔ آپ کے ایک بزرگ حضرت غفران مآب میر نظام علیخاں کے ہمرکاب سفر کھڑلہ و پانگل میں شریک، چار صدی منصب پر خطاب خانی سے سرافراز تھے۔ آپ نے بھی اس منصب سے ورثہ پایا ہے۔ آپ کے جد منشی محمد علی صاحب مرحوم، نواب سر آسمانجاہ مرحوم کے اتالیق و استاد تھے، اسی لحاظ سے آپ کے والد ماجد کو شریک درس رہنے اور فراخور مرتبہ اس خاندان سے تمتع حاصل کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ آپ کے مرحوم نے اپنے دور تعلقداری مال کو حسن د خوبی کے ساتھ ختم فرمایا۔ آپ کے نانا نواب محی الدولہ مرحوم

بھائی، اور بچپن سے نواب سر سالار جنگ اعظم سرکار آصفیہ میں بمنصب جمعداری سے سرافراز تھے۔

محمد رحمت اللہ صاحب کی ولادت غرۂ رمضان ۱۳۰۵ھ شب پنجشنبہ کو حیدرآباد میں واقع ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم قدیم طرز پر مدرسہ غوثیہ دارالعلوم میں پائی۔ اپنے اساتذہ میں سے مولوی سید عبد اللہ صاحب کے اشفاق اب بھی آپ کو یاد ہیں؛ جنہوں نے نتیجہ تہذیب خصوصیت کے ساتھ اپنے اس شاگرد کو پڑھائی تھی۔ بارہ سال کے سن میں الدین کے ہمراہ مفصلات پر جانے کے باعث انگریزی تعلیم کا آغاز ہوا۔ مکتبی تعلیم کی شرکت سے دماغ میں اس قدر روشنی آگئی تھی کہ دو سال میں ہنمکنڈہ اسکول سے مڈل اور اگلے دو سال میں علیگڈہ اسکول سے ۱۹۰۱ء میں انٹرنس پاس کر کے نظام کالج میں داخل ہو گئے۔ سال دوم میں تھے کہ ۱۹ ماہ خورداد ۱۳۱۵ف کو منظوری سرکار موعود انتخاب سوم تعلقدار مال قرار پائے، اور بوہلۂ اول امتحانات مقررہ میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل کر لی۔ انٹرمیڈیٹ میں ۱۹۰۵ء میں کامیاب ہوئے۔

انگلستان جانے کا قصد تھا، مگر سر جارج کیسن واکر کے ایما پر سررشتۂ مال سرکار انگریزی کا تجربہ آپ کے لئے ضروری قرار پا گیا، اور احاطۂ مدراس کے اضلاع بلہاری و کرشنا میں اسسٹنٹ کلکٹر کی حیثیت سے مختلف شعبہ جات میں کام انجام دیا۔ ستمبر ۱۹۰۶ء میں یکسالہ مدت ختم کر کے وطن واپس ہوئے تو وہاں کے عہدہ داران ذی وقعت سے سنجیدگی، حسن سیرت، اور کاردانی کی سندیں لے کر آئے، اور یہاں اکزامنر آف اکاؤنٹس کے ساتھ تنقیح حسابات کے کام میں مشغول ہو گئے۔ شہریور ۱۳۱۹ف میں سوم تعلقدار کا ماریڈی کی خدمت سے ملازمت کا آغاز ہوا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد بمقام جالنہ مصنوعی جنگ قرار پائی تو ایک حصۂ ملک کی سربراہی کا کام انجام دیکر مسٹر محمد رحمت اللہ نے افسران فوج سے بڑی تعریف و توصیف حاصل کی۔ کاماریڈی سے مختلف مقامات پر تبادلے ہوتے رہے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں تحصیل کا مرافعہ سننے کے لئے اول درجہ کے

اختیارات فوجداری آپ نے حاصل فرمائے۔ ۱۵ ار دے ۱۳۲۲ف کو مددگار معتمد فینانس کی جگہ پر آپ منتقل کئے گئے؛ جہاں ۱۳ ار اسفندیار ۱۳۲۷ف تک کارگزار رہے۔ اس عرصہ میں تقریباً تمام سررشتہ جات سرکاری کے کام کی جانچ، اور اُن کی تجاویز سے متعلق اپنی رائے کے اظہار کا موقعہ آپ کو حاصل ہوتا رہا۔ اپنی ملازمت فینانس کے آخری ایام میں جب مسٹر رحمت اللہ صدر محاسبی احاطۂ مدراس سے کام کا تجربہ حاصل کرکے واپس ہوئے تو محکمہ جات مال وفینانس کے درمیان آپ کے باب میں گفت وشنید ہوئی، اور باوجودیکہ مسٹر گلانسی نیابت صدر محاسبی دینے کا وعدہ کررہے تھے، آپ نے اپنے لئے محکمۂ مال ہی کو پسند فرمایا۔ اس موقعہ پر عطائے الونس کے سواہمت افزا الفاظ میں بارگاہِ خسروی سے آپ کی تعریف کی گئی تھی۔

جب سررشتہ جات اعداد وشمار، بہائم شماری، اور مردم شماری کے قیام کی تجاویز بروئے عمل لائی گئیں تو ان کی نظامت پر مولوی محمد رحمت اللہ کو سرافرازی عطا ہوئی۔ ختم کار مردم شماری پر خوشنودی مزاج کی عزت حاصل ہوئی۔ یہ واقعات تیر ۱۳۲۰ف اور اس کے بعد کے ہیں ۱۳۳۳ف میں اضلاع گلبرگہ، رائچور، اور عثمان آباد قحط سے اثر پزیر ہوئے، تو اس کی ہنگامی نظامت کے کام کو بھی آپ انجام دیتے رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ پورے دوران قحط میں ساڑھے پانچ لاکھ سے زیادہ نفوس پر پانچ لاکھ انسٹھ ہزار آٹھ سو انتیس روپیہ پانچ آنہ چار پائی سے زیادہ مصارف ہونے پائے تھے۔ اگرچہ اِن کاموں، یعنی مردم شماری، بہائم شماری، اعداد شمار، اندازہ فصول اور نرخہائے تھوک فروشی و چلر فروشی پر مولوی رحمت اللہ کے مختلف مطبوعات موجود ہیں، اور سرکار انگریزی کی تالیفات میں بھی، اِن مسائل سے متعلق، اُن سے مدد لیجاتی ہے، لیکن آپ کے قلمی کاموں میں زیادہ اثر خیز وہ کام ہے، جس کا تعلق اضلاع سرکار عالی کے گزیٹیر سے ہے۔ مولوی مرزا مہدی خاں کوکب کی تصنیف نقش اول تھی، جس میں بیس سال کے بعد وسعت کی گنجایش پیدا ہوگئی ہے۔ یہ اب

زیر تالیف واشاعت ہے۔

مولوی رحمت اللہ کی شادی مولوی میر مسعود خاں صاحب اول تعلقدار وظیفہ یاب کی دختر سے ہوئی تھی۔ آں جنت نصیب نے اپنی یادگار تین بیٹوں اور تین بیٹیوں کو چھوڑا ہے۔ فرزندوں کے نام محمد ولی اللہ، محمد خلیل اللہ، اور محمد کرامت اللہ ہیں۔

(۶)

رفعت یار جنگ بہادر ۔ (نواب ضیاء الحق فصیح الدین احمد) خلف نواب فصاحت جنگ بہادر اول مرحوم، آپ نواب نظامت جنگ بہادر کے برادر اکبر ہیں۔ ولادت بتاریخ ۲۸ مہر اردی بہشت ۱۲۶۸ف واقع ہوئی۔ حیدرآباد، علیگڈھ، اور انگلستان میں تحصیل علم فرما کر من حیث کار آموز امرداد ۱۳۰۳ف کو سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے۔ زائد مددگاری صوبہ گلبرگہ شریف کی خدمت اندرون سال حاصل فرمائی، اور اسی حیثیت سے آپکا تبادلہ ورنگل کو ہوا۔ جنگاؤں اور بھونگیر میں تھوڑے عرصہ کے لئے ۱۳۰۵ف میں دوم تعلقداری کی خدمت پر سرکار رہے۔ لیکن اوائل ۱۳۰۶ف میں ترقی کے ساتھ عہدہ ڈپٹی کمشنر کروڑگیری کیلئے بلدہ طلب کئے گئے، اور جب محکمہ مالگزاری کے صیغہ زراعت وتجارت کو کسی تجربہ کار مددگار کی ضرورت پیش آئی تو اس کام کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ جمی کنٹہ اور سدی پیٹھ کی دوم تعلقداریاں یکے بعد دیگرے، اس کے بعد، آپ کو ملیں، اور یہ حالت اُس وقت تک قایم رہی کہ آپ ضلع ایلگنڈل کے منصرم اول تعلقدار زاں بعد مددگار صوبہ وار مقرر ہوگئے۔

رفعت یار جنگ بہادر

مستقل اول تعلقداری ضلع بیدر کے عہدہ پر آپ کو خورداد ۱۳۱۲ف میں ترقی ملی جہاں اپنی محنت اور بہت سی انسانی خوبیوں کے نمایاں کرنے کا کافی موقعہ مل گیا۔ آپ کے قیام بیدر کے زمانہ میں ضلع بیدر کے اندر بہت ہی قابل قدر تعلیمی و معاشرتی اصلاحیں عمل میں آئیں، اور محکمہ جات سرکار میں متعدد تبدیلیاں اور ترقیاں رونما ہوئیں

اِن سب میں ذاتی طور پر آپ کے دل و دماغ نے کام کیا، اور اپنے پس رووں کے لئے اپنے بعد آپ نے قابل مثال سرکاری زندگی چھوڑی۔

رفعت یار جنگ کا خطاب آپ کو بعہد حضرت غفران مکاں سرفراز ہوا تھا۔ اول تعلقدار کی حیثیت سے نواب رفعت یار جنگ بہادر نلگنڈہ، ورنگل، اور نظام آباد میں ایک عرصہ تک کارفرما رہے، اور تین مہینے کی اُس مدت کے سوا جب آپ نے نیابتاً صوبہ داری ورنگل کارفرمائی کی تھی، آپ کی اس حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ صوبہ داری اورنگ آباد کا عہدۂ جلیلہ آپ کو آذر ۱۳۲۸ف میں بارگاہِ خسروی سے عطا ہوا تھا۔ دو سال سے زیادہ اس منصب پر فائز رہنے کے بعد آپ کو نظامت عطیات پر سرفرازی حاصل ہوئی۔ بالآخر مدت ملازمت ختم ہونے پر آپ نے ۱۳۳۳ف میں وظیفہ حسن خدمت پر ملازمت سے سبکدوشی حاصل فرمائی۔

(ے)

سردار نواز جنگ بہادر

"سردار نواز جنگ بہادر" (نواب...... سید سردار علی خاں) خلف اوسط سردار دلیر الملک مرحوم آپ کا تعلق بلدہ کے سادات حسنی سے ہے۔ شاہان عادل شاہیہ کے عہد سلطنت میں آپ کے بزرگ مدینۂ طیبہ سے وارد بیجاپور ہوئے، اور مناصب شایستہ سے سرافراز کئے گئے۔ آپ کے پدر گرامی قدر کو حیدرآباد میں سب لوگ جانتے ہیں؛ جو اس سرکار ابد قرار میں متعدد خدمتوں پر رہ کر بمقام لندن رہ سپار عالم جاودانی ہوئے۔

سردار علی خاں صاحب کی ولادت بلدہ میں بتاریخ ۷ امرداد ۱۲۸۸ف واقع ہوئی۔ اپنے والد ماجد کی زندگی میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اُن کی رحلت کے بعد تجارت کی جانب مائل ہوئے، اور عرصہ تک کامیابی کے ساتھ اِس شغل کو جاری رکھا۔ بمبئی کا مشہور واٹسن ہوٹل مع اپنے ملحقات کے آپ ہی کی ملکیت میں تھا۔ آپ کی اس سکونت گاہ عامہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جس قدر علماء و صلحاء اور مشاہیر

وارد بمبئی ہوتے تھے، وہ آپ کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے اُس کے زیر سایہ آرام پاتے تھے۔ نواب محسن الملک مرحوم سے آپ کے تعلقات خاص تھے، اور اسی لحاظ سے قومی ضرورتوں کے وقت مرحوم آپ کی جیب پر بار ڈالنے میں تکلیف کو مطلق راہ نہ دیتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں مسلمانانِ ہند کے مشہور وفد کو شملہ پہنچانے کا نواب صاحب نے قصد فرمایا، تو آپ نے اُس کے مصارف کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ذمہ لیا، اور نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ، رقم کثیر ادا فرمائی۔ خود منجانب مسلمانان سکندرآباد شریک وفد ہوئے، اور اُس کے کامیاب بنانے میں سعی بلیغ سے کام لیا۔ یہ واقعہ قابل نظرانداز نہیں ہوسکتا کہ نواب صاحب مرحوم اپنے اقربا سے دور اپنی آخری گھڑیاں شملہ میں گزار رہے تھے، تو صرف آپ اُن کی تیمارداری میں مشغول تھے۔ مرحوم نے آپ ہی کی زبان سے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو آخری پیام بھیجا تھا۔ اس واقعہ کو مولانا شبلی صاحب مرحوم نے نواب صاحب کے مرثیہ میں بیان فرمایا ہے۔

سید سردار علی خاں صاحب کا شمار دورِ حاضرہ کے اہل قلم کی صف اول میں ہوتا ہے۔ اس پر آپ کی کئی انگریزی کتابیں شاہد عدل ہیں۔ ہند موجودہ، تاریخی مختصر اضطراب ہند، ہند در عہد لارڈ کرزن، حیات لارڈ مارلے، و حیات لارڈ ہارڈنگ آپ کی اُن مایہ ناز تصنیفات میں سے ہیں، جو ہر حصہ ملک میں شہرت عام رکھتی ہیں۔ کتاب ہند برطانیہ، ایک ہندی مسلمان کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس سے بھی آپ کی قلمکاری آشکار ہے۔

سرکار آصفیہ کے سلک ملازمت میں حضور پرنور کی توجہات شاہانہ کے باعث آپ دوم تعلقدار کی حیثیت سے داخل ہوئے، اور رائچور آپ کا مستقر قرار پایا۔ سلسلہ بہ سلسلہ اول تعلقداری و صوبہ داری پر ترقی کر کے آپ نظامت ڈاک کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اس عرصہ میں سررشتہ ڈاکخانہ کے اندر متعدد ضروری اصلاحات عمل پیرا ہوئے، اور اس کارگزاری کے صلہ میں آپ نے سردار نواز جنگ کا خطاب

حاصل کیا۔ نواب سردار نواز جنگ بہادر کی کوشش ہے کہ سرکار آصفیہ کے سررشتہ ڈاکخانہ کو دولت برطانیہ کے اسی سررشتہ کے مساوی کر دیا جائے۔

(۸)

نواب عابد نواز جنگ بہادر

"عابد نواز جنگ بہادر" (نواب ...... سید زین العابدین بلگرامی) خلف اکبر نواب عماد الملک بہادر ۱۱ر شہریور ۱۲۷۶ف کو پیدا ہوئے۔ حیدر آباد اور علیگڈھ میں تعلیم پانے کے بعد انگلستان تشریف لے گئے، جہاں ادبیات و قانون کی تحصیل فرمائی۔

تعلیم ختم کرکے کار آموز کی حیثیت سے ۱۱ر آذر ۱۳۰۴ف کو سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوگئے، اور پورے چار سال حیدر آباد میں گزارے۔ پانچویں سال منصرمانہ طور سے معتمد و کمشنر صفائی چادرگھاٹ کی خدمت پر آپ کا تقرر ہوا۔ لیکن ابھی سات مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو صیغہ مال میں جگہ مل گئی، اور مددگار صوبہ دار اورنگ آباد کی خدمت پر مامور کیے گئے۔ میدک میں بھی مددگار صوبہ دار رہے ہیں، اور بجز ان وقفوں کے جو آپ نے بحیثیت تعلقدار ضلع بیڑ اور اورنگ آباد میں گزارے تھے، یا بغرض ترتیب رپورٹ نظم ونسق، آپ کو دفتر معتمدی فینانس میں متعین فرمایا گیا تھا، آپ کی اس حیثیت میں ۱۳۱۶ف تک کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔ بالآخر سال مذکور میں اول تعلقداری ورنگل پر ترقی ملی۔ رائچور، عثمان آباد، محبوب نگر، اور بیدر پر بھی اسی حیثیت سے کار فرما رہے۔ خورداد ۱۳۲۸ف میں مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر کی یہ دیرینہ آرزو بتوجہات شاہانہ پوری ہوئی، کہ صاحب معز آپ کو صوبہ داری کی کرسی رونق افروز دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک عرصہ تک صوبہ میدک و گلبرگہ کی عقدہ کشائی کے بعد، آپ کو کمشنر صفائی کا منصب عطا ہوا، اور اسی پر آپ نے اپنی ملازمت کو کامیابی کے ساتھ ختم کرکے وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ وظیفہ حاصل کرلینے کے بعد آپ نے قانون کو بطور پیشہ کے اختیار فرما لیا ہے۔ عابد نواز جنگ کا خطاب بتقریب

سالگرہ مبارک ۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ کو عطا ہوا تھا۔

نواب عابد نواز جنگ بہادر کے فرزندوں کے نام سید عسکری بلگرامی، سید ذکی بلگرامی، اور سید ہادی بلگرامی ہیں۔

(۹)

مولوی عبدالباسط خاں صاحب

"عبدالباسط خاں صاحب" (مولوی محمد......) خلف مولوی محمد عبدالباقر خاں صاحب وکیل مرحوم۔ آپ کے بزرگوں میں سے حکیم محمد باقر خاں صاحب دہلوی حضرت ناصر الدولہ کے عہد میں طبیب شاہی تھے۔ آپ کے والد ماجد کا شمار بلدہ کے سر بر آوردہ وکلا میں تھا۔

آپ کی ولادت ۱۰ رجب ۱۳۰۵ھ (م ۲۳ اردی بہشت ۱۲۹۷ف) کو بلدہ میں واقع ہوئی۔ مشرقی درس گھر پر حاصل کیا، انگریزی تعلیم ایف اے تک مدرسہ عالیہ و نظام کالج میں پائی۔ دوران تعلیم میں مسٹر سیٹن پرنسپل نوجوان طالب علم کے ساتھ ہمیشہ دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے۔ انہیں کی توجہ کی باعث بعہد ولیعہدی حضور پر نور آپ کو کھیل میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اسی طرح بوقت تعلیم مسٹر کوئی، نواب سالار جنگ بہادر ثالث کے شریک درس رہنے کا موقع ملا۔ دونوں اعزاز آپ کو بمنظوری حضرت غفران مکاں حاصل ہوئے تھے۔

تعلیم سے فراغت پائی تو مسٹر ڈنلاپ معتمد وقت کی اجازت سے سلسلہ کار آموزی کا آغاز ہوا۔ پٹوارگری سے درجہ بدرجہ تحصیل، ڈویژن، ضلع، اور صوبہ تک اس سلسلہ کو وسعت دی گئی۔ بندوبست کا کام بطور خاص مولوی سید حسین مرحوم مہتمم بندوبست حیدر آباد کی نگرانی میں سیکھا۔ سررشتہ مال کے مختلف شعبہ جات کا عملی تجربہ جن جن افسروں کے تحت حاصل ہوا، انہوں نے اپنی رپورٹوں میں آپ کے کام کو تعریف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ امتحان عہدہ داران مال میں اس کے بعد بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کی،

اور امتحان بندوبست کے اندر تمام امیدواران امتحان کے مقابلہ میں اول آئے۔ اس تفصیلی کارآموزی کی مدت ختم ہوئی، تو مسٹر ڈنلاپ نے آپ کی محنت شاقہ سے اثر پذیر ہوکر سوم تعلقداری ضلع رائچور کی سفارش فرمائی۔

سوم تعلقدار کی حیثیت سے مسٹر عبدالباسط خاں مختلف مقامات پر اقامت گزین رہے مگر اپنے فرائض کا زیادہ حصہ صوبہ داران اسمات کی مددگاری میں گزارا۔ اس عرصہ میں مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم صوبہ دار گلبرگہ، نواب فرامرز جنگ آنجہانی صوبہ دار میدک، نواب فصیح جنگ مرحوم صوبہ دار گلبرگہ، نواب محمد نواز جنگ صوبہ دار ورنگل جیسی زبردست شخصیتوں کا ساتھ رہا، اور سب نے ہمیشہ تحسین و آفرین کے ساتھ آپ کو اور آپ کے کام کو یاد کیا۔ اسی طرح مسٹر ویکفیلڈ صدر ناظم و معتمد وقت نے اپنی پسندیدگی کا اظہار مختلف مواقع پر فرمایا۔

۱۳۲۶ف میں آپ کے خدمات من حیث میر مجلس پائیگاہ وقارالامراء کے لئے حاصل کئے گئے۔ پائیگاہ کے انتظام میں آپ نے ایسی توجہ سے کام کیا کہ سر برائن ایجرٹن صدرالمہام نے اپنی خدمت سے سبکدوش ہونے سے قبل تعریف کے ساتھ آپ کے لئے سو روپیہ ماہوار مادام الحیات کی سفارش فرمائی، جس کو بارگاہ خسروی سے شرف قبول عطا ہوا۔ اس عرصہ میں مولوی عبدالباسط خاں کو علاقۂ سرکار عالی میں بھی دوم تعلقداری کی ترقی مل چکی تھی۔

نواب عقیل جنگ بہادر جس زمانہ میں صنعت و حرفت اور پائیگاہ دونوں کی کرسی صدارت پر بہ یک وقت رونق افروز تھے، آپ کی خوبیوں سے متعلق اپنے ذاتی علم سے نظامت سررشتۂ انجمنہائے اتحادی کے لئے ساعی اور بہ تائید سر سید علی امام اپنی سعی میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ یکم آذر ۱۳۳۱ف سے آپ بہ تعمیل فرمان خسروی اس منصب پر فائز ہیں۔

مولوی صاحب کی پہلی شادی نواب اقبال یار جنگ مرحوم کی پوتی سے ہوئی تھی

جن کے بطن سے ایک فرزند عبدالسلام خاں زیر تعلیم ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد دوسری شادی نواب اعظم یار جنگ مرحوم کی پوتی کے ہوئی۔ ان بی بی کے نونہال کا نام عبدالباقر خاں ہے۔

(۱۰)

"عطا حسین صاحب" (مولوی سید......) خلف سید باقر علی صاحب حسنی۔ آپ کی سکونت تو گیا صوبہ بہار کی ہے، مگر اُس صوبہ کے مشہور ضلع آرہ میں بتاریخ ۱۷ جولائی ۱۸۹۳ء ولادت واقع ہوئی۔ انگریزی تعلیم آرہ، پٹنہ اور کلکتہ میں پائی؛ جہاں سے علی الترتیب انٹرنس، بی اے اور ایم اے میں کامیابی حاصل کی۔ انٹرنس کے امتحان میں پورے صوبہ بہار کے طلبہ میں اول آنے کے باعث آپ کو وظیفہ حاصل ہوا، جس کی تجدید انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہونے پر ہوئی۔ ایم اے کے امتحان میں کلکتہ یونیورسٹی کے اندر اول آنے کے باعث تمغا و انعام حاصل کیا۔ باوجودیکہ آپ نے انگریزی کی بڑی ڈگری حاصل فرمائی ہے، مگر اس کی خاطر مشرقی و اسلامی تعلیم کو فراموش نہیں فرمایا۔ فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے گھر پر پائی، مگر عربی کی تعلیم آرہ و پٹنہ میں پاکر اُس کی تحصیل بلدہ حیدرآباد میں بھی مولوی لطف اللہ صاحب سے جاری رکھی۔ اس موقعہ پر ہم حکیم عبدالوہاب الصادی المعروف بہ نابینا صاحب کے نام کو فراموش کرنا نہیں چاہتے؛ جن سے اپنے نصاب کی آخری کتابوں کا درس حاصل کرنے کے سوا، آپ نے طب کی تحصیل فرمائی تھی۔ حفظ کلام پاک سے آپ نے آرہ ہی میں فراغت پائی تھی۔

انگریزی تعلیم کے بعد حیدرآباد سے وظیفۂ تعلیمی حاصل کر کے رڑکی کالج میں شرکت کی، اور وہاں سے سول انجینری کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔

بعد فراغ تعلیم بغرض تجربہ نارتھ ویسٹرن ریلوے میں بمقام لاہور ملازمت اختیار کی۔

دیکھو عنایت حسین صاحب

اور کار مفوضہ کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر سکونت پذیر رہے۔ بالآخر ایک سال کے عملی تجربہ کے بعد سرکار عالی کی ملازمت میں من حیث اسسٹنٹ انجینیر داخل ہوئے۔ درجہ کی ترقیاں پاکر ایگزیکیٹو انجینیر مقرر ہوئے، اور اس جگہ سے بتوجہات شاہانہ نظامت تعمیرات شاخ غربی پر ۱۳۳۱ف میں سرافرازی حاصل فرمائی۔ اپنے دوران ملازمت میں آپ نے جو کام بطور خاص کئے ہیں اُن میں سے ضلع نلگنڈہ کے اندر شاہ علی گورارم تالاب کی تعمیر اور اس سے نکلی ہوئی نہر خصوصیت کے ساتھ مشہور ہے۔ اسی طرح رود موسیٰ پر آپ کی نگرانی میں دو پل تیار ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تو ولی کنڈہ کا پُل ہے، اور دوسرا اسلم جنگ کا پُل۔ آخر الذکر پُل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۸ء کی مشہور طغیانی میں اس نے طوفان کا مقابلہ کیا تھا۔ کارہائے قحط و طغیانی سے متعلق بعہد حضرت غفران مکان بارگاہ شاہی دیوان وزارت سے تحسین و آفریں حاصل فرمائی تھی، اور بعد کے کاموں پر پیشگاہ خسروی سے خوشنودی مزاج حاصل فرماتے رہے ہیں۔

مولوی عطا حسین صاحب کو حدیث و تصوف سے خاص دلچسپی اور اپنی زبان کے ادبیات کے ساتھ مخصوص دلبستگی ہے۔ متقدمین کے کلام کے شیفتہ اور متاخرین کے کلام پر فریفتہ ہیں۔ حضرت مولانا اشہری مرحوم کے اُن مقالات کا حوالہ دیتے ہیں، جو ہماری یاد سے بہت پہلے کی چیزیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت کیفتا آپ کے والد ماجد کو کلام غالب سے استفادہ کرنے اور فیض پانے کا موقعہ حاصل ہوا تھا۔

آپ کی شادی سنہ ۱۳۱۹ھ میں حکیم محمد شفیع صاحب کی دختر سے بمقام پٹنہ ہوئی۔ آپ کے تین بیٹوں میں سے اب دو، یعنی سید محمد یونس صاحب اسسٹنٹ انجینیر سرکار عالی ہیں، اور سید عبد الرحمٰن صاحب اڈنبرا کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کی چوتھی اولاد ایک دختر ہے۔

(۱۱)

"عنایت اللہ صاحب" (مولوی محمد......) خلف شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم۔ اپنے وطن دہلی میں ۱۵ر نومبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم دہلی و الہ آباد کے مدارس میں پائی جنوری ۱۸۸۱ء میں محمڈن کالج علیگڈھ میں داخل ہوئے، اور انٹرنس و انٹرمیڈیٹ کے امتحانات کلکتہ یونیورسٹی کے، وہاں سے پاس کئے۔ وہیں سے الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان میں شرکت کرکے اپریل ۱۸۹۱ء میں کامیابی حاصل کی۔ ایم اے اور ایل ایل بی کے لکچروں میں حاضر ہوتے رہے، لیکن کسی امتحان میں بیٹھنے کی نوبت نہ آئی۔ ایام طالب علمی میں دو مرتبہ انعام، اور چار مرتبہ تعلیمی ترقی پر وظیفہ ملا تعلیم و تربیت جس قدر پائی اپنے والد ماجد کے زیر سایہ سر سید احمد خاں مرحوم کی نگرانی میں پائی۔ اُستادوں اور پروفیسروں میں سے شمس العلماء مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم، شمس العلماء مولوی شبلی صاحب مرحوم، شمس العلماء مولوی سید عباس حسین صاحب، اور شمس العلماء مولوی سید امجد علی صاحب کے اشفاق کی داستان اب بھی آپ کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انگریز اُستادوں میں سے مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل، سر ہرلڈ کاکس، سر والٹر ریلے، سر طامس آرنلڈ، اور سر تھیوڈور ماریسن کو شکر گزاری کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں چند ماہ تک جسٹس سید محمود مرحوم سے انگریزی نظم پڑھی، اور ۱۸۸۸ء میں جسٹس سر محمد رفیق سے فلسفہ اور نفسیات پر لکچر سنتے تھے، جو اُن ایام میں کالج کے اعزازی پروفیسر تھے۔

مسٹر عنایت اللہ نے طالب علمی کے زمانہ میں مسٹر بک اور مسٹر ماریسن کے اکثر انگریزی مضامین کا ترجمہ کیا۔ مسٹر آرنلڈ اشاعت اسلام سے متعلق جو حصے جستہ جستہ تیار کرتے جاتے تھے، اُن کا ترجمہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے دو اجلاسوں

(سنہ ۱۸۸۹-۹۰ء) میں آپ نے سنایا تھا۔ مشہور شاعر گرے کی ایلجی کا ترجمہ اُسی زمانہ میں نثر میں کیا تھا، جو بہت مقبول ہوا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں قانون ٹرسٹیاں سرسید لکھتے جاتے تھے، اور آپ اُس کا ترجمہ مسٹر بک کے لئے اپنی انگریزی میں کرتے تھے۔ ایام طالب علمی میں اور اس کے بعد سنہ ۱۸۹۶ء میں آپ نے کئی ترجمے اور مضمون لکھے۔ ایک چھوٹا رسالہ ابوریحان بیرونی کی زندگی پر اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔ سنہ ۱۸۹۶-۹۷ء میں مسٹر آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام کا ترجمہ سرسید کے ارشاد سے کیا، اور شروع کے پانچ باب اُن مرحوم کی خدمت میں پیش کرکے دادِ سخن حاصل کی۔ مشہور امریکی مصنف اِمرسن کے مضمون مکافات کا ترجمہ کیا۔ نواب محسن الملک مرحوم نے اس کی بہت تعریف کی، اور سرسید نے تمام و کمال انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع کرکے آپ کے والد کو تعریفی خط لکھا۔ انگریزی نظائرِ قانون کا ترجمہ سنہ ۱۸۹۹ء میں اُجرت پر کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں جنگل کی دو کہانیاں کپلنگ کے انداز پر لکھیں، جو لڑکوں اور لڑکیوں میں بہت مقبول ہوئیں، بلکہ بعض بزرگوں نے بھی تعریف کی۔ مولوی محمد اسمٰعیل خانصاحب مرحوم نے ان میں سے ایک کو اپنے خرچ سے چھپوایا تھا۔ خواجہ حالی اور جناب اکبر نے بھی اِنکی تعریف میں لب کشائی فرمائی تھی۔

چند روز تک کالج لائبریری کا اہتمام فرمایا، ایک ہفتہ تک ریاضی کے اعزازی پروفیسر رہے، اور ایک سال تک سرسید کی زندگی میں تہذیب الاخلاق کی سب اڈیٹری کا کام انجام دیا۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں جونپور کی عدالت ضلع میں دفتر کے چیف سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے اور اس خدمت پر چودہ برس کام کیا۔ اس کے بعد نو مہینے کے لئے بریلی تبدیل ہوگئے، جہاں سے آپ کے خدمات سنہ ۱۹۱۵ء میں گوالیار کو منتقل کئے گئے۔ وہاں انڈر سکریٹری فینانس اور سکریٹری صیغۂ مرافعہ کی حیثیت سے چھ سال تک رہنا ہوا۔ اس عرصہ میں متعدد مفید مضامین پر خامہ فرسائی فرماتے رہے۔ ڈوزی کی تاریخ اندلس کا ترجمہ (قلمی) اُسی زمانہ میں

کیا تھا۔

جنوری سنہ ۱۹۲۱ء میں آپ کے خدمات گوالیار سے بواسطۂ گورنمنٹ سرکار آصفیہ کے لئے حاصل کئے گئے۔ یہاں آکر نظامت دارالترجمہ کے فرائض کے سوا آپ نے جامع عثمانیہ کی خاطر پیرکس لیز، قسطنطین، اور یونانی شہنشاہی کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح سررشتۂ تعلیمات کی فرمایش پر نواب مسعود جنگ بہادر کی کتاب جاپان کو اپنی زبان میں نقل فرمایا۔ لیکن آپ کی کتاب اندلس کا تاریخی جغرافیہ نے آپ سے بہت زیادہ محنت لی ہے، اور کتاب اشاعت اسلام کی طرح اسکا افادہ بھی عام ہے۔

(۱۴)

مولوی غلام غوث خانصاحب

غلام غوث خانصاحب (مولوی.........) خلف اکبر مولوی محمد جلال خاں صاحب ناغر مرحوم۔ آپ کے بزرگ سرزمین دکن پر حضرت آصفجاہ اول کے ہمراہ رکاب آکر، عساکر آصفی کی جمعداری اور سلحداریوں کے خدمات پر فائز ہوئے۔ فنون سپہ گری سے آپ کے جدامجد تک واسطہ رہا، اور خاندان میں آپ کے والدماجد پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے تلوار کے بجائے تسبیح اور قلم سے زیادہ تر تعلق رکھا۔ مرحوم اپنے زمانہ میں نہ صرف ایک ممتاز وکیل تھے، بلکہ اپنی نیک نفسی اور فائدہ رسانی کے لحاظ سے بھی اہل دل کی مجلس کے اندر صفِ اوّل میں جگہ حاصل کرچکے تھے۔ بازار حیدر گنج میں کوچۂ جلال خاں انہیں کے نام سے موسوم ہے، اور اس کوچہ کی مسجد انہیں کی آباد کردہ یادگار ہے۔

غلام غوث خانصاحب کی ولادت بازار حیدر گنج میں بتاریخ ۲۲ ؍ شوال سنہ ۱۳۰۵ھ (م ۲۵ ؍ امرداد سنہ ۱۲۹۷ف) واقع ہوئی۔ مکتبی طرز پر عربی و فارسی کی تعلیم وطن ہی میں پاکر انگریزی تعلیم کے لئے مدرسہ مفید الانام اور سٹی ہائی اسکول میں شرکت کی۔ امتحان زبان ملکی تلنگی، وکالت وجوڈیشل، اور امتحان عہدہ داران مال میں کامیابی، تعلیم سے فراغت کرکے، حاصل فرمائی۔ اپنے والد کی زندگی میں اُن کے ساتھ نیز جداگانہ قانون کی پریکٹس کی

مگر اُن کی وفات کے بعد اس خیال کو خود مرحوم کی وصیت کے مطابق ترک کر دینا پڑا۔

مہاراجہ سر یمین السلطنت کے عہد وزارت میں بتوجہ مولوی محمد علی صاحب، کیبنٹ کونسل کی خدمت پر، ۱۴ر آبان ۱۳۱۸ف کو مامور ہو کر، سررشتہ داری کونسل تک ترقی پاتے رہے۔ نواب ماہر الدولہ مرحوم اور نواب نذیر جنگ بہادر معتمدین وقت آپ کی صداقت، کاردانی، اور معاملہ فہمی کے ہمیشہ قدردان رہے۔ امرداد ۱۳۲۵ف میں بحکم سرکار آپ کو محکمۂ مال میں منتقل ہونے، اور وسیع پیمانہ پر اپنی لیاقت ظاہر کرنے کا موقعہ ملا۔

سوم تعلقدار (مددگار مال) ضلع ناندیڑ کی خدمت پر آپ بتاریخ ۲۵ر امرداد ۱۳۲۵ف فائز ہوئے۔ یہاں دو سال تک اپنے معمولی کام کے سوا قرضہ جنگ یورپ اور قرضہ سرکار عالی کے لئے سعی بلیغ سے کام لیکر تمام ضلع پر تفوق حاصل کیا۔ باشندگان مستقر کو دوبارہ طاعون کا شکار ہونا پڑا، اور دونوں مرتبہ اپنی جان پر کھیل کر طاعون زدہ رقبہ کو اس موذی مرض سے پاک کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ آپ کی تن دہی کو ناظم سررشتہ طبابت ڈاکٹر لنکاسٹر نے بھی تحسین و آفرین کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اُسی زمانہ میں گرانی کے باعث باشندوں میں عام بدکیفی پیدا ہو گئی تھی، مگر خانصاحب نے نصف لاکھ غیر سرکاری سرمایہ سے ایسا معقول انتظام کر دیا کہ بدامنی امن و امان سے مبدل ہو گئی۔ مخلوق نے دعا دی، اور محکمۂ سرکار نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ ناندیڑ کی مقامی "تاریخ" میں سکھوں اور مسلمانوں کے جھگڑے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ یہ تبدیل راہ خانصاحب نے ان کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ یہی حال منڈہائی کے ہنگامہ کا ہوا، کہ مقامی پولس رزرو فورس کو جمع کر کے فایر کی خواہاں تھی، مگر آپ نے بلا کسی شر و فساد کے اُس کو فرو کر دیا۔ محبوب گنج کی کمانوں کی تکمیل، اور جدید کلب گھر، اور مقامی دہلی دروازہ کی تعمیر کا کام آپ ہی کے تدبر کا نتیجہ ہے۔

چھنور ضلع عادل آباد کو آپ کا تبادلہ ۱۵ر امرداد ۱۳۲۷ف کو ہوا؛ جہاں آپ نے بحیثیت ڈویژن افسر عام گرانی اور دفتر کی پریشانی کا انتظام کر کے صاحب ضلع کا شکریہ حاصل

فرمایا۔ اس ڈویژن میں ایک موضع کی آبادی آپ کی کوشش کی یادگار ہے۔ یہاں آپ کو مرافعہ تحصیلات کی سماعت کے اختیارات حاصل ہے۔ ڈویژن بھینسہ کا تبادلہ ۲۳ ؍ اسفندار ۱۳۲۸ف کو ہوا، اور وہاں سے دو ماہ کے اندر رلیف افسری پر کار قحط میں منتقل ہوئے۔ دو تعلقات میں مستقل طور پر یہ کام خاں صاحب کے سپرد تھا۔ اس کے ماسوا تین مماثل عہدہ داران کی تنقیح کا کام بھی آپ سے لیا گیا۔ آپ کا کام ضلع بھر میں سب سے بڑا تھا، مگر سب سے اچھا ثابت ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک موقعہ پر جب ہیضہ کی شدت تھی، اور آپ خود فریش تھے، آپ نے احکام صدر کی تعمیل جان پر کھیل کر فرمائی۔ نواب محمد نواز جنگ بہادر کمشنر قحط نے بکرات و مرات آپ کے عمدہ کاموں کی تعریف کرتے ہوئے اپنی یہ دلی خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ آپ کے ایسے عہدہ دار خدا کرے کہ ملک میں بکثرت پیدا ہو جائیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر صاحب ضلع تحریر فرماتے ہیں کہ اس ضلع کے تمام عہدہ داران قحط میں ان کے کام کو اول نمبر خیال کرتا ہوں؛ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ان کا کام اچھا اور باضابطہ رہا کہ کسی دوسرے ڈویژن افسر سررشتہ قحط کا نہ ہوگا۔

بعد ختم کار قحط، ڈویژن ہنگولی پر آپ کا تبادلہ ۹ ؍ اردی بہشت ۱۳۲۹ف کو ہوا، جہاں تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ بحسن توجہ نواب فصیح جنگ مرحوم آپ کا انتخاب سررشتہ کورٹ آف وارڈس کی مددگاری کے لئے بہ منظوری سرعلی امام مونڈ الملک بہادر عمل میں آ گیا۔ اس موقعہ پر نواب رفعت یار جنگ بہادر صوبہ دار اورنگ آباد نے آپ کو اپنی مددگاری پر لینا چاہا تھا۔ لیکن یکم امرداد ۱۳۲۹ف کو سررشتہ مذکورہ میں آپ کا آنا ضروری قرار پا گیا، اس لئے اس خدمت پر نہ جا سکے۔ سررشتہ کورٹ میں مولوی غلام غوث خاں صاحب نے اپنی مسلمہ لیاقت و توجہ سے کام کرنا شروع کیا؛ یہاں تک کہ ناظم سررشتہ کے واپس ہونے کا وقت آیا تو بارگاہِ خسروی سے عہدۂ نظامت آپ کو عطا ہوا۔ مولوی عبد اللہ یوسف علی صاحب صدر المہام وقت نے اس موقعہ پر آپ کے لئے سعی بلیغ سے کام لیا تھا۔ اس عرض مدت میں خاں صاحب کو ایسے متعدد مواقع پیش آئے جن پر اپنے خدمات شائستہ کی داد منجانب سرکار عالی

حاصل فرمائی ہے۔ حضور پُرنور نے بھی بنفس نفیس زبانی و تحریری اظہار قدردانی فرما کر اپنے ایک وابستۂ دامان دولت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

خاں صاحب کی شادی بنت عم سے ہوئی، اور تین لڑکیوں اور ایک لڑکے سے خداوند عالم نے اس جوڑے کو برومند فرمایا۔ آپ کے فرزند کا نام شوکت علیخاں ہے۔

(۱۴۳)

غلام یزدانی صاحب

"غلام یزدانی صاحب" (مولوی.........) خلف مولوی غلام جیلانی صاحب نقشبندی۔ مارچ ۱۸۸۵ء میں اپنے وطن دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں گورنمنٹ اسکول اور سینٹ اسٹیفن کالج میں انگریزی تعلیم پائی ہے، اور آخرالذکر درسگاہ سے پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب، اور مولوی محمد اسحاق صاحب سے عربی پڑھی۔ مشرقی علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی وجہ سے تین طلائی تمغے، اور تاریخ میں دستگاہ رکھنے کے باعث کلکتہ یونیورسٹی کے گریفتہ پرائز پانے کی عزت حاصل کی۔ دوران تعلیم میں گورنمنٹ ہند نے عربی اور فارسی زبانوں کا ریسرچ اسکالرشپ عطا فرمایا تھا۔

تمام تعلیمی منزلوں کو بوجہ احسن طے فرمالیا تو پنجاب گورنمنٹ نے تحصیلداری کی خدمت پر تقرر فرمایا۔ اسی سلسلہ میں بزمانہ تحصیلداری کار بندوبست و نقشہ کشی، ان مضامین پر انعام فرمایا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کا میلان سررشتہ تعلیمات کی جانب ہوا، اور ۱۹۰۹ء میں پروفیسر عربی و فارسی مقرر ہو کر مشرقی بنگال (ڈھاکہ) تشریف لے گئے؛ جہاں کم و بیش چھ سال تک تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے۔ ڈھاکہ سے ۱۹۱۵ء میں نظامت سررشتہ آثار قدیمہ پر بلدہ حیدرآباد تشریف لائے۔ اس کے ساتھ ہی ماہر کتبات اسلامیہ سرکار عظمت مدار کے فرائض بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ آپ سے پہلے جرمن مستشرق ڈاکٹر ہاروٹز اور سر ڈینی سن راس جیسے مبصرین فن اس خدمت کو

انجام دیتے تھے۔

مولوی غلام یزدانی صاحب جس زمانہ میں پنجاب میں تھے، آپ نے وہاں کی ہسٹاریکل سوسائٹی کے قیام میں مدد دی، اور جب مشرقی بنگال پہنچے تو ورندار یسرچ سوسائٹی کی بنیاد قایم کی۔ اسی طرح حیدر آباد تشریف لائے تو سال اول ہی میں اپنے سررشتہ سے متعلق آرکیولوجیکل سوسائٹی (انجمن آثار قدیمہ) کے آغاز اور اُس کے نشو و نما کے لئے کامیاب کوشش فرمائی۔ کرنل پیٹیے آنجہانی اس کام کے بڑے معاون اور انجمن مذکور کے پہلے صدرنشین تھے۔

اسلامی آثار قدیمہ سے متعلق آپ کے شغف کو ملاحظہ کرکے، منجانب سرکار آصفیہ آپ کو دو سال یعنی ۲۲-۱۹۲۱ء کو یورپ اور ممالک اسلامیہ کی سیاحت کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا، تاکہ آپ وہاں آثار اسلامی کا تجربہ حاصل فرمائیں۔ اپنی اس سیاحت سے آپ نے کما حقہ فائدہ حاصل فرمایا۔ سفر سے واپس ہوئے تو اپنی تازہ معلومات سے محبان نزدیک و دور کو اپنی متعدد تقریروں کے ذریعہ محظوظ و ممنون کیا، اور اپنے سررشتہ کے مزید استحکام و ترقی کی جانب متوجہ و مشغول ہو گئے۔ فرائض خدمت کے سوا مولوی صاحب کو حیدر آباد کے دوسرے علمی مشاغل سے بھی واسطہ رہا ہے، اور حسب ضرورت آپ ممتاز علمی کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔

مولوی غلام یزدانی صاحب کی شادی ۱۹۰۹ء میں شاہ عبدالصمد صاحب قبلہ فخری مہدی کی صاحبزادی اور ہمارے عزیز دوست فریدالاسلام صاحب کی ہمشیر سے ہوئی تھی۔ ان میاں بی بی کی تین لڑکیوں کے سوا دو لڑکے مسعود یزدانی و علی یزدانی ہیں۔

(۱۴)

لطیف یار جنگ بہادر" (نواب .... مولوی محمد عبداللطیف خاں) خلف محمد عبدالستار خاں صاحب ابن اخوند محمد سکندر خاں، ابن اخوند محمد داؤد خاں، ابن محمد الٰہی بخش خاں، ابن اخوند محمد دلیر خان

مورث اعلیٰ۔

اخوند محمدؒ دلیر خاں افغان اور شاہی اساتذہ خاندان درانیہ میں سے تھے۔ دو صدی قبل انہوں نے اسلام نگر ضلع سہارنپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ سردار جلال خاں ابن میر ہزاری رئیس جلال آباد ضلع مظفر نگر سے اُن کے برادرانہ تعلقات تھے، اور اخوند مرحوم کی اولاد نے والیان بھوپال، ٹونک، کنج پورہ وغیرہ سے عزیزانہ تعلقات قایم کئے، اور خاندان کی علمی، ثروتی، اور عسکری روایات کو قایم رکھا۔

محمد عبداللطیف خاں صاحب بروز دوشنبہ واقع ۱۰ صفر ۱۲۷۷ھ صبح کے وقت لوہاری ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے، اور چودہ سال کے سن تک اسلام نگر میں پرورش پاتے رہے۔ تعلیم کی ابتدا مولوی صدیق احمد صاحب انبہٹوی سے قصبۂ رامپور منہاران میں ہوئی اور وہیں درس نظامیہ کو تمام کیا۔ تھوڑے عرصہ تک ریاست مالیر کوٹلہ (پنجاب) میں بھی سلسلۂ تعلیم جاری رہا، لیکن ۱۲۹۰ھ میں حیدرآباد آکر دارالعلوم میں درس کی تکرار فرما کر سند فضیلت حاصل فرمائی۔ امتحان وکالت درجۂ اول اور امتحان مال میں اس کے بعد بدرجۂ اعلیٰ کامیاب ہوئے۔

۱۲۹۱ف میں محکمۂ صدر محاسبی کے عملہ میں ملازمت اختیار کر کے نو سال تک فرائض خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن نواب وقار الملک مرحوم (معتمد مالگزاری) کو آپ کی قابلیت کا علم ہوا تو ۱۳۰۱ھ میں اپنی روبکاری میں لے کر ۱۳۰۹ھ تک پیشکار کی حیثیت سے کام لیتے رہے، اور جب اپنی خدمت سے سبکدوش ہوئے تو تعلقہ سنگاریڈی پیٹھ کا تحصیلدار مقرر فرما دیا۔ اس خدمت پر ۱۳۱۰ھ تک کام کرنے پائے تھے کہ نواب عزیز جنگ مرحوم معتمد و صدر تعلقدار پائیگاہ وقار الامراء ئی نے اپنے اول مددگار کی حیثیت سے آپ کے خدمات کو پائیگاہ میں منتقل کرا لیا، اور ساتھ ہی مجلس عدالت کی رکنیت اور اول تعلقداری کے خدمات سے آپ کو مفتخر فرمایا۔ ان فرائض کو سات سال تک انجام دیتے رہے، اور اسی عرصہ میں تعلقداری کا امتحان پاس کر لیا۔

نواب مقتدر جنگ مرحوم صوبہ دار میدک کی سفارش پر دوم تعلقدار آبکاری مقرر ہوئے، اور سات سال تک اس خدمت پر مامور رہے۔ اس زمانہ میں مسٹر ایے جے ڈنلاپ آنجہانی صدر ناظم و معتمد مال کی توجہ آپ کی جانب مائل ہوئی، اور بصلۂ کارگزاری اضافہ تنخواہ کے ساتھ مستقل تعلقدار آبکاری مقرر فرما دیا۔ آبکاری ضلع اطراف بلدہ کے فرائض کا اضافہ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہوا۔ اردی بہشت سنہ ۱۳۳۳ ف میں محکمہ آبکاری کی تنظیم جدید عمل میں آئی تو منصب نظامت پر مولوی عبداللطیف خاں صاحب فائز ہوئے۔ ایک زمانہ میں یہاں آبکاری کو بدعات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اور اس کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ اس سررشتہ کی آمدنی بھی سنہ ۱۳۱۴ ف میں، جب کہ خانصاحب اس سے واسطہ ہوا، باون لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو ستاون روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہی آپ نے اس توجہ و جانفشانی سے کام کیا کہ بدعات ملک کی آمدنی ایک محکمہ بنائے جانے کے قابل ہوگئی۔ سنہ ۱۳۴۲ ف میں پورے محکمۂ آبکاری کی آمدنی ایک کروڑ ستر لاکھ روپیہ تھی۔ اس معتدبہ اضافہ کو ایک بڑی ریاست کی آمدنی کے برابر خیال کرنا چاہیئے۔ اظہار خوشنودی کی طور پر بارگاہِ خسروی سے لطیف یار جنگ کا خطاب سنہ ۱۳۴۳ھ میں عطا ہوا تھا۔

نواب لطیف یار جنگ بہادر نے اپنے عہد نظامت میں ملک کی پچاس ہزار دیہاتی بھٹیاں مسمار کر کے صرف چار سو آٹھ کو سخت قیود سے مقید کر دیا ہے۔ اسی طرح جن بھٹیات میں کبھی ایک لاکھ کھنڈی گل مہوہ گلا کر پچیس لاکھ گیلن لنڈن پروف شراب کشید کی جاتی تھی، اُن میں اب دس لاکھ گیلن کی کشید بھی نہیں ہوتی۔ شراب کی تیزی میں بھی نمایاں کمی کی گئی ہے۔ پیر خرابات کی توجہ سے اس ملک میں ایسا ایک دن ضرور آنے والا ہے کہ شراب، جس کو عوام دارو کہتے ہیں، اپنے استعمال جائز یعنی دوا کیلئے شاید مل سکے گی۔ یہی حال سیندھی کا ہے کہ اضافہ محصول کے باعث اس کے استعمال کرنے والوں کی اب وہ کثرت نظر نہیں آتی۔ خورد و درختان آبکاری، افتادہ اراضی کے

بندوبست کی برکتوں سے خود بخود کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ممالک محروسہ میں افیون کی کاشت مسدود ہونے کے باعث ایک زمانہ میں تین سو اٹھتر پیٹیاں باہر سے آیا کرتی تھیں اب تقریباً دو سو پیٹیاں درآمد کی جاتی ہوں گی۔ گانجہ کی کاشت کبھی بھاجی کی طرح ہوا کرتی تھی، اب سرکاری نگرانی میں صرف چند ایکڑ زمین پر محدود ہے۔ افیون اور گانجہ کی فروخت سر دست چاندی کے ہم وزن ہونے لگی ہے۔ چانڈو خانے اور بانبو خانے یکقلم مسدود کر دئے گئے ہیں، اور چرس کا استعمال قانونی جرم ہے۔ کشید شراب کے جو کارخانے نواب صاحب کے عہد نظامت میں قائم ہوئے ہیں، ان میں ٹنکچر اور دوسری ادویہ کے سوا عطر سازی بھی ہوتی ہے، اور مہوہ کی اسپرٹ کو اس درجہ پہنچا دیا گیا ہے کہ تھوڑی سی ترقی کے بعد اسے موٹر نشینوں کے بجائے موٹر کے کام میں لایا جائیگا۔

نواب صاحب کا عقد خاندان ہی میں ہوا۔ محمد عبد المغیث خاں، محمد عبد الحمید خان، محمد عبد القیوم خان، اور محمد عبد العلی خاں آپ کے چار فرزند ہیں۔

(۱۵)

محمد حسن صاحب بلگرامی

"محمد حسن صاحب بلگرامی" (مولوی سید ......) خلف سید محمد رضا خاں صاحب مرحوم۔ پیدائش پنجشنبہ واقع ۱۰ رجب ۱۲۸۴ھ کو محلہ سید واڑہ قصبۂ بلگرام صوبہ اودھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ایک ایسے بزرگ نے دی جو بلحاظ اپنے علم و فضل کے یکتائے روزگار تھے۔ اس ابتدائی سے ہماری مراد مکتبی و اسلامی تعلیم سے ہے، جس کے لئے بلگرام ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ اس کے بعد کیننگ کالج لکھنؤ اور محمڈن کالج علیگڈھ میں تحصیل و تکمیل فرمائی۔ علیگڈھ میں مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل کی خاص عنایت و نوازش آپ پر مبذول رہا کرتی تھی۔ اس کی تصدیق ہمیں مسٹر بک کی ایک تحریر مورخہ ۱۶ اپریل [illegible] سے ہوئی، جس کا ترجمہ ہم نے رسالہ لسان الملک حیدرآباد کی جلد اول میں شائع کیا [illegible] یہ خط اس لحاظ سے دلچسپی سے خالی نہیں کہ ایک یورپین آشنا [illegible] اپنے ایک ہندوستانی

شاگرد کو محبت آمیز نصیحت فرمائی تھی۔ اس سے شاگرد کی رفعت اور اوس کی پاکیزہ سیرت کے متعلق جو خیال اُستاد کے دماغ میں جاگزیں تھا اُسکا پتہ چلتا ہے۔

اس کو اتفاق کہئے یا کرشمہ کہ مولوی محمد احسن کے دادا خان بہادر محمد سعید خاں مرحوم لارڈ ہارڈنگ اول گورنر جنرل کے پولٹیکل اٹاچی تھے، اور سر ہنری ایلیٹ فارن سکرٹری کے اُستاد! یعنی سر ہنری نے اُن سے عربی پڑھی تھی۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ سر ہنری کے پایہ کا کوئی یوروپین افسر ایک دیسی کو مرتے وقت یاد کریگا؟ مگر ایسا ہی ہوا۔ سر ہنری ایلیٹ نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا تھا کہ اُن کے اُستاد محمد سعید خاں بہادر کو اُن کی جائداد میں سے تیس ہزار روپیہ دینا اُن کے ورثا پر فرض ہوگا۔ وہ واقعہ ایک یوروپین شاگرد کا اپنے دیسی استاد کے ساتھ تھا، اور یہ واقعہ ایک یوروپین اُستاد کا اپنے دیسی شاگرد کے ساتھ ہے۔ دادا اور پوتے کے کارنامے میں کچھ تو مماثلت پائی جاتی ہے۔

تعلیم سے فراغت حاصل کر کے سید محمد احسن صاحب سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہو گئے۔ ابتدائی تقرر نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت کی پیشی میں بحکم ۲۵ شہریور ۱۲۹۶ف کو ہوا، جہاں آپ نے اپنی ملازمت کے دس سال گزارے۔ ازاں بعد گورنمنٹ آڈیٹر ریلوے و معدنیات کے دفتر میں منصرم مددگار کی حیثیت سے ترقی کے ساتھ منتقل ہوئے۔ اُس زمانہ میں مسٹر ہیرلڈ گورنمنٹ آڈیٹر تھے۔ وہ آپ کے کام سے کچھ ایسے خوش ہوئے کہ جب حیدرآباد کی ملازمت سے سبکدوش ہونے لگے تو سرکار میں سفارش کی کہ بجائے اس کے کہ ہندوستان برطانیہ سے معتدبہ ماہوار پر کوئی نیا افسر لیا جائے، آپ اُن کی جگہ مقرر ہوں۔ اس سے سرکار کی کفایت بھی تھی کہ آپ سستے داموں ملتے تھے، اور بقول مسٹر ہیرلڈ کام بھی اُسی سہولت سے انجام پا سکتا تھا جیسا کہ وہ خود انجام دے سکتے تھے۔ ایک یوروپین افسر کی سفارش وہ بھی زوردار الفاظ میں خالی نہ گئی، اور آپ اُن کی جگہ پہلے منصرم ازاں بعد مستقل آڈیٹر مقرر ہو گئے

اس خدمت سے آپ نے ۔ امرخورداد ۱۳۲۸ف کو صدر محاسبی سرکار عالی کے عہدۂ جلیلہ پر ترقی پائی، اور سات سال تک اس خدمت کے فرائض کو انجام دیا۔ آذر ۱۳۳۵ف میں جب آپ وظیفۂ حسن خدمت پر کنارہ کش ہونے لگے تو حضور پُرنور نے آپ کو ازراہ قدرافزائی علاقہ پائیگاہ نواب سرخورشید جاہ مرحوم میں میر مجلس کے منصب پر سرافراز فرمایا۔

مولوی محمد حسن صاحب جن دنوں ریلوے آڈیٹر تھے، اپنے دوسرے فرائض کے منجملہ، حضور پُرنور کے سفر دہلی اور قحط کے زمانہ میں کرایہ کاہ وغلہ وغیرہ کے حسابات کی جانچ پڑتال ایسی عمدگی کے ساتھ کی کہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ریلوے کمپنی سے سرکار کو واپس دلادیا۔ اس حسن کارگزاری کا اعتراف مسٹر گلانسی نے بھی سرکاری تحریر کے ذریعہ فرمایا تھا۔

مولوی محمد حسن صاحب بلگرامی اپنی فرصت کے اوقات کو دماغی مشاغل پر صرف فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ دبدبۂ امیری، فغان ایران، جنگ روس وجاپان، علاج الامراض بلا ادویہ، عمل جراحی، مجموعہ رباعیات انیس، خیابان عرفان، سوز فری میسنری، علاج غم والم، اور رسوم صدرنشینی وغیرہ آپ کی انہیں دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں۔ آخرالذکر تین کتابوں کا ترجمہ ارباب طریقت کو ایسا پسند آیا کہ ایک مرصع طلائی تمغا اور ملبوس فری میسنری آپ کو عطا کیا گیا۔

آپ کی شادی ۱۳۱۳ھ میں بمقام بلگرام نواب عماد الملک بہادر کی برادرزادی کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی بقیہ حیات اولاد میں سے ایک فرزند اور دو دختر ہیں۔ سید اعظم الدین حسن آپ کے فرزند ہیں، جو فی الحال مددگار صدر محاسب سرکار عالی ہیں، اور گورنمنٹ آڈیٹر ریلوے کے دفتر میں تعینات کئے گئے ہیں۔

(۱۶)

نواب محمد نواز جنگ بہادر

محمد نواز جنگ بہادر (نواب ...... محمد علی خاں) خلف حافظ حاجی محمد سلطان حسین خاں صاحب

باپ کی جانب سے آپ فاروقی ہیں، اور نواب اعزالدین خاں گوپاموی کی یادگار ہیں۔ اور ماں کی طرف سے آپ کا سلسلہ سید محمدؒ کوچک تک پہنچتا ہے، جنہوں نے ۹۹۲ھ میں بلدہ میں وفات پائی تھی۔

آپ کی ولادت حیدرآباد میں رمضان ۱۲۸۳ھ م ۱۸۶۷ء میں واقع ہوئی۔ چار سال کے سن میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی نگرانی میں اس وقت کے دستور کے مطابق گھر کے مکتب میں تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد دارالعلوم، سٹی چادرگھاٹ ہائی اسکول، اور مدرسہ عالیہ میں درس حاصل کرکے تعلیم کو ختم فرمایا۔ سول سروس کلاس میں داخل ہو کر مدت معینہ میں امتحان دیا، اور ۱۸۸۸ء میں کامیابی حاصل کی۔

سرکارعالی کی ملازمت میں مہر ۱۲۹۸ف میں داخل ہوکر، احاطہ مدراس میں اعزازی اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے کام سیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد ختم مدت حیدرآباد واپس آئے تو محکمہ بندوبست میں انتقالی عمل میں آئی۔ مددگار صوبہ دار کی خدمت پر ۱۳۰۲ف میں ترقی ملی، اور تین سال تک اس خدمت کے فرائض انجام دیکر طاعون کے کار خاص پر متعین کئے گئے۔ اس کام کو ایسی خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ بطور اظہار خوشنودی مددگار معتمد فینانس مقرر ہوگئے۔ مددگاری فینانس سے اول تعلقداری ضلع عادل آباد کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس ضلع کے آباد کرنے کی خاطر آپ کو بڑی محنت اٹھانی پڑی اور ستر ستر میل گھوڑے کی پیٹھ پر گزارے۔ لاکھوں ایکر افتادہ زمین کو قابل کاشت بنایا، اور تقریباً دو لاکھ آدمیوں کو مختلف مقامات پر بسایا۔ آپ کے مساعی جمیلہ سے وہاں کی بڑھتی مردم شماری میں خصوصیت کے ساتھ معقول اضافہ ہوا۔ ان خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو سرکارعالی سے معتدبہ ذاتی الونس عطا ہوا تھا۔

زائد معتمدی مال کے منصب پر بحکم شاہانہ آپ نے ۱۳۲۲ف میں ترقی پائی۔ اس زمانہ میں کوئی معتمد نہ تھا، اس لئے فرائض معتمدی بھی عملی طور پر آپ ہی کو انجام دینے پڑتے تھے۔ ۱۳۲۵ف میں صوبہ داری ورنگل اور ۱۳۲۷ف میں صدر نظامت ماکولات کے

مناصب آپ کے تفویض ہوئے۔ آخر الذکر موقع پر آپ کو بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑا۔ انسپکٹر جنرل مال اور کمشنری قحط کے مناصب آپ کو یکے بعد دیگرے عطا ہوئے تھے۔ قحط کا انتظام آپ نے ایسی خوبی کے ساتھ کیا کہ جب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تو آپ کو صدر نظامت کوتوالی اضلاع کی خدمت عطا ہوئی۔ بطور صلۂ خدمات محمد نواز جنگ کا خطاب بارگاہ خسروی سے مرحمت فرمایا گیا تھا۔

نواب محمد نواز جنگ بہادر کو علم اخلاق و تاریخ سے خاص دلچسپی ہے، اور علم اخلاق میں نصائح بہ نوجوانان ملک کے نام سے ایک رسالہ بھی قلمبند فرما چکے ہیں۔

باوقات مختلفہ آپ کی تین شادیاں ہوئیں، اور ان سب سے خدا نے جو اولاد عطا فرمائی اُس کے منجملہ آپ کے فرزندان موجودہ کے نام حامد علیخاں، احمد علیخاں، محمود علیخان، آصف علیخاں، اور حسن علیخاں ہیں۔

(۱۷)

نواب مسعود جنگ بہادر

مسعود جنگ بہادر (نواب ...... سید راس مسعود) خلف جسٹس محمود صاحب مرحوم۔ ۱۵ ؍ فروری ۱۸۸۹ء کو بمقام علیگڈہ پیدا ہوئے؛ جہاں اپنے دادا جان سر سید احمد خان مرحوم کے آغوش تربیت میں اُس عمر کو پہنچے کہ رسم بسم اللہ ادا کیجائے۔ یہ رسم نہایت سادگی کے ساتھ قوم کے منتخب افراد کے سامنے اسٹریچی ہال میں ادا کی گئی، اور اب تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی۔ ابھی مدرسہ کی ابتدائی منزلوں کو طے کر رہے تھے کہ سر سید نے رحلت فرمائی، اور تھوڑے عرصہ کے بعد ہی سایۂ پدری بھی سر سے اٹھ گیا۔ لیکن دولت برطانیہ نے ان غموں کو محسوس ہونے نہ دیا، اور اب آپ کی تعلیم مسٹر (بعد کو سر) تھیوڈر ماریسن کی نگرانی میں ہونے لگی؛ جو اُس وقت علیگڈہ کے پرنسپل تھے۔ مسٹر مسعود نے ۱۹۰۳ء میں انٹرنس پاس کیا، اور عازم انگلستان ہوکر چھ سال کی محنت میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے نیو کالج سے ۱۹۱۰ء میں بی اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ لی۔ اِس

امتحان میں آپ کا مضمون تاریخ تھا۔ اسی عرصہ میں آپ قانون کے مطالعہ میں مشغول رہے، اور سنہ ۱۹۱۲ء میں بیرسٹری کی سند حاصل فرمائی۔ دوران تعلیم میں آپ نے صحت بخش ورزشوں اور کھیلوں کو فراموش نہیں فرمایا، اور ٹینس کے لئے اکسفورڈ کالج ٹیم میں برابر شریک ہوتے رہے۔

تعلیمی منازل کو طے کرنے کے بعد آپ وطن واپس ہوئے، اور بمقام بانکی پور بیرسٹری شروع کی۔ لیکن اس پیشہ میں آپ کا جی نہ لگا، اور یکم نومبر سنہ ۱۹۱۳ء کو پٹنہ ہی میں ہندوستان کے صیغۂ تعلیمات میں داخل ہوگئے۔ آپ کو اس سررشتہ کا کافی تجربہ ہوگیا تو سنہ ۱۹۱۶ء م سنہ ۱۳۲۵ف میں دولت برطانیہ سے آپ کے خدمات نظامت تعلیمات کے لئے دولت آصفیہ کے تفویض کئے گئے۔ بالاستقلال آپ کے خدمات سنہ ۱۳۳۳ف م سنہ ۱۳۴۲ھ میں حاصل کرنے کی غرض سے حکم محکم شرف صدور لایا، اور اب آپ اسی سرکار کی سلک ملازمت میں داخل ہیں۔

مسٹر مسعود نے، اپنے پیش رو ڈاکٹر الما لطیفی کی طرح، فرائض نظامت کے سوا، جامع عثمانیہ کی تاسیس و ترقی میں نمایاں حصہ لیا ہے، اور اس کے قیام کے پہلے سال میں صدر کلیہ کے خدمات بھی انجام دئے ہیں۔ جائزہ حاصل کرنے کے وقت سے اب تک آپ کے خدمات کو سرکار عالی کی رپورٹوں میں شاندار الفاظ کے ساتھ یاد کیا جاتا رہا ہے۔ مسعود جنگ کا خطاب اس امر کی علامت ہے کہ آپ کے مساعی کو بارگاہ خسروی میں مقبول نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ناظم تعلیمات کی حیثیت سے نواب مسعود جنگ بہادر نے یورپ اور جاپان کی سیاحت فرمائی ہے، اور آخر الذکر سیاحت کے نتیجہ کی طور پر ایک مطول رپورٹ بھی شایع فرمادی ہے۔ نواب صاحب نے جاپان کی خاطر مکرر جب سنہ ۱۳۴۵ھ میں چھ مہینے کے لئے رخصت سفر باندھا تو مسٹر سجاد مرزا صدر مہتمم تعلیمات بھی آپ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔

آنربیل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ۱۴ر نومبر ۱۹۱۳ء کو ہوئی تھی۔ سید انور مسعود اور سید اکبر مسعود آپ کے فرزندوں کے نام ہیں۔

(۱۸)

مولوی مظہر حسین صبا

مُظہر حسین صبا" (مولوی........) خلف ثالث نواب ارسطو یار جنگ بہادر۔ بتاریخ ۲۲ر خورداد ۱۳۰۳ف آپ حیدرآباد میں تولد ہوئے۔ تحصیل علم نظام کالج حیدرآباد و محمڈن کالج علیگڈھ میں فرمائی۔ تکمیل تعلیم کی غرض سے اپنے والد ماجد کے ہمراہ یورپ تشریف لے گئے۔ دوران سیاحت میں آپ کو عراق، عرب، شام، مصر وغیرہ ممالک اسلامیہ کی سیر کا موقعہ ملنے سے، ان ممالک کے متعلق ذاتی معلومات کا ذریعہ ہاتھ آگیا۔ مغربی تعلیم سے آپکی غایت فن زراعت میں کمال حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ ایڈنبرا یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور دوران تعلیم میں انعامات و لیاقت نامجات حاصل کرکے ایم اے و بی ایس سی کی ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ وطن کی طرح وہاں بھی آپ کی تعلیم کا زمانہ شاندار گزرا۔

جس زمانہ میں مولوی مظہر حسین صاحب وطن واپس ہوئے، جنگ عظیم کے شعلے بلند ہوکر اطراف واکناف عالم کو خاک سیاہ کر رہے تھے۔ حیدرآباد پہنچنے پر ذریعہ فرمان مبارک آپ کی ملازمت کا آغاز من حیث سوم تعلقدار ۱۵ر امرداد ۱۳۲۴ف سے ہوا۔ اسی طرح مختلف حصص ہند میں سیاحت کرکے وہاں کے زرعی حالات و انتظامات کے مشاہدہ و تجربہ کا حکم محکم ایک فرمان خاص کے ذریعہ آپ نے پایا تھا، جس میں یہ بھی درج تھا کہ ڈامری سسٹم (اصول شیر خانہ) کو زیر نظر رکھیں۔ اپنے اس طولانی دورہ سے واپس ہوئے تو سرکار فیض آثار سے ۱۶ر بہمن ۱۳۲۸ف کو نظامت زراعت کے عہدہ پر سرافرازی بخشی گئی۔

مولوی مظہر حسین کے عہد نظامت میں سررشتہ زراعت کو استحکام و استقلال نصیب ہوا، اور اس سررشتہ کے انتظامی تغیرات سے متعلق آپ کی تجاویز کو شرف قبول عطا فرمایا گیا۔

قلمرو آصفیہ کے زراعتی فارم (کشت زار) آپ کے عہد میں طرز جدید پر آراستہ کیے گئے اور اُن میں موٹر ٹریکٹر سے کام لیا گیا۔ اسی طرح مزارعین ملک کو روغنی انجن اور دوسرے آلات زراعت بہم پہنچانے کی غرض سے تقاوی دیئے جانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ بازار میں گورانی روئی کی قدر و قیمت زیادہ ہے، اس لئے اس کی کاشت کی غرض سے لاکھوں روپیہ سالانہ کے بیج تقاوی پر مزارعین کو فراہم کئے جانے شروع ہوئے۔ شیرخانہ اور مرغخانہ کے سوا، دانہ دار شکر حاصل کرنے کے لئے کسی اسٹیشن کے قائم کرنے کی تجاویز سرکار عالی میں پیش کی جاچکی ہیں، اور شکر کی کمیٹی کو بھی یہاں طلب کیا گیا ہے۔ مچھلی کی پیدایش کی ابتدا ہوئی ہے، اور روئیدگیوں کے مطالعہ کی خاطر سنگاریڈی میں ایک وسیع باغ تیار کیا گیا ہے۔ ریشم کے کیڑوں کے لئے ورنگل اور رسدی پیٹھ میں جُدا جُدا ورکشاپ کشادہ کی گئی ہیں۔ آپ کے عہد میں رسالہ مزارعین کی اشاعت میں بھی توسیع ہوئی ہے۔ زراعتی کالج کی تجویز مولوی مظہر حسین کی تمام تجاویز میں سب سے زیادہ ضروری ہے۔

(۱۹)

مولوی مہدی خانصاحب کوکب

مہدی خانصاحب کوکبؔ (مولوی میرزا ....) خلف اکبر میرزا موسیٰ خانصاحب مرحوم بمبئی میں شب پنجشنبہ واقع ۲۶ محرم ۱۲۶۸ھ (م ۱۹ نومبر ۱۸۵۱ء) کو پیدا ہوئے۔ دس سال کے سن تک انگریزی تعلیم مدرسہ میں اور فارسی تعلیم گھر پر ہوئی۔ سرسالار جنگ اعظم آپ کے والد ماجد کو یہاں طلب فرمایا تو آپ بھی اُن کے ہمراہ آکر چادرگھاٹ پرائیوٹ اسکول میں داخل ہوئے۔ یہاں فارسی پر عربی درس کا اضافہ ہوا۔ مدرسہ میں آپ کی تعلیم میٹرک تک ہوئی تو انجینیرنگ کالج کے کشادہ ہونے پر آپ اس میں داخل ہوگئے۔ آپ کے مستو لعل صاحب نے آپ کے ساتھ بڑے ریاض سے کام لیا۔ بالآخر چار سال کی محنت کے بعد آپ نے اسٹنٹ انجینیری کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔

بوجوہ چند سررشتہ تعمیرات پر آپ نے برار سول سروس کو ترجیح دے کر، کرنل سر جیرڈ ہیڈ اور کرنل ٹوئیڈی کی توجہ سے اِس باب میں کامیابی حاصل فرمائی۔ لیکن سر سالار جنگ نے آپ کو ولایت کی تعلیم کے لئے موزوں قرار دیا، اور ۱۸۷۶ء میں اپنے ہمراہ انگلستان لیجاکر رائل اسکول آف مائنز (مدرسۂ معدنیات) میں داخل فرمادیا۔ ۱۸۷۹ء تک وہاں قیام کرکے مختلف علوم و فنون کی تحصیل فرمائی، اور معدنیات کا آخری ڈپلوما لے کر جنوری ۱۸۸۰ء میں وطن واپس ہوئے۔

معدنیات کے اِس ماہر فن کو ایک مہینہ کے اندر اورنگ آباد جاکر کار بندوبست کی تحصیل کاروبکار ملا، اور وہاں سے دھاراسیون (عثمان آباد) پہنچنے کا حکم پایا۔ بعد ختم مدت بلدہ آکر پہلی شادی کی۔ ۱۸۸۱ء میں ایک ماہ کے لئے دوم تعلقداری نلگنڈہ پر رہنے کے بعد پاکھال ضلع ورنگل میں بمعیت مولوی سید علی بلگرامی مرحوم معدنی تحقیقات عمل میں لانے کا حکم ہوا، اور جب کام کی رپورٹ پیش کردی تو مستقل دوم تعلقدار ورنگل مقرر کردئیے گئے۔ چھ ماہ بعد اول تعلقداری محبوب نگر پر منصرمانہ ترقی ملی؛ جہاں اعظم علیخاں فرخ نگری اور پیشکار صاحب کے درمیان سخت اَن بَن تھی؛ بلکہ توپ خانہ تک روانہ کرنے کی نوبت آگئی تھی۔

رسیدہ بود بلائے، ولے بخیر گزشت

محبوب نگر سے گلبرگہ اور وہاں سے بیڑ کا تبادلہ ہوا۔ اور اس مقام پر آپ مستقل ہوگئے۔ نو ماہ بعد مستقل تعلقدار نے صیغۂ مال سے سررشتہ معدنیات میں رجعت کی، جس کا کوئی وجود نہ تھا۔ بالآخر مہاراجہ نرندر بہادر کے حکم سے اول تعلقدار اطراف بلدہ مقرر ہوئے اور وہاں سے بحکم نواب عماد السلطنت مرحوم محبوب نگر تبدیل کئے گئے۔ اب مرزا صاحب کو باطمینان کام کرنے کا موقعہ ملا تو تعلقات مکتھل و نارائن پیٹھ میں حسب منشا نواب وقار الملک مرحوم دس مہینے کے اندر تقریباً گیارہ سو باؤلیوں کو آباد کیا۔ اس کے بعد ضلع اندور (نظام آباد) پہنچ کر وہاں کے شورہ پشت مفسدیوں کی خوب خبر لی، اور اُن کے فتنوں کو

یاتقام مٹادیا۔ اسی طرح پارینہ امثلہ کا تصفیہ کرکے دفتر ضلع کو پاک کردیا۔ اب پھر آپکا تبادلہ عقباً صلنعت سررشتہ معدنیات کو ہوا؛ جہاں تقریباً دو سال تک تنخواہ دار بیکار رہنے کی بعد حضرت غفران مکاں کی اجازت سے اپریل ۱۸۸۷ء میں اپنا علم معدنیات تازہ کرنیکی غرض سے انگلستان روانہ ہوئے، اور چند ماہ میں معلومات تازہ سے بہرہ اندوز ہوکر نواب سر آسمانجاہ مرحوم کے حکم سے ۱۸۸۸ء میں وطن واپس آئے۔ یہاں آپ کو مولوی سید علی بلگرامی سے معدنیات ضلع رائچور کا جائزہ لینے کا حکم ملا۔

لیکن مرزا صاحب کے تمام نامربوط سرکاری خدمات میں ہمارے نزدیک مردم شماری ۱۸۹۱ء کے کام کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کمشنر مردم شماری کے عہدہ کو آپ نے نواب منیر الملک مرحوم معین المہام مال کی تجویز کی بناء پر حاصل کیا تھا۔ کام کے خاتمہ پر تین ضخیم جلدوں میں انگریزی کی مطول رپورٹ (مع ترجمہ) قلمبند فرمائی۔ اس سے آپ کی قابلیت کا اظہار سرکار انگریزی کے مقتدر حکام پر ہوگیا، اور ہند برطانیہ کے کمشنر مردم شماری نے آپ کے کام کی بڑی تعریف کی۔ نواب محسن الملک مرحوم کی رائے تھی کہ کام بہت مشکل تھا، مگر عمدگی و قابلیت و کفایت شعاری اور صحت کے ساتھ انجام دیا گیا ہے۔ اپنے اس کام کے سلسلہ میں حسب الحکم سرکار ۱۸۹۲ء میں آپ نے نظمائے مردم شماری کی کانفرنس میں بمقام شملہ شرکت فرمائی۔ کام ختم ہونے پر ایک سال کی رخصت لیکر عازم عتبات عالیات ہوئے۔ ایران جانے کا قصد تھا، مگر بقول مولانا اشہری مرحوم۔

نخواندم فاتحہ بر قبرِ حافظ — نہ خاکِ تربتِ سعدی چشیدم

مرزا صاحب اپنے قدیم وطن کی زیارت سے محروم رہے، اور ۱۸۹۳ء میں حیدرآباد واپس آئے تو نواب سر وقار الامراء مرحوم کا عہد وزارت شروع ہوگیا تھا۔

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں بھی ہم آپ کو کام کرتا ہوا پاتے ہیں۔ اس مرتبہ نواب گورنر جنرل وقت نے صاحب عالیشان کی وساطت سے تحریک فرمائی تھی، اور نواب سر وقار الامراء کے عہد وزارت میں کمشنری کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اس کام کی رپورٹ دو جلدوں میں

پیش کی گئی تھی۔ ابھی کام جاری تھا کہ دولت برطانیہ سے قلمرو آصفیہ کے گزیٹیر کی فرمائش پیش ہوئی۔ مہاراجہ سرِ یمین السلطنت بہادر نے اپنی عرضداشت کے ساتھ صاحب عالیشان کی جو تحریر پیش فرمائی تھی، اُس کی بنیاد یہ تھی کہ خود ویسرائے وقت کو آپ کے کام پر اعتماد تھا۔ حضرت غفران مکان نے بھی باظہار خوشنودی اِس انتخاب کو قبول فرمایا تھا۔ تقریباً اسی زمانہ میں آپ کو وظیفۂ حسن خدمت حاصل ہوا تھا۔

عالم ادب میں حضرتِ کوکب کی شہرت مردم شماری کے کام کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ آپ نے انگریزی، فارسی، اور اردو میں مختلف علوم و فنون پر متعدد کتابیں لکھکر جو احسان اہل ملک پر فرمایا ہے، وہ اس ملک کی تاریخ ادبیات میں ضرور یادگار رہے گا۔ آپ کی تصنیف و ترجمہ کردہ کتابوں میں سے کیمسٹری اور وکلا رمرآہ تو انگریزی میں ہیں، اور ڈراما و رسالہ مقدمات طبعیات فارسی میں۔ آخر الذکر نام کی کتاب اردو میں بھی ہے۔ فارسی میں علم اخلاق پر ہربرٹ اسپنسر کی مشہور کتاب کا ترجمہ بھی آپ کی قلمکاری کا نتیجہ ہے۔ حفظان صحت، علم طبقات الارض، تاریخ تمدن یورپ، ہندسۂ جدید، اور نیچرل فلاسفی وغیرہ اردو میں ہیں۔ اِن مطبوعہ کتابوں کے سوا دوسرے مسودات بھی ہماری نظر سے گزرے ہیں، اور علم الاقوام پر تو ہماری ہی فرمایش سے آپ نے ایک کتاب لکھی تھی۔ حضرتِ کوکب کی طبیعت ادبیات اور شعر و سخن سے ہمیشہ آشنا رہی ہے، اور بطور تفنن طبع فارسی شعر بھی کہتے ہیں۔ آپ کا ایک غیر مطبوعہ فارسی دیوان، جو قصائد و غزلیات و رباعیات پر مشتمل تھا، دیمک کا نذر ہو چکا ہے۔ حضرتِ کوکب بڑے شعر فہم ہیں اور نکاتِ فصاحت و بلاغت سے بخوبی آگاہ۔ علم طبعیات و کیمسٹری، اور زراعت و باغبانی سے بہت دلچسپی ہے۔ اور وقار آباد میں آپ کا سرسبز و شاداب باغ آپ کی ذاتی دل بستگی کی یادگار رہے۔

مولوی صاحب کو اپنے خاندان میں علوم جدیدہ کی ترویج کا بہت شوق ہے، اور ہمیشہ اُس کے لئے ساعی رہا کرتے ہیں۔ یہ ذکر ۱۸۸۵ء کا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی نواب

خدیو جنگ مرحوم کو تحصیل طب کی غرض سے اپنے صرفہ سے اڈنبرا روانہ فرمایا تھا۔ آپ اُس وقت بھی مرحوم کے مصارف کے کفیل رہے جب انکو سرکاری وظیفہ حاصل ہوگیا تھا۔
سنہ ۲۲-۱۹۱۱ء میں آپ نے دوبارہ عتبات عالیات کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

(۲۰)

نصر اللہ خاں صاحب صبا (مولوی مرزا......) خلف مرزا محمد سعید خاں صاحب، بن مرزا فخر الدین خاں بن مرزا علی بخش خاں، بن نواب الٰہی بخش خاں، بن نواب عارف خان، بن خواجہ عبدالرحمٰن، بن خواجہ رحمت اللہ، بن خواجہ محمد امین۔ مرزا نصر اللہ خاں صاحب صبا

آپ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فرزند محمد حنفیہ کی نسل سے ہیں۔ مرزا اور خان کے اعزاز بخارا و دلی مرحوم کی یادگار ہیں۔ خواجہ احمد یسوی جن کا ذکر کتب تاریخ اولیا میں درج ہے، اُن کی اولاد سے خواجہ عبدالرحمٰن ایک عالی مرتبہ بزرگ کے تین فرزند قاسم جان، اور عارف جان، و عالم جان بزمانۂ شاہِ عالم ترکانِ ازبک کی ایک جماعت سوار و پیادہ کے ساتھ ہندوستان آئے۔ حاکم پنجاب نواب معین الملک خلف نواب قمر الدین خاں وزیر بادشاہ نے ان کو اپنی رفاقت میں لے لیا۔ اُن کی وفات کے بعد جس زمانہ میں بادشاہ میرن کے مقابلہ میں فوج لئے بنگالہ میں خیمہ زن تھے، یہ بھی وہاں پہنچ کر نبرد آزما ہوئے اور ایسی بہادری دکھائی کہ بعد ختم کار زار مناصب عالیہ پر فائز ہوئے۔ قاسم جان نے ہفت ہزاری منصب اور اشرف الدولہ سہراب جنگ کے خطابات سے سرافرازی حاصل کی۔ وہاں سے دہلی آکر پائے تخت ہند میں مسکن گزیں ہوئے، اور لڑائیوں میں ہمیشہ ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے قوتِ بازو ثابت ہوتے رہے۔ دہلی میں کوچۂ قاسم جان اب بھی اُن کی یادگار ہے۔ نواب عارف جان تمام عمر اپنی جاگیر کا انتظام کرتے رہے۔ علی گوہر بادشاہ کے عہد میں البتہ نائب وزیر بنائے گئے تھے۔

نواب فخر الدولہ دلاور الملک احمد بخش خاں رستم جنگ بانی ریاست لوہارو، نواب

عارف جان کے خلف اکبر، ریاست الور کے معتمد و وکیل ہو کر لارڈ لیک کے ساتھ ہندوستان کے اکثر مہمات میں شریک رہے۔ اُن کے چھوٹے بھائی المتخلص بہ معروف، فیض صحبت درویشاں سے سلسلۂ چشتیہ میں مرید اور صاحب اجازہ تھے۔ حضرت معروف علوم ظاہری سے باخبر اور شاعری کے کہنہ مشق استاد، شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ اُن کا غیر مطبوعہ دیوان حضرت معروف کی یادگار اُن کے اخلاف میں موجود ہیں۔ صاحب آبحیات نے معروف کو ذوق کا شاگرد ظاہر کیا ہے؛ حالانکہ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ذوق، اُن کے آخر عمر میں طفل مکتب سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ حضرت معروف کی ایک صاحبزادی مرزا نوشہ (غالب) کی شریک رنج و راحت تھیں، اور دوسرے نواب غلام حسین خاں کو بیاہی گئیں؛ جو قاسم جان کے اخلاف میں بڑے پایہ کے شاعر تھے۔

مرزا علی بخش خاں نے ادبی ذوق اپنے نامور والد سے ورثہ میں پایا تھا۔ تمام عمر سرکار انگریزی سے جاگیر پنشن پاتے، اور اپنے اوقات عزیز کو صرف ادب کرتے رہے۔ فارسی کلیات نثر غالب کی تدوین فرمائی اور اُس کا مقدمہ لکھا۔ اُن کی یاد تازہ کرنے کی خاطر عرصہ ہوا یہ کتاب وقف عام ہو چکی ہے۔ اس کلیات میں غالب کے اکثر مکتوبات مرزا صاحب مرحوم کے نام موجود ہیں۔

حیدرآباد سے اس خاندان کا تعلق مرزا علی بخش خاں کے فرزند مرزا فخرالدین خاں مرحوم کے وقت میں قائم ہوا، جو خود اپنے وطن کے عمائدین میں شمار کئے جاتے تھے۔ دہلی سے بلدہ آکر سر اسٹورٹ بیلی رزیڈنٹ کی وساطت سے نواب سر سالار جنگ اعظم اور نواب شمس الامرا امیر کبیر کو ریجنٹ سے ملاقی ہوئے۔ ابتدائے کار میں تو تحصیلدار سرپور تانڈور و کنجیر پنٹھ مامور رہ کر سوم تعلقداری پر ترقی یاب ہوئے، مگر آخر کار سر سالار جنگ نے بلحاظ ضرورت و بہ نظر اہلیت بلدہ طلب فرما کر دو سو روپیہ ماہانہ منصب عطا فرما دیا، جو ہنوز اُن کے ورثاء کو حسب قاعدہ ایصال ہو رہا ہے۔ مرزا محمد سعید خاں صاحب مرحوم بعہد طفولیت حضرت غفران مکان، بحیثیت مددگاری نواب سرور الملک بہادر، حاضر باش

در دولت رہ کر امرأومصاحبان شاہی کی تربیت فرماتے رہے۔

مرزا نصر اللہ خاں صاحب کی ولادت بتاریخ ۷ ار جون ۱۸۸۳ء واقع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت جو قدیم شرفاء کا دائمی جوہر ہے، آپ نے اپنے بزرگوں کے زیر سایہ پائی، انگریزی تعلیم اسکاٹش ایجوکیشنل سوسائٹی بمبئی اور نظام کالج حیدرآباد میں حاصل کی۔ اٹھارہ سال کے سن کو پہنچے تو جہاں دیدہ بزرگوں نے انگلستان روانہ فرمایا، جہاں لنکنس ان میں شرکت کرکے ۱۹۰۳ء میں بیرسٹری کی سند پائی۔ وطن واپس آئے تو الہ آباد ہائیکورٹ کی جماعت وکلاء میں شریک ہو کر اجمیر شریف میں پریکٹس کرنے لگے۔ ابھی بمشکل ایک سال گزرا ہوگا کہ سر جارج کیسن واکر آنجہانی نے ۱۹۰۶ء میں بطور عارضی مددگار مہتمم خزانہ، خزانۂ عامرہ کی خدمت کے لئے آپ کا انتخاب کرکے حیدرآباد طلب فرمالیا، اور آپ نے سال مذکور کی ۹ ر اگست کو اپنی خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا۔ فروری ۱۹۰۹ء میں مہتمم خزانہ کی خدمت پر ترقی پائی، اور ایک مدت تک فرائض خدمت انجام دیتے رہے۔ نیابت صدر محاسبی ۱۹۲۱ء میں ملی، اور عہدۂ صدر محاسبی پر بکارم شاہانہ ۱۹۲۵ء میں فائز ہوئے۔

مرزا صاحب کی شادی نواب سرور الملک بہادر کی صاحبزادی سے ہوئی، جنکے بطن سے متعدد لڑکے لڑکیاں ہیں۔ فرزندوں کے نام مرزا افتخار الدین خاں، مرزا جمیل الدین خاں، مرزا امین الدین خاں، مرزا اصلاح الدین خاں، مرزا معین الدین خاں، مرزا نقی الدین خاں ہیں۔

(۲۱)

مسٹر ونکٹ راما ریڈی صاحب

ونکٹ راما ریڈی صاحب" (مسٹر......) خلف مسٹر کیشو ریڈی صاحب۔ آپ کی ولادت بمقام سوستان ونپرتی ضلع محبوب نگر اردی بہشت ۱۲۷۵ف میں واقع ہوئی۔ سترہ سال تک عہد طفلی حصول علم میں گزرا، اور آپ نے مختلف اساتذہ سے اردو، فارسی، تلنگی کی تحصیل فرمائی۔ سرپرست ماموں کی وفات کے باعث سن رشد کی ابتدا ہی میں آپنے ملازمت کی

جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا، اور خدمت امینی جو منجانب سرکار آپ کے بہت سے خصوصیات کے لحاظ سے پیش کی گئی تھی، ۲۴ فروردی ۱۲۹۶ف کو قبول فرمائی۔ از منۂ مابعد میں امتحانات کوتوالی عہدہ داران مال، اور جوڈیشیل کے سوا مختلف محکمہ جات سرکار عالی کے امتحانات سررشتہ داری میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائی، اپنے تقرر کے قلیل ترین عرصہ میں وہ کار نمایاں آپ سے ظہور میں آئے کہ بالآخر ۱۹ امر خورداد ۱۳۰۸ف کو مہتمم کوتوالی ضلع یلکندل (کریم نگر) پر ترقی یاب ہوئے۔ اسی سلسلہ میں مختلف اضلاع پر رہنے اور درجہ کی ترقیاں پانے کے مواقع آپ کو پیش آتے رہے۔

ضلع اطراف بلدہ علاقہ صرفخاص مبارک کی مہتممی تفوظلب ہوئی، تو اس کے پر کرنے کی غرض سے ایک ایسے عہدہ دار کی ضرورت پیش آئی جو ملکی فرائض میں نہ صرف انہماک رکھتا ہو بلکہ پورے طور پر امرائے ملک کا نبض شناس ہو۔ قرعۂ انتخاب آپ کے نام پر پڑا۔ اور پیشگاہ حضرت غفران مکاں سے ذریعہ فرمان اس کی منظوری شرف صدور لائی۔ اس خدمت کا آغاز یکم تیر ۱۳۱۹ف سے ہوا تھا۔ آپ نے اپنی خدمت کا جائزہ لے کر فرائض خدمت اس محنت کیساتھ انجام دینا شروع کئے کہ حیدرآباد جیسے خوش باش شہر سے خراج تحسین حاصل کئے بغیر نہ رہے۔

مسٹر وینکٹ راما ریڈی کی لیاقت، تجربہ کاری، حسن انتظام کی شہرت اب عام ہو چکی تھی، اسلئے آپ کے اپنے خاندان میں جب ان صفات سے فائدہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپنے خاندانی ضرورت کی خاطر ذاتی فوائد کو خیرباد کہہ کر بغرض اصلاح انتظام سمستان ونپرتی کی خدمت معتمدی قبول کر لی، اور وہاں منتقل ہو گئے۔ آپ کے مسلمہ تجربہ اور عزم بالجزم کی بدولت سمستان کے انتظامات کو جو ترقی نصیب ہوئی، کہا جاتا ہے کہ آپ سے پہلے یہ بات حاصل نہ ہوئی تھی۔ ضلع محبوب نگر کی ڈسٹلری شراب ایک مدت سے خسارہ کے ساتھ سمستان کی جانب سے چلائی جارہی تھی۔ آپکے عہد انتظام میں ایک مدت قلیل کے اندر اس کی تلافی ہو گئی۔

اپنے مجوزہ انتظامات کو ابھی مسٹر وینکٹ راما ریڈی نے ختم نہ فرمایا تھا کہ انقلابات کوتوالی بلدہ کے ضمن میں نواب عماد جنگ ثانی مرحوم کا تقرر منصب مذکور پر عمل میں آیا، اور خدمت

اول مددگاری کے پُر کرنے کے لئے اُن مرحوم کو ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئی جو بلدہ کے حالات سے کماحقہٗ واقفیت رکھتا ہو۔ اگرچہ آپ اُنکے انتخاب میں آچکے تھے لیکن حضور پُرنور نے قدرے تکلف کے ساتھ اپنے علاقہ صرفخاص مبارک سے جُدا فرمایا۔ یہ ۳ ماہ بہمن ۱۳۲۲ف کا ذکر ہے کہ آپنے خدمت مذکورہ کا جائزہ حاصل فرمایا تھا۔ جب نواب عماد جنگ کا انتقال ہوگیا تو کوتوالی بلدہ کے اہم منصب پہ بارگاہ خسروی سے مسٹر وِنکیٹ راما ریڈی کو سرافرازی عطا فرمائی گئی۔ بہمن ۱۳۲۲ف سے ابتک آپنے انتظامات کو توالی میں جو نئی روح پھونکی ہے، اسکا اعتراف منجانب سرکار عالی ہمیشہ فرمایا جاتا رہا ہے۔ نہ صرف اسقدر بلکہ حضور شہزادہ ویلیس کی رونق افروزی بلدہ کے زمانہ میں حیدرآباد کی کوتوالی کا انتظام تمام ممالکت ہند کے مقابلہ میں بہتر ثابت ہوا ہے جس کی تعریف تمام اخبارات میں کیگئی تھی۔ خود عہدہ داران اسٹاف ایک دیسی شخص کے انتظام کو نظر حیرت سے مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کے انتظام کی یہی خوبی اوسوقت بھی برقرار رہی تھی جب ہز اکسلنسی لارڈ ریڈنگ تشریف فرما ے بلدہ ہوئے تھے۔ ان دونوں مواقع پر معزز مہمانوں نے آپکے حسن انتظام کا اعتراف بیش قیمت سگرٹ و سگار کیس عطا فرما کر فرمایا تھا۔

اپنے منصب کے لحاظ سے مسٹر ونکٹ راما ریڈی کو ملک کی تمام اہم مجلسوں اور کمیٹیوں میں شرکت کی عزت حاصل ہے، لیکن سب سے بڑی عزت ہمارے نزدیک آپ کے اُس کام کی ہے جو ملک کے عام مصائب خصوصاً انفلوئنزا اور طاعون کے شیوع کے مواقع پر اپنے ذاتی مصارف سے پوشیدہ طور پر آپ انجام دیتے رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ آپ کا وقیع کام یہ ہے کہ آپ نے ریڈی ہوسٹل کی بنا قائم کر کے اپنی برادری کے نوجوانوں کی دماغی تعلیم اور جسمانی تربیت کا انتظام فرما دیا ہے۔ اس ادب گاہ کے فارغ التحصیل نونہال تاریخ کے صفحات پر چمکیں گے تو امید ہے کہ اپنے اس محسن کو دعاے خیر سے یاد کر کے اُس کے نقش قدم پر چلنے کی خود بھی سعی کریں گے۔

صُوبہ داران

(۱)

مولوی محمد علیخاں صاحب

مولوی محمد علیخاں صاحب "حبا" (مولوی میرزا......) خلف میرزا موسیٰ خاں صاحب مرحوم۔ ۲۷ محرم ۱۲۶۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے اپنے برادر اکبر مولوی مرزا مہدی خاں صاحب سے آپ پورے دو سال چھوٹے ہیں۔ عربی فارسی کی تعلیم خانگی طور پر پائی، اور انگریزی چادر گھاٹ ہائی اسکول میں پڑھی۔ بعد فراغ تعلیم آپ فن تعمیر (انجینیرنگ) کی جانب مائل ہوئے اور بوجہ کامیابی امتحانات تیس روپیہ ماہانہ وظیفہ ترغیبی پاتے رہے۔ انجنیرنگ کالج کے آخری امتحان میں بدرجۂ اسسٹنٹ انجینیر (جو اعلیٰ ترین امتحان تھا) کامیاب ہوکر آپ نے سند حاصل کرلی۔ اس کے بعد سلسلۂ ملازمت میں داخل ہونے تک مختلف پراجکٹوں کی ترتیب میں، زیر نگرانی رائے منو لعل صاحب و لالا مہوسودھن صاحب اساتذہ انجنیرنگ کالج، مشغول و مصروف رہے۔ نالہ ابراہیم پٹن پر اٹاجی کی حیثیت سے اپریل ۱۸۷۹ء میں مامور ہوئے۔

اس موقعہ پر کار مفوضہ کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ دسمبر سال مذکور (مطابق اسفندیار ۱۲۸۹ف) میں اسسٹنٹ انجنیری کی خدمت پر آپ کا استقلال عمل میں آیا۔ سررشتۂ تعمیرات و آبپاشی میں مختلف عہدوں پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے، لیکن وہ میدان آپ کو اپنے لئے تنگ نظر آیا، اس لئے آخر ۱۲۹۳ف میں صیغۂ مالگزاری پر منتقل ہوکر دوم تعلقداری پر مامور ہوئے۔ اس نئے محکمہ کے امتحانات میں شرکت بھی

ضروری قرار پائی، اور آپ نے بہ ادنیٰ توجہ امتحان عہدہ داران مال سے بدرجۂ اعلیٰ فراغت حاصل فرمائی۔ دوم تعلقداری سے درجہ بدرجہ ترقی پاکر عہدۂ جلیلہ صوبہ داری تک پہنچے، اور اس منصب پر پانچ سال کار فرما رہنے کے بعد، چہل سالہ خدمات ملک انجام دے کر سنہ ۱۳۲۵ ف میں صوبۂ ورنگل سے وظیفۂ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ دوران ملازمت میں اپنے کام سے آپ نے نہ صرف ارباب صدر کو مطمئن رکھا، بلکہ رعایا کی صلاح و فلاح کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہے، اور اس باب میں ہمیشہ کامیاب ہو کر مستحق تعریف قرار پاتے رہے۔

میرزا محمد علی خانصاحب کو علم اور اہل علم کے ساتھ ہمیشہ دلبستگی رہی ہے، اور تعلیمی کاموں کی سرپرستی آپ ہمیشہ فرماتے رہے ہیں۔ آپ کے صوبہ سے طلبائے علیگڈھ کالج اور دوسری قومی و ملکی انجمنوں کی وفود آپ کے زیر سایہ آکر ہمیشہ بامراد واپس ہوئے ہیں۔ اسی طرح انجمن ترقی اردو کو ابتدائے کار میں جب محبان ملت کی ہمدردی کی شدید احتیاج تھی، آپ نے دست امداد بلند فرماکر، اس کے کارپردازوں کی ہمت افزائی فرمائی تھی۔ آپ انجمن مذکور کے سب سے پہلے سرپرست ہیں۔

میرزا صاحب کی شادی سنہ ۱۳۰۳ھ میں بمقام حیدرآباد ہوئی، اور خداوند عالم نے آپ کو دس اولادوں سے برومند فرمایا۔ آپ کے پانچ فرزندوں کے نام یہ ہیں:- میرزا حسن علیخاں، میرزا حسین علیخاں، میرزا نجف علیخاں، میرزا عباس علیخاں اور میرزا جعفر علیخاں۔

(۲)

نواب محی الدین یار جنگ بہادر

"محی الدین یار جنگ بہادر" (نواب ...... محی الدین علیخاں) آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۷ آذر سنہ ۱۲۷۶ ف بلدہ میں واقع ہوئی مکتبی و مشرقی تعلیم و تربیت کا شرف بھی اس سرزمین اور علیگڈھ کو حاصل ہے۔ اپنے

وطن کی تعلیم و تربیت سے فراغت پائی تو انگلستان تشریف لے گئے؛ جہاں کیمبرج میں چند خوشگوار سال گزار کر بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی قانونی درس کو بھی آپ نے اپنے لئے ضروری خیال فرمایا، اور بیرسٹری کی سند حاصل کر لی۔ انگلستان میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب آپ کے شریک درس اور بڑے دوست تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو آذر ۱۳۲۲ف میں اتاجی کی حیثیت سے صدر محاسبی سرکار عالی میں متعین فرمائے گئے۔ چھ مہینے گزرنے پر دوم تعلقدار ضلع بیدر مقرر ہوئے، اور نارائن پیٹھ و بھونگیر میں بھی اس خدمت کے فرائض انجام دئیے۔ اردی بہشت ۱۳۲۵ف میں اول تعلقداری محبوب نگر پر ترقی پائی، اور پربھنی، اورنگ آباد، اور کریم نگر میں قیام فرما رہے، ہر جگہ حسب توقع محنت اور دماغ سوزی سے کام کر کے مالک و مملوک دونوں کی نگاہ میں مقبول و محمود قرار پائے۔ کہتے ہیں کہ اپنے ضلع کے باشندوں میں ہر جگہ انسانیت کی روح پھونکنے کی کوشش کی، اور ایک گونہ کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی عرصہ میں اورنگ آباد و میدک کی صوبہ داریوں پر منصرمانہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے رہے۔ بالآخر اوائل سنہ ۱۳۳۳ف میں صوبہ داری ورنگل کے ساتھ ہی نظامت قحط پر ترقی پائی۔ مولوی عزیز الدین صاحب کمشنر کروڑگیری کے اپنی خدمت سے سبکدوش ہونے پر اس عہدۂ جلیلہ پر سرافراز فرمائے گئے۔ اپنے گزشتہ خدمات کے صلہ میں بارگاہ خسروی سے محی الدین یار جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے، اور جب وظیفۂ حسن خدمت حاصل فرمایا تو قدرشناس مالک نے آپ کے تجربہ سے دوسرے علاقہ جات کو فائدہ حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اب بالطاف شہریاری غرۂ رجب ۱۳۴۳ھ سے صدر نظامت مال سمت ورنگل پر کار فرمائیں۔

تعلقداران

(۱)

مولوی سید امیر حسن صاحب

امیر حسن صاحب (مولوی سید......) خلفِ اصغر میر ضامن علی صاحب مرحوم سنہ ۱۲۶۸ھ میں مقام اٹاوہ پیدا ہوئے۔ وہیں قدیم طرز کے مکاتب میں قصبہ پھپھوند کے اساتذہ سے فارسی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی تعلیم ہائی اسکول سے بوجہ خرابی صحت ترک کرنی پڑی۔

ابتدا میں محکمۂ بندوبست ضلع فتحپور میں ملازمت اختیار کی، لیکن جب آپ کے برادر اوسط نواب محسن الملک مرحوم حیدر آباد آئے تو آپ کو بھی یہاں طلب فرما کر ۴ شوال ۱۲۹۱ھ دفتر مجوزہ کارروائی محکمۂ مال میں، ملا عبد القیوم صاحب مرحوم ترقی یاب کی جگہ پر سررشتہ دار مقرر فرما دیا۔ وہاں سے اسی خدمت پر محکمۂ بندوبست میں منتقل ہوگئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا تقرر مددگار مہتمم ضلع اورنگ آباد کے عہدہ پر عمل میں آیا، لیکن مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے زیادہ مدت تک مفصلات پر رہنے نہ دیا، اور آخر سنہ ۱۲۹۹ھ میں مجلس مالگزاری کا مددگار معتمد مقرر فرما کر بلدہ طلب فرما لیا۔

مجلس مالگزاری برخاست ہونے کے بعد آپ مددگار معتمد مال قرار پائے۔

اول تعلقدار ضلع ناندیڑ کا عہدہ بمواجب خاص آپ کو سنہ ۱۳۱۰ھ میں عطا ہوا تھا۔ اضلاع پربھنی، محبوب نگر، اور رائچور میں اسی خدمت پر اپنے فرائض انجام دیے۔ دوران ملازمت میں دو بار گلبرگہ اور ورنگل کے طویل المدت صوبہ دار مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں کم و بیش سینتیس سالہ ملازمت کے بعد وظیفۂ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ اب

اپنے وقت کو عبادت میں بسر فرماتے ہیں۔ علم مناظرہ میں ایک کتاب زیر ترتیب ہے، جسکا حصۂ اول آیات محکمات کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ باایں پیرانہ سالی آپ کو پیدل قدمی کا شوق ہے، اور صبح شام دو چار میل ضرور ہوا خوری کرتے ہیں۔

مولوی امیر حسن صاحب کی تین شادیاں ہوئیں، ایک خاندان میں میر گلزار علی مرحوم کی دختر اور مولوی سید علی حسن مرحوم کی ہمشیرہ ہے، جن کے بطن سے تین بیٹیاں صاحب اولاد ہو کر انتقال کر گئیں، دوسری نواب صاحب شمس آباد کے یہاں۔ انکے بطن سے بھی ایک دختر صاحب اولاد ہیں۔ آخری شادی آغا زین العابدین شیرازی کی دختر سے ہوئی۔ مولوی صاحب کی یہ محل ملک کی ممتاز تعلیم یافتہ و روشن خیال خواتین میں سے ہیں۔ زنانہ سوسائٹی کو اُن کی ذات سے بیحد فوائد پہنچتے رہتے ہیں۔ لیڈیز کانفرنس علیگڈھ کی بڑی معاون ہیں، اور اس کے اجلاس ملکہ پور کی صدارت بھی فرما چکی ہیں۔ ان کے بطن سے مولوی صاحب کی چار دختر اور سات فرزند ہیں فرزندوں کے نام یہ ہیں؛ (۱) سید مہدی حسن۔ (۲) سید ہادی حسن بی اے کینٹب۔ (۳) سید بدر الحسن (۴) سید خورشید حسن (۵) سید جعفر حسین (۶) سید ضیاء الحسن اور (۷) سید زین العابدین۔ راقم الحروف کا لڑکا سید اصغر علی بھی چچی جان کی آغوش میں انکا آٹھواں بچہ ہے

(۲)

نواب رسول یار جنگ بہادر

"رسول یار جنگ بہادر" (نواب .... محبوب یار خاں) خلف نواب رسول یار خاں محی الدولہ بہادر رسالدار۔ آپ حیدر آباد کے ایک ایسے خاندان کے فرد فرید ہیں، جو کئی پشت سے علمی و عملی طور پر فخر روزگار خیال کیا جاتا ہے، اور اس خاندان کے افراد پر ہر زمانہ میں مکارم شاہانہ مبذول ہوتے رہے ہیں۔ آپ ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۹۵ھ کو بلدہ میں تولد ہوئے۔ فارسی اور انگریزی تعلیم کے بعد امتحان مڈل میں شرکت فرما کر کامیابی حاصل فرمائی۔

قانون کے امتحان سے فراغت پالی تو عدالت العالیہ میں مولوی محمد یٰسین خاں صاحب رکن کے اجلاس پر بیٹھ کر کام کیا۔ ۱۳۰۷ف میں عدالت فوجداری بلدہ میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے جب اپنے آپ کو اس صیغہ کا اہل ثابت فرمادیا تو ضلع ورنگل میں مددگار عدالت مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد صیغۂ عدالت سے صیغۂ مال میں ترقی کے ساتھ منتقل ہوئے؛ جہاں سلسلہ بسلسلہ ترقی کرنے کے بعد اب آپ اول تعلقدار درجہ اول ہیں۔

سرکار آصفیہ کے صیغۂ مال میں منتقل ہوکر ابھی آپ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کے خدمات علاقہ جات پائیگاہ کے تفویض ہوئے، اور ان علاقہ جات میں پائیگاہ نواب سر آسمانجاہ مرحوم و پائیگاہ نواب سر خورشید جاہ مرحوم کی انسپکٹری کے عہدہ پر مدت دراز سے مامور ہیں۔ سر رائن ایجرٹن سابق صدر المہام پائیگاہ کو آپ کے کام پر ہمیشہ اعتماد رہا، اور اب نواب عقیل جنگ بہادر معائل پائیگاہ بھی آپ کے مشورہ کو قابل قدر خیال فرماتے ہیں۔ بطور صلۂ خدمت ہردو علاقہ جات پائیگاہ سے آپ کو بتعمیل فرمان خسروی ماہوارات امتیازی حاصل ہوتی ہیں۔ حضور پر نور نے شہزادگان بلند اقبال کی اتالیقی کی خدمت بھی آپ کے سپرد فرمائی ہے۔ رسول یار جنگ کا خطاب آپ کو حضرت غفران مکان کی سرکار سے عطا ہوا تھا۔ سردار ولیر الدولہ بہادر کی صاحبزادی سے منسوب ہیں، اور ان کے بطن سے آپ کے فرزند معین یار خاں، خواجہ یار خاں، اور مصطفٰے یار خاں پیدا ہوئے ہیں۔

(۳)

عزیز یار جنگ بہادر

عزیز یار جنگ بہادر" (نواب...... محمد عزیز الدین خاں) خلف محمد فیاض الدین خاں صاحب ابن نواب مشرف جنگ مرحوم، ابن محمد عزیز الدین خاں، ابن محمد قاسم الدین خاں ابن محمد سلطان الدین خاں۔

آپ کے جد اعلیٰ محمد سلطان الدین خاں ملک کے نام آور لوگوں میں سے گزرے ہیں، جن کو پنڈت پردھان والی پونہ کے دربار سے ناموں کا لقب عطا ہوا تھا۔ اُن کے جد محمد ابراہیم خاں کو حضرت مغفرت مآب نواب آصف جاہ اول کی مصاحبت کا شرف اور خانی و بہادری کا خطاب حاصل تھا۔ اِن کے پوتے محمد بدیع الدین خاں و محمد ہاشم خاں بھی اعلیٰ خدمات پر سرافراز رہے، اور اپنے ولی نعمت کی جان نثاری میں جانِ عزیز کو نذر تیغ و تبر کر دیا۔ محمد سلطان الدین خاں اپنے بھائیوں کے اس حادثہ سے خستہ خاطر ہو کر پونہ چلے گئے؛ اور پھر چند ماہ بعد حضرت مغفرت مآب کی یاد فرمائی پر واپس ہو کر من حیث سر کردہ فوج شاہی پانگل، سرنگ پٹن، اور شوراپور کے سفر میں حضرت کے ہمرکاب رہنے کا شرف و افتخار حاصل کیا۔ نواب مشرف جنگ بھی آبائی خدمت و اعزاز کے ساتھ سرافراز رہے۔

محمد عزیز الدین خاں صاحب کی ولادت سنہ ۱۲۹۲ھ میں بمقام حیدر آباد واقع ہوئی۔ تعلیم سے فراغت حاصل کر لینے کے بعد عہد حضرت غفران مکان میں آبائی حقوق و اعزاز کے ساتھ علاقہ صرفخاص مبارک کی نظامت عطیات پر سرافراز ہوئے، اور سنہ ۱۳۱۶ھ میں خانی و بہادری کے ساتھ عزیز یار جنگ کے خطاب سے معزز و ممتاز فرمائے گئے۔ حضور پُر نور کے مراحم خسروانہ بھی آپ پر مبذول ہوتے رہتے ہیں چنانچہ عطیات سے نظامت عدالت صرفخاص مبارک کی خدمت پر بتوجہات شاہانہ ترقی پائی، اور اب چند سال سے اول تعلقداری ضلع اطراف بلدہ علاقہ صرفخاص مبارک سے سرافراز اور مجلس وضع آئین و قوانین اور مجلس آرایش بلدہ کی رکنیت پر ممتاز ہیں۔

نواب عزیز یار جنگ بہادر کو ابتدائے عمر سے شاعری کے ساتھ فطری لگاؤ ہے، اور اس فن میں حضرت داغ مرحوم سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ کے اُستاد مرحوم آپ کی جدت طرازی کی ہمیشہ تعریف کرتے رہتے تھے۔ واسوخت ایاغ شباب اور دیوان رعنائی عزیز

آپ کی اس جدت طرازی کی مطبوعہ یادگار ہیں۔

نواب صاحب کی شادی نواب آصف نواز الملک مرحوم سابق معتمد صرفخاص مبارک وپیشی حضرت آصف جاہ سادس کی دختر سے ہوئی۔ محمد سعید الدین خاں صاحب بیرسٹر و ناظم عدالت آپ کے فرزند ہیں

(۴)

نواب منظور جنگ بہادر

منظور جنگ بہادر" (نواب .... مرزا منظور احمد خاں) خلف مرزا ودود احمد خاں صاحب مرحوم۔ آپ کی ولادت بلدہ میں بتاریخ ۲۰ محرم ۱۲۹۴ف واقع ہوئی۔ اگرچہ مختلف درسگاہوں خصوصاً مدرسۂ آصفیہ کے سابق طلبہ کی فہرست میں نام نامی نظر آتا ہے، لیکن جو تربیت آپ نے گھر پر پائی اُس نے آپ کے جوہر انسانی کو چمکایا۔ اسی لحاظ سے جب دوسرے نوجوان دوسرے مشاغل میں منہمک ہوتے ہیں، آپ ملکی و قومی کاموں میں شرکت فرمانے لگے۔ شرفاء دہلی کی نتھری ہوئی زبان تو آپ نے آغوش مادر میں سیکھی تھی، لیکن تقریر میں شستگی اور تحریر میں شائستگی اُس زمانہ کی یادگار ہے، جب آپ اقبال کلب کے نشو و نما میں حصہ لے رہے تھے۔

ملازمت کی فکر ہوئی تو دفتر معتمدی فینانس میں ایک خدمت حاصل ہوگئی مگر مبدء فیاض سے جو خوبیاں آپ میں ودیعت فرمائی گئی تھیں، اُن کا اظہار اُس وقت ہوا، جب آپ کے خدمات دفتر صدر المہامی پائیگاہ کو منتقل کیے گئے۔ اس دفتر میں آپ نے اپنے مدارج طے فرمائے، اور انسپکٹر پائیگاہ کی حیثیت سے جو خدمات آپ نے انجام دیے وہ پائیگاہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اس زمانہ میں آپ نے تعلقات کے دورے کرکے اصلاح طلب امور کی اصلاح بر سر موقعہ فرمائی۔ پائیگاہ نواب سر وقار الامراء مرحوم کی میر مجلسی کے فرائض بھی آپ نے بطور خاص انجام دیے ہیں۔ سرکاری مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ ہمیشہ خندہ جبیں رہے، اور روشنی لگے

امیدوار کو بھی ہنسا دیا۔ سر برائن ایجرٹن صدر المہام اور نواب عقیل جنگ بہادر نائب صدر المہام کو ہمیشہ آپ کے کاموں پر اعتماد رہا۔ یہ غالباً ۱۳۱۳ف کا ذکر ہے کہ اپنے انہیں فرائض کی انجام دہی کے سلسلہ میں آپ حضور پرنور کی نظر فیض اثر سے گزرے، اور مورد الطاف شاہانہ ہوئے۔ منظور جنگ کا خطاب اُسی زمانہ کی بہت سی شاہانہ سرافرازیوں کی یادگار ہے۔

اردی بہشت ۱۳۲۹ف میں جب سر برائن ایجرٹن نے سرزمین دکن کو خدا حافظ کہا، تو حضور پرنور نے پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم سے دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مادام الحیات عطا فرمانے کے سوا، نواب منظور جنگ بہادر کو ضلع میدک کا اسپشل تعلقدار مقرر فرما دیا۔ یہ جائداد اگرچہ ہنگامی اور بطور خاص آپ کے لئے بنائی گئی تھی، لیکن آپ نے سنین ماضیہ کے مطالبات کا تصفیہ اندرون مدت فرما کر ضلع ناندیڑ کی مستقل اول تعلقداری کی خدمت حاصل فرمائی۔ میدک سے گلبرگہ، اور گلبرگہ سے پربھنی کو تبادلہ ہوا۔ ہر جگہ آپ نے اپنے حسن انتظام سے رعایا کے سرکار عالی کو خوشنود رکھنے کی سعی فرمائی، اور اس کی صلاح و فلاح ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہی۔ نواب منظور جنگ بہادر اپنے ماتحتین اور رعایا دونوں کے درمیان یکساں ہر دلعزیز ہیں۔

نواب صاحب کی دو شادیاں ہوئیں، اور ان سے اب تک پانچ لڑکیاں لڑکے خدا نے دئیے۔ پہلی شادی مرزا احمد سعید صاحب دہلوی کی دختر سے ہوئی تھی، اور دوسری نواب صف شکن جنگ مرحوم کی دختر سے۔ بطن اول سے آپ کے فرزند بابر مرزا ہیں۔ باقی چار بیٹیاں ہیں۔

(۵)

مولوی نثار احمد صاحب مزاج

نثار احمد صاحب مزاج (مولوی سید......) خلف اصغر سید قاسم علی صاحب مرحوم جعفری سبزواری شہر علیگڈھ محلہ بالائے قلعہ میں، جو آپ کا وطن ہے، چودھویں صدی کے

پہلے سال پیدا ہوئے۔ وہیں خانگی مکتب اور مدرسہ کی تعلیم پائی۔ تعلیمی موازنہ ذہن خداداد کے برابر پہنچنے نہ پایا تھا کہ بزرگ سرپرستوں کے سایہ سے دفعتاً محروم ہو گئے۔ بارے یہ بے مائگی وسیل راہ ہوئی، اور ہمیشہ کے لئے طالب العلم بنا دیا۔

زندگی کی ضرورتوں نے گھر سے نکالا، اور مختلف مقامات پر رہنے کے بعد پایۂ تخت آصفی کی کشش یہاں لے آئی؛ یہ تقریباً ۱۳۰۹ف کا ذکر ہے کہ آپ علاقہ صرفخاص مبارک کے دفتر کارخانجات سے متعلق منصرم امین صفائی مقرر ہوئے۔ میر منشی کوتوالی ضلع عثمان آباد کی خدمت اسکے بعد ملی، جہاں سے صیغہ دار ہوکر نظامت کوتوالی اضلاع میں آپ کا تبادلہ عمل میں آیا۔ شہریور ۱۳۱۸ف میں بخوشی خدمت سے استعفا دیکر گتہ داری شروع کی اور پیش دستا چار سال تک اس کام کو کرتے رہے۔ اسکے بعد صدر محاسبی صرفخاص مبارک میں ایک سال ایک یوم کے لئے صیغہ دار انگریزی کی خدمت ۹ر خورداد ۱۳۲۲ف کو قبول کرلی اور اس خدمت سے بھی بخوشی مستعفی ہوکر اپنے سابقہ کام (گتہ داری) کی جانب عود کیا۔

نواب نذیر جنگ بہادر کے عہد معتمدی میں سررشتہ داری کیبنٹ کونسل کی خدمت طالب تقرر ہوئی، تو انہوں نے اس جگہ کے لئے سید نثار احمد صاحب کو منتخب فرمایا۔ ۱۲ر اسفندار ۱۳۲۶ف کو آپ نے اپنی خدمت کا جائزہ حاصل کیا، اور اپنے فرائض کو اُس وقت تک انجام دیتے رہے، کہ دفتر کونسل مذکور، صدر اعظم باب حکومت کے دفتر میں ضم ہوگیا۔ دفتر صدارت عظمیٰ میں آپ نے رجسٹراری، ازاں بعد مددگاری پر ترقی پائی۔ جبتک یہاں رہے اہم فرائض خدمت انجام دیتے رہے، سر سید علی امام اور نواب سر فریدوں ملک سے اپنے کام پر بکرات ومرات تحسین وآفرین حاصل فرمائی۔ یہ واقعات ۷ر فروردی ۱۳۲۹ف سے ۵ر آبان ۱۳۳۱ف تک کے ہیں۔

اس کے بعد آخر الذکر تاریخ کو سید نثار احمد کا تبادلہ اول مددگاری پر معتمدی سیاسیات میں ہوا، اور پورے چھ مہینے کے بعد وہاں سے چار ماہ کے لئے مددگار معتمد مال کی خدمت پر منتقل ہوئے۔ صیغہ مال میں پہنچکر آپ کو بتاریخ ۵ر شہریور ۱۳۳۲ف دوم تعلقداری ضلع رائچور پر جانے کا اتفاق پیش آیا، جہاں سے بمکارم شاہانہ اول تعلقداری ضلع بیدر پر ترقی پائی۔

سید نثار احمد صاحب کی زندگی پر سب سے گہرا اثر ڈالنے والا حادثہ رائچور میں اُن کے اکلوتے فرزند سید ہاشم کی موت کا پیش آیا تھا۔ اس ہونہار بچے نے آٹھ سال کے سن میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ قضا کی۔ بموت کے نظریہ سے حضرت مزاج کو مرنے کا غم تو کیا ہو سکتا ہے لیکن ایک ذہین و طباع بچے کی جدائی ناقابلِ برداشت ہو تو تعجب نہیں۔ پارۂ دل داخلِ جنت ہوا سے مرنے والے کی سالِ رحلت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ مصرع غم زدہ باپ ہی کا ہے۔ مرحوم کی یادگار میں مدرسۂ ہاشمیہ اور مسجد ہاشمیہ کی عمارتیں دس بارہ ہزار کے صرف سے تعمیر کی ہیں۔ مدرسہ میں دو مدرس تقریباً نوے بچوں کو تعلیم دینی سے فیض یاب کرتے ہیں اور مسجد میں ملازم و خدام ہیں۔ نصاب عربی و فارسی رشیدیہ و نظامیہ کا خلاصہ ہے۔ افتتاح جناب نواب صدر یار جنگ بہادر شروانی نے فرمایا تھا۔ بانی مدرسہ نے مدرسہ میں اپنا ذاتی کتب خانہ بھی منتقل کر دیا ہے۔ بورڈنگ بنانے کی فکر ہے، اور آخر شعبۂ زندگی کو اسی کام پر صرف کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مزاج کو اپنے ملک کے ادبیات سے بڑی دلچسپی ہے، اور جن ادبا سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا ہے، اُن میں مولانا اشہری صاحب مرحوم کا ذکر وضاحت کیساتھ فرماتے ہیں۔ نظم میں جناب داغ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مزاج اور احمدی تخلص کے ساتھ آپ کی اکثر قومی نظمیں پبلک کے سامنے آ چکی ہیں۔ ان کے منجملہ قومی دعا اور قومی عرضی بار بار شائع ہوئی ہیں۔ ثمرۂ نیکی کے نام سے شریف بیبیوں کی حمایت میں ایک ڈراما بھی تصنیف اور شائع کیا تھا، جسکو اربابِ نظر نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ غزل کہتے ہیں، اور خوب کہتے ہیں۔ فنِ تقریر میں اسقدر ملکہ حاصل ہے کہ ۱۹۱۰ء میں اقبال کلب کی جانب سے تقریری تمغا حاصل کیا تھا، یہ تمغا مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم صدر نشین جلسہ کے ہاتھ سے دیا گیا تھا، اور دیتے وقت مولوی صاحب نے موزوں الفاظ میں مقرر کی تعریف کی تھی۔

فضلاء و شعراء

(۱)

مولوی اکبر علی صاحب

”سرور“ اکبر علی صاحب (مولوی محمد ....) خلف محمد اسد علی صاحب بمقام اورنگ آباد سنہ ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہو کر چند روز بعد اپنے والدین کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ ابتدائے عمر سے تعلیم کا شوق و ذوق مبدء فیاض سے آپ میں ودیعت فرمایا گیا تھا؛ جو آپ کی آئندہ ترقی کا ذریعہ ہوا۔ مڈل تک ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم المعلمین حیدرآباد میں پائی۔ مدرسۂ مذکور کے ہیڈ ماسٹر مولوی الٰہی بخش صاحب اپنے نوعمر شاگرد کی محنت و ذہانت کے ہمیشہ قدر شناس رہے۔ مڈل پاس کر لینے کے بعد مدرسۂ دارالعلوم سے منشی اور مولوی کے آخری امتحانات میں فضیلت حاصل فرمائی۔ جس زمانہ میں آپ ان امتحانات کیلئے تیاری فرما رہے تھے، آپ کو مولوی عبد القدیر صاحب، مولوی شاہ مصطفٰے صاحب، مولوی نادر الدین صاحب، اور مولوی میر موسیٰ صاحب جیسے فضلا کے سامنے زانوے ادب تہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میر موسیٰ صاحب مرحوم خلاف اوقات مدرسہ بھی آپ کو درس دیتے تھے، اس لئے اُن مرحوم کی محنت، بے نفسی، اور انہماک علمی کا اثر خصوصیت کیساتھ آپ پر پڑا اور آپ اپنی محنت، کم گوئی، اور ذوق علمی کے لئے بتدریج شہرت حاصل کرتے گئے۔ دوران تعلیم میں سلف صالحین کی اتباع میں کبھی کبھی اپنے نصاب کی کتابوں کی بھی نقل کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے اخبار ثمرۃ الادب کے

نام سے دار العلوم کے طلبہ نے ایک انجمن قایم کی تھی؛ جس کے آپ مددگار معتمد بنائے گئے تھے۔ ترتیب مجالس اور تحصیل چندہ کا کام علی العموم آپ کے سپرد تھا۔ آپ اس انجمن کے روح رواں ثابت ہوئے، اور اس کے فروغ دینے میں آپ نے بڑا کام کیا۔ مدرسہ کے قدیم طلبہ آپ ہی کے اثر سے انجمن میں شریک ہوئے، اور یہی اثر قیام حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے وقت بھی کام آیا۔ اپنی تعلیم کے آخری زمانہ میں ملا عبد القیوم صاحب مرحوم کے ساتھ رہتے سہنے کے باعث اُن کے علم و فضل، قومی خدمات اصابت رائے وغیرہ سے آپ کو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ ملا عبد الباسط صاحب و مولوی عبد المنعم صاحب فرزندان ملا صاحب کی یکجائی تینوں نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ مولوی اکبر علی صاحب اس زمانہ میں بہ لحاظ ضرورت طلبہ کو خانگی طور پر تعلیم دیتے اور اُس کی آمدنی سے بسر اوقات فرماتے تھے۔

تعلیم ختم ہوئی تو ایک جانب آپ نے سرکار عالی کے صیغہ حساب کے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے صدر محاسبی میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر کی توجہ سے ملازمت اختیار کرلی، اور دوسری طرف مُلا صاحب مرحوم کے زیر اہتمام مشترکہ سرمایہ اور مشترکہ محنت سے رسالہ صحیفہ جاری کرنے کا انتظام کیا۔ اگرچہ عین اشاعت رسالہ کے قبل ملا صاحب کے انتقال کے باعث مشکلات کا سامنا ہوا، مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور رسالہ جاری کر دیا۔ اس زمانہ میں ملازمت اور رسالہ کے سوا معارف کے نام سے ایک انجمن بھی قائم فرمائی تھی؛ جس کے دار الاخبار اور دار المطالعہ کے لئے آپ کو محنت سے کام لینا پڑتا تھا۔ طغیانی رود موسیٰ کے بعد یہ ادبی انجمن زیادہ کام کرنے نہ پائی۔

جنگ بلقان کے زمانہ میں مولوی اکبر علی صاحب نے صحیفہ کو روزانہ اخبار کی صورت میں نمایاں کیا، اور مجاہدین کے لئے چندہ جمع کرکے روانہ کرتے رہے۔ آخر الذکر کام میں مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم اور مُلا عبد الباسط صاحب آپ کے شریک حال تھے۔ اخبار اچھی طرح چلنے لگا تو سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے۔ ختم جنگ بلقان کے

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس اور انجمن طلبۂ قدیم دارالعلوم کی بنیاد ڈالی۔ سچ یہ ہے کہ کانفرنس مذکور مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مگر آپ نے اس کام میں اُن مرحوم کو بہت مدد دی، اور اس لحاظ سے اُس کے بانیوں میں شمار کئے گئے ہیں۔ مولوی صاحب اب عام طور پر حیدرآباد کی قومی، ملکی، مذہبی، علمی تحریکوں میں شریک ہوتے، اور اُن کے فروغ دینے میں نمایاں حصہ لیتے رہتے ہیں۔

مولوی اکبر علی صاحب کو اُردو اور فارسی ادب، اور دینیات کے ساتھ خاص ذوق ہے۔ آپ کی مستقل تصنیف تو کتاب معجزہ محبت کے سوا اور کوئی نہیں ہے، جو عربی سے ترجمہ کی گئی ہے، لیکن مباحثِ مختلفہ پر جو مضامین آپ اپنے اخبار کے ذریعہ روزانہ پیش فرماتے رہتے ہیں، ہمارے نزدیک بسا قابل قدر ہیں۔ آپ زندگی سادگی کیساتھ بسر کرتے ہیں، اور تمام محنت و کوشش اخبار و متعلقاتِ اخبار کے نشو و نما پر صرف کرتے رہتے ہیں۔ آپ تعطیل کا نام نہیں جانتے۔ صبح سے شام تک، اور شب میں بڑی دیر تک کام کرنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بغیر سوئے رات آنکھوں میں گزار دیتے ہیں۔ آپ کی یہ قوت عجیب و غریب ہے۔

(۴)

مولوی تلمذ حسین صاحب

"تلمذ حسین صاحب" (مولوی قاضی......) خلف قاضی تصدق حسین صاحب ۱۸۸۴ء میں اپنے وطن گورکھپور میں پیدا ہوئے، اور وہیں عربی فارسی کی مکتبی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی اس کے بعد شروع کر کے، علیگڈھ میں ایم اے تک پڑھی۔ وہیں سے امتحان مذکور کی ڈگری حاصل کی۔ دوران تعلیم میں چند بار انعامات حاصل کئے۔ چونکہ آپ خوش تقریر اور باسیرت طالب علم تھے، اس لحاظ سے کالج یونین کے سکرٹری مقرر ہوئے اسی طرح کئی بار مختلف وفود میں شرکت کرنے، اور مقصد تعلیم کو کامیاب بنانے کا موقعہ حاصل فرمایا۔ سیاسیات مدن سے آپ کو اسی زمانہ میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی، اور ہمیں یاد پڑتا ہے کہ اس باب میں

آپ کو اپنے زمانہ کے طلبہ پر یہاں تک مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی پر بھی فضل تقدم حاصل تھا۔ اگرچہ اِس علم میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، لیکن ہم نے کبھی میدان عمل میں آتے نہیں دیکھا۔ اِس کی وجہ غالباً آپ کی گوشہ گیری ہے۔

بعد فراغ تعلیم بزرگوں کی زمینداری پر بسر اوقات کرنا آپ کی ہمت بلند کو گوارا نہوا، اور ہمیشہ باہر رہ کر کسی نہ کسی مفید کام پر اپنے اوقات عزیز کو صرف فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک پروفیسر گورنمنٹ کالج جبلپور، ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ جبلپور، ہیڈ ماسٹر دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے خدمات انجام دیتے، اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ کے مرکزی دفتر میں اسسٹنٹ سکریٹری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ رکن دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی یکم آبان ۱۳۲۶ف کو مقرر ہوئے۔

دوران قیام لکھنؤ میں لسان العصر کے نام سے ایک علمی رسالہ جاری کیا تھا، جو اپنے وقت کے موقر پرچوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن اس رسالہ کی عمر نے وفا نہ کی۔ باوجود اس کے سبھوں کے دلوں میں اپنی دائمی یادگار چھوڑ گیا۔

حیدرآباد آکر قاضی صاحب نے پانچ ضخیم جلدوں میں تاریخ انگلستان کا ترجمہ کیا، اور دو جلدوں میں تاریخ یورپ کا۔ اسی طرح نظام سلطنت انگلشیہ اور ارتقائے نظم سلطنت یورپ کا ترجمہ ایک ایک جلد میں کر چکے ہیں۔ نظریۂ سلطنت کے نام سے آپ کا ایک اور ترجمہ ہے، جو اصولی شئے ہے۔ ترتیب مثنوی معنوی بطرز جدید کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی تھی، جس کو حق یہ ہے کہ آپ نے بڑی جاں کاہی کے بعد پورا کیا ہے۔

قاضی صاحب کی شادی [illegible] میں ہوئی۔ اب آپ دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کے باپ ہیں۔

(۳)

مولوی حمید احمد صاحب انصاری

"حمید احمد صاحب انصاری" (مولوی ....) خلف مولوی محمد علی صاحب انصاری مرحوم۔

آپ کا آبائی وطن تو جونپور ہے، لیکن خود آپ کی پیدائش ۲۵ اپریل سنہ ۱۸۸۲ء کو گلبرگہ شریف میں واقع ہوئی۔ اردو، فارسی، عربی کی مکتبی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے پائی۔ اسی سلسلہ میں انگریزی شروع کی، اور سنہ ۱۹۰۲ء تک تقریباً دس برس قدیم اورنگ آباد کالج میں درس حاصل کرتے رہے، اور غالباً وہیں سے میٹرک کامیاب ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں کرسچین کالج الہ آباد میں شریک ہوئے اور وہیں سے بی اے کر کے چند روز تک ایم اے کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۹-۱۰ء میں یونیورسٹی کالج الہ آباد میں قانون تعلیم کو ختم کیا، لیکن ایل ایل بی کا امتحان دینے کی نوبت نہ آئی۔ مسٹر انصاری کی تربیت میں بمقام اورنگ آباد مسٹر گوبند رام چندر کالے، اور مولوی عبدالغفور صاحب شہباز مرحوم نے حصہ لیا تھا، اور کرسچین کالج میں ڈاکٹر آرتھر یو اٹک آنجہانی نے۔

مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے لکھنؤ میں قیام کر کے سکرٹری مسلم لیگ کے خدمات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، تو اپنی رفاقت کے لئے مسٹر انصاری کو منتخب فرمایا تھا۔ اس قومی خدمتگزاری کے دوران میں مسٹر انصاری نے اسقدر محنت سے کام کیا کہ مولوی صاحب مرحوم جیسے دیدہ ور بزرگ کی نگاہ میں خاص وقعت حاصل ہو گئی۔ اسی زمانہ میں پبلک سروس پر ایک مبسوط نوٹ تحریر فرمایا تھا، جسے پبلک سروس کمیشن کے ارکین نے وقعت کی نظر سے دیکھا، اور موقر اخبارات و رسائل نے اسکو حرف بحرف نقل کر کے اس پر لیڈنگ آرٹکل تحریر کئے۔

لیکن حیدرآباد پر آپ کو حق خدمت حاصل تھا، اس لئے سنہ ۱۹۱۳ء میں یہاں آ کر معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ معتمدی مذکور میں مترجم، منتظم، اور مددگار معتمد کے فرائض آپ کے تفویض تھے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں جامع عثمانیہ کی خدمت رجسٹراری (مستقل) پر ترقی پائی، اور ہنوز اسی خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ انگریزی ادبیات، تاریخ اور سیاسیات کے مطالعہ کا مسٹر انصاری کو زمانۂ طالب علمی ہی سے شوق ہے۔ ابتدا میں انگریزی زبان میں مضامین اور افسانے

تحریر کرتے رہتے تھے۔ لیکن اپنی مادری زبان کے مطالعہ اور اس کی خدمت سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ یہ بہت عرصہ کا ذکر ہے کہ آپ نے پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کیلئے رہبن کروسو کا ترجمہ کیا تھا؛ جو مدت ہوئی شائع اور مقبول انام ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کے اس ذوق و شوق میں افزائش اس وقت ہوئی، جب آپ جامعۂ عثمانیہ میں داخل ہوئے۔ اسوقت سے ابتک اپنے فرائض کے سوا، کام کی کتابوں کے ترجمہ کا انبار لگا دیا ہے۔ آپ کے تراجم کی فہرست یہ ہے:۔ (۱) ترجمہ تاریخ روما مصنفہ پروفیسر ملہم (۲) ترجمہ ہسٹری آف دی میڈیول ایج (ایام وسطیٰ) مصنفہ [illegible] (۳) ترجمہ توازن قوت مصنفہ پروفیسر ہیسل (۴) ترجمہ تاریخ جمہوریہ روما مصنفہ پروفیسر ہاٹ لینڈ۔ متذکرۂ بالا آخر کتابوں کے سوا مسٹر حمید احمد نے انجمن ترقی اردو کے لئے پروفیسر گرانٹ کی تاریخ یورپ کا ترجمہ بھی فرمایا ہے۔

محمود شوکت، متین احمد، مسعود رفعت اور احمد سعید الزماں، مسٹر انصاری کے فرزند ہیں۔

(۴)

حیدر یار جنگ بہادر

حیدر یار جنگ بہادر (نواب ...... مولوی سید علی حیدر طباطبائی) خلف میر مصطفیٰ حسین صاحب طباطبائی لکھنوی۔ ۱۶ محرم واقع روز جمعہ کو آپ کی ولادت بمقام قدیم حیدر گنج لکھنؤ واقع ہوئی۔ سال ولادت کے باب میں آپ فرماتے ہیں کہ دربار قیصری دہلی کے وقت آپ کا سن بائیس یا تئیس سال کا تھا، اور دربار قیصری آخر سنہ ۱۲۹۳ھ (سنہ ۱۸۷۷ء) میں واقع ہوا؛ اس لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال سنہ ۱۲۷۱ھ قرار پانا چاہئے۔

آپ حسنی النسل سادات طباطبائی اور حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں؛ جو حضرت امام حسن علیہ السلام کے پوتے یا پرپوتے تھے۔ اسی نسل میں نواب آصف الدولہ کے وزیر باتدبیر مختار الدولہ قتیل گزرے ہیں؛ جنکی نسل سے تعلق رکھنے کا شرف مولوی

علی حیدر صاحب کو حاصل ہے۔ سولہ سال کے سن تک وطن تانی ہی میں ڈاکٹر ملا طاہر نحوی سے فارسی درس کی تحصیل فرمائی، اور عربی صرف و نحو پڑھی۔ اسی زمانہ میں شاگرد رشید ہیرالال المتخلص بہ ذار سے ملنے کا اتفاق ہوا، تو اُن سے علوم متداولہ میں امداد حاصل کرنے کے سوا فن سخن میں مشق بہم پہنچائی۔ حضرت شاہ اودھ کے شہزادوں خصوصاً مرزا انعام بخش مرحوم کی تعلیم کی غرض سے کلکتہ پہنچ کر شاہی مدرسہ کے پروفیسر مقرر ہوئے، تو علامہ قائمۃ الدین مرزا محمد علی مجتہد شاہ اودھ سے منقولات کا درس حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں حامد علی مرزا کوکب کے مشاعروں میں شریک ہو کر کلکتہ کے اہل فن پر سبقت حاصل فرمائی۔

ویسرائے وقت کو شہزادگان خاندان اودھ و خاندان میسور کی تعلیم و تربیت کا خیال پیدا ہوا، اور ایک جدید شاہی مدرسہ دارالاقامہ قائم کیا، تو اس میں عربی پروفیسر کی خدمت مولوی علی حیدر صاحب کو عطا فرمائی۔ لیکن اس تعلیمی تجویز کا خاتمہ شاہ اودھ کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہو گیا۔ اُن دنوں مدرسہ اعزہ حیدرآباد کے لئے کسی فاضل کی ضرورت تھی، اس لئے آپ بربنائے تحریک مولوی میر افضل حسین صاحب مرحوم سابق میر مجلس عدالت العالیہ سرکار عالی، بلدۂ حیدرآباد تشریف لے آئے۔ لیکن نواب عماد السلطنت مرحوم نے آپ کو اپنا بنا لیا، اور کتب خانہ آصفیہ کی مہتمی کی خدمت آپ کے تفویض فرمائی۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب کتب خانۂ آصفیہ کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد نواب صاحب موصوف کی تحریک پر، مولوی سید تصدق حسین صاحب کو جائزہ خدمت سپرد کر کے نظام کالج میں عربی پروفیسری پر منتقل ہو گئے، اور تقریباً تیس سال اس علمی ادبی خدمت کو انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت اور صداقت نامہ حسن لیاقت حاصل فرمایا۔

مولوی علی حیدر صاحب ابھی نظام کالج میں اپنے درس سے طلبہ کو فیض پہنچا رہے تھے کہ حضور پُر نور کی توجہ شہزادگان بلند اقبال کی تعلیم کی جانب مبذول ہوئی، اور بمشورہ

نواب عماد الملک مرحوم آپ کو دوسرے اساتذہ کی معیت میں اپنے جگر گوشوں کی تعلیم کی خدمت پر مامور فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی حضور شاہ سے آپ کو دار الترجمہ جامع عثمانیہ جس کی اساسی تحریک میں حصہ لینے والوں میں سے ایک آپ بھی تھے، ناظر ادبیات کی خدمت عطا فرمائی۔ حیدر یار جنگ کا خطاب آپ کو اسی زمانہ میں عطا ہوا تھا جب آپ شہزادگان فرخ فال کی تدریس میں مشغول تھے۔

حضرت غفرانمکان کے عہد میں جناب جلیل وجناب اختر نے حسب الارشاد مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر، دو جلدوں میں تاریخ حیدر آباد کو قلمبند فرما کر سرکار میں پیش کیا تھا۔ ان کتابوں کی طباعت واشاعت کی ابھی نوبت نہ آئی تھی کہ حضور پرنور کا عہد مبارک شروع ہوگیا، اور یہ نادرات حضور پرنور کی نظر فیض اثر سے گزرے۔ حضور نے بوساطت نواب سالار جنگ بہادر، ان کی زبان اور طرز بیان کی نظر ثانی کرنے کی غرض سے کتابیں آپ کو مرحمت فرمائیں۔ کہتے ہیں کہ اپنے اس فرض کے سوا آپ نے تاریخی طور پر معاملات وواقعات برار کا ان تاریخوں میں بطور حاشیہ اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد سے یہ گویا آپ کے فرائض میں داخل ہوگیا، اور جب کبھی کسی کتاب پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آئی آپ کے پاس سرکاری طور پر روانہ کی گئی۔

نواب حیدر یار جنگ بہادر نے علاوہ بے شمار مضامین لکھنے کے، اردو زبان میں، متعدد رسائل کے ذریعہ معلومات مفیدہ کا ایک نادر گنجینہ فراہم کردیا ہے۔ ان سب کا تعلق مسائل علمیہ سے ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے صرف شرح تشریح الافلاک تو عربی زبان میں ہے، باقی تمام کتابوں کو آپ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے۔ نواب صاحب کی شرح دیوان غالب عام طور پر مشہور ہے، اور اب تو دیوان امرؤ القیس کی شرح فرما کر اس کے نکات کو بھی پانی کردیا ہے۔ دار الترجمہ میں رہ کر بشرکت مولوی عبد الماجد صاحب وقاضی تلمذ حسین صاحب تاریخ یورپ کا انگریزی سے ترجمہ فرمایا ہے اور آپ کا ترجمہ تاریخ طبری جلد دوم زیر طبع ہے۔ فن سخن میں کثیر المشق استاد اور نغز گو

شاعر ہیں، اور نظم تخلص فرماتے ہیں۔ شعرگوئی کے ساتھ شعر فہمی بھی آپ کا حصہ ہے۔ داد سخن کے موقعہ پر بھی فراخ حوصلگی سے کام لیتے ہیں۔ اپنے دوست ہم عصر مولانا اطہری مرحوم کے اس مطلع کا لطف اب بھی کبھی کبھی حاصل فرماتے رہتے ہیں ؎

کبھی مرقع کو نہیں آنکھ کے تل پہ
مگر اُسی کی نہ صورت اُتر سکی دل پہ

سید احمد صاحب اور سید امجد صاحب آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۵)

حضرت جوش ملیح آبادی

شبیر حسن خاں صاحب جوشؔ (مولوی........) خلف محمد بشیر احمد خاں صاحب بشیر ملیح آبادی، ابن نواب محمد احمد خاں صاحب، ابن حسام الدولہ نواب فقیر محمد خاں تہور جنگ المتخلص بہ گویا۔ یہ تمام بزرگوار صاحب تصنیف و تالیف گزرے ہیں، اور اس باب میں جناب گویا کی شہرت عام ہے۔

حضرت جوش کی ولادت ملیح آباد ضلع لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ سیتاپور، لکھنؤ، آگرہ، علیگڈھ وغیرہ میں تعلیم پائی۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کی تعلیم کا انحصار زیادہ تر ذوق مطالعہ اور شوق کتب بینی پر ہے، اس لحاظ سے کسی یونیورسٹی سے کوئی ڈگری نہیں لی، اور نہ علم شکم پروری پر ناز کا آپ کو کوئی موقعہ ہے۔ جو کچھ حاصل کیا خلوت نشینی اور تفکر و تدبر سے۔ کسی نے ان حالات کے مناسب حال گویا آپ ہی کی زبان سے کہا ہے ؎

گویم سخنے اگرچہ شنیدن نشناسد
صحبت شمع را، کہ دمیدن نشناسد

غالباً یہ کہ آنکھ کھولی ناز و نعم میں، لڑکپن گزرا شوق و اکتساب کمال اور اچھی صحبتوں کے اختیار کرنے میں، جوانی آئی تو تردد و پریشان خاطری کے جلو میں! پرانا زمانہ خواب و خیال ہو گیا، آبائی امارت و ثروت کے نقوش دھندلے ہو گئے، باوجود اس کے اچھے لوگوں کی صحبت کو حضرت جوش کی آنکھیں ترستی ہیں۔ دل میں

شوق علم، طلب کمال، خدمت ملک سب کچھ ہے، اور انہیں اصول کو اپنی زندگی کی عظیم الشان عمارت کیلئے بطور سنگ بنیاد کے استعمال کیا ہے۔ مطالعہ طلوع و غروب اور مشاہدہ ندرت و جمال آپ کے تفریحی مشاغل میں داخل ہے، اور اس کا نتیجہ لازمی طور پر اپنے ادبیات کے ساتھ گہری دلچسپی ہے۔ اس ذوق و شوق کے باعث روح ادب، اوراق سحر، مقالات زرین، آوازۂ حق، جذبات فطرت جیسی کتابیں مطبوعات ملک میں داخل ہو چکی ہیں، اور اب عروس ادب، خورد بین انشا و لطیف پر خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔

آپ کی ان ادبی دلبستگیوں کی اطلاع حضور پر نور کو ہوئی تو اوائل ۱۳۳۴ف میں آپ کا تعلق دارالترجمہ و تالیف جامع عثمانیہ سے فرما دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ جامع مذکور کی ادبی ضرورتوں کی جانب مائل ہے، اور شعرائے مغرب کی شیوا بیانیوں کو اپنی زبان کا لباس پہنانے میں مشغول ہیں۔ ہماری نظر سے بھی آپ کے بعض جواہر پارے گزرے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر ہم نے یہ معلوم کیا کہ مغربی خیالات کو مشرقی جامہ پہنانے میں آپ نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حضرت جوش کے خیالات بجائے خود اس قدر رفیع ہیں کہ عصر حاضرہ کے کسی خوش فکر شاعر کے مقابل لائے جا سکتے ہیں۔ اب حیدر یار جنگ بہادر کی مسند ادب پر حضرت جوش ہی اُن کے قائم مقام ہیں۔

حضرت جوش نے اپنے برادران وطن کی اصلاح و ترقی کی خاطر اپنے وطن میں انجمن اخوان الصفا اور مدرسہ کی طرح ڈالی تھی، مگر زمانہ کے اختلافات کے باعث اس کام میں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی۔

آپ کی شادی آپ کے عم مکرم نواب محمد نسیم خاں بہادر تعلقدار ملیح آباد کی پوتی سے ہوئی۔ ایک پسر اور ایک دختر ہیں۔ فرزند کا نام سجاد حیدر ہے۔

(۶)

مولوی عبداللہ صاحب عمادی

عبداللہ صاحب عمادی (مولوی ....) خلف مولانا محمدؒ الافضل بن الحسین بن الحسین بن الحمید ابن محمدؒ العمادی۔

نویں صدی ہجری اور سلاطین شرقیہ کے عہد میں آپ کے بزرگ عماد بن عبداللہ مع اپنے خاندان کے ملک یمن سے آکر جونپور میں مقیم ہوئے، اور یہاں علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت شروع فرمائی۔ ان کے بعد یہ سلسلہ داؤد بن قطب تک جاری رہا۔ اب شرقیوں کا آفتاب اقبال غروب ہوچکا تھا۔ نئی سلطنت کے زور نے طیب بن داؤد بن قطب کو دائرہ عزلت سے باہر نکالا، اور باوجود انکار کے قاضی القضاۃ مقرر کر دیئے گئے۔ ان کا اور ان کے اخلاف کا حلقۂ درس ہمیشہ گرم رہا۔ اگرچہ اس کا دائرہ اب مخصوصین سے متجاوز نہ تھا۔ تعمیم پھر اسوقت ہوئی جب گیارہویں صدی ہجری میں عبدالقادر بن خیرالدین بن معین بن الطیب العمادی کے آوازۂ معارف نے علوم رسالت کی تبلیغ شروع کی۔ لیکن اس خاندان کو سب سے بڑا صدمہ اُسوقت پہنچا جب بزرگ خاندان حیدر بن محمدؒ تو دربار آصف الدولہ میں تھے، اور گھر میں ایسی آگ لگی کہ مکان و مکین سب کو خاکستر کر دیا۔ سات بیبیاں مع بچوں کے اس خدسے نذر آتش ہوگئیں کہ بے پردہ ہونا گوارا نہ تھا۔ گھر کا کتبخانہ جو تیسری صدی ہجری سے لیکر اُس وقت تک کے نوشتوں اور کتابوں کا مخزن تھا، اس آتشزدگی میں برباد ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ نسخے بچائے (؟) ہونگے اور اب بھی اس کتبخانہ میں موجود ہیں۔ ان بزرگوں کے حالات فصول مسعودیہ، اصول المقصود، النفحۃ العنبریۃ، الروض الازہر، الانتصاح وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ سب کتابیں طبع ہوچکی ہیں۔

بارہویں صدی ہجری میں حسین بن حسین بن حیدر نے اور تیرہویں صدی میں افضل بن حسینؒ نے حق علم ادا کیا، اور اسطرح علی بن محمدؒ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو کہ

آل عماد کی علمی خدمت ہر زمانہ میں سرافراز رہے گی۔ محمد الفضل بن حسین کی یادگار ایک تفسیر، ایک کتاب الحدیث، اور علم مناظرہ کی ایک محققانہ تالیف ہے چند مختصر رسائل اور بھی ہیں۔

عبد اللہ بن الفضل العمادی کی ولادت آپ کے وطن جونپور میں بتاریخ سلخ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ھ ہوئی۔ جونپور، لکھنؤ، صنعا، زبید، اور حدیدہ میں تعلیم پائی۔ فارسی اور عربی تا بہ کافیہ والدہ ماجدہ سے پڑھی، شرح جامی تا بہ شمس بازغہ زواہد ثلاثہ وافق المبین، ومجسطی وتحریر اقلیدس کی تحصیل والد مرحوم وجد مغفور سے فرمائی۔ انہیں کتابوں کا اعادہ مولانا ہدایت اللہ سے کیا۔ حدیث وتفسیر کے لئے حضرت شیخ حسین وقاضی زین العابدین کے آگے زانوے ادب تہ فرمایا، اور ادب کی تحصیل مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے کی۔ علوم دنیا کی خاطر لوگ یورپ، امریکہ اور خدا معلوم کہاں کہاں مارے پھرتے ہیں، مگر علم دین کے لئے آپ نے یمن کا سفر اختیار کیا، اور ایک عرصہ تک اپنے اساتذہ کے ہمراہ رہکر متحرک درسگاہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وطن واپس آنے کے بعد بھی شوق مطالعہ نے آپ کو ایک جگہ بیٹھنے نہ دیا، اور اپنی اسی سیاحت کے دوران میں کتبخانہ ریاست رامپور کی سیر فرمائی۔ لکھنؤ میں حضرت شمس العلما مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ کے کتبخانہ اور اس سے زیادہ حضرت کی صحبت سے فائدہ حاصل کیا۔ امرتسر میں حضرت مولانا اشہری صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ساتھ ہوا، اور وہاں فیض صحبت کے سوا حضرت کی ایک ایک تحریر کو مدتہا مدت تک جمع کرتے رہے۔ یہ نادر مجموعہ اب آپ کے کتبخانہ کی زینت ہے۔ اس باب میں آپ ہم سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔

تعلیم سے فارغ ہوئے تو تصنیف وتالیف، اخبار نویسی، اور تاریخ نگاری کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ آپ کا عربی رسالہ البیان ہندوستان اور اسلامی ممالک کے درمیان قدر مشترک ثابت ہوا، اور علماء مصر وشام وعراق وتونس والجزائر ومراکش وقسطنطنیہ نے

خصوصیت کے ساتھ اس کی قدر کی۔ احمد زکی پادشاہ اس کے منزلت شناس تھے، اور رفیق بک جیسے مشہور مصنف اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ اس دور کے بعد ہی اردو اخبار نویسی کے میدان میں آپ کو آنا پڑا، جس کی ابتدا اخبار وکیل امرتسر کی اڈیٹری سے ہوئی۔ اُس زمانہ کی اخباریت بہت ہی فرمایہ تھی۔ حریت ضمیر اور تحریک بیداری کے چرچے خواص تک میں نہ تھے۔ آپ نے اپنے وطن کی نئی روشنی اور پرانی روشنی والوں کو اسلام کے قدر مشترک کی دعوت دی، اور رفتہ رفتہ اسلامی حریت کی شہ نشین پر سب کو جمع کر دیا۔ یہ نصب العین اُسی زمانہ میں قائم ہوا، اور اخباریت کو گرداب بطالت سے نکلنے کا اُسی وقت سے موقعہ ملا۔ تہذیب الاخلاق امرتسر الہلال کلکتہ (سنہ ۱۹۱۳ء)، اور زمیندار، صباح، العصر، اور ادیب لاہور میں بھی سالہائے دراز تک آپ اپنا زور قلم دکھاتے رہے۔

اسی عرصہ میں شرح المفضل (عربی) اور معاریف الہند (عربی) کو ارقام فرمانے کے سوا، آپ نے دربار کابل کے لئے تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ فرمایا۔ تحکمات علم الحدیث، عرب قدیم، صناعۃ العرب، فلسفۃ القرآن، کتاب الصلوٰۃ، اور کتاب الزکوٰۃ کو اپنی مادری زبان میں لکھا۔ معارف ابن قتیبہ، طبقات ابن سعدؔ، التنبیہ و الاشراف، اور معادن الجواہر کو اردو میں نقل کرنے کے علاوہ دارالترجمہ سرکار آصفیہ کے لئے مروج الذہب کے ایک بڑے حصہ کا ترجمہ فرمالیا ہے۔

اِس دارالترجمہ سے آپ کا تعلق من حیث رکن تالیف و ترجمہ یکم آذر سنہ ۱۳۲۷ف کو ہوا، اور تھوڑے عرصہ میں آپ یہاں کی علمی مجالس کے لئے ضروری قرار پاگئے۔ مجلس شاہی نظارت کتب بھی منجملہ دیگر مجالس کے ایک ہے، جس کے آپ رکن رکین ہیں۔ مولوی صفی الدین صاحب کے خدمت نظارت کتب مذہبی سے کنارہ کش ہونے پر حضور پر نور نے آپ کو ناظر کتب مذہبی مقرر فرمایا ہے۔

مولوی عمادی صاحب عربی کے زبردست عالم ہونے کے سوا، فارسی کے

نغز گو شاعر ہیں۔ ہمیں آپ کے فارسی کلام کے سننے کا جسقدر موقعہ ملا، اس سے اندازہ ہوگیا کہ عالی خیالی کے ساتھ ساتھ اہل زبان کی سی سلاست اس میں موجود ہے آپکی طبیعت مشکل پسند واقع ہوئی ہے، اور کیا عجب ہے کہ اسیوجہ سے حضور پُر نور آپ کو قاموس کے نام سے یاد فرماتے ہوں۔ آپ کو چہل قدمی، چائے خوری اور مطالعہ کا بڑا شوق ہے، اور اوسط الذکر شوق کی نسبت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شہری مرحوم کے فیض صحبت کی یادگار ہے۔ ہم آپکی طبیعت میں قدیم شرفا کی سی سادگی اور صفائی کو پاتے ہیں، اور آپ کا ظاہر ہمیں باطن کا آئینہ نظر آتا ہے۔

مولوی صاحب کا عقد آپ کی بنت عم سے ہوا، جن کے بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار ہے۔ آپ کے فرزند کا نام محمد عثمان ہے۔

(۷)

مولوی عبدالباری صاحب

عبد الباری صاحب (مولوی ....) خلف حکیم عبدالخالق صاحب آپ کی پیدائش غالباً اگست ۱۸۹۰ء میں بمقام کرسی ضلع بارہ بنکی واقع ہوئی، جو ننہال ہے۔ ددھیال امیٹھی ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ نسباً انصاری اور خاندانی پیشہ کے اعتبار سے طبیب ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ کے والد ماجد کدیہ ضلع بارہ بنکی میں مقیم ہوئے، اور وطن بنا کر رہ گئے۔

آپ کی بسم اللہ مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی نے کرائی۔ نام بھی انہوں نے رکھا تھا۔ اردو فارسی وغیرہ کی ابتدائی تعلیم سترکہ ضلع بارہ بنکی میں وہاں کے ایک مشہور بزرگ مولوی توکل حسین صاحب سے حاصل کی۔ عربی دارالعلوم ندوہ میں تحصیل فرمائی۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب مولوی شبلی صاحب نعمانی ندوہ کے معتمد تھے۔ مولانا کی توجہ آپ کے حال پر زیادہ تھی۔ اگرچہ آپ کو ان سے سبقاً سبقاً صرف

کلام مجید (زبانی تفسیر کے ساتھ) اور فارسی نظم کے پڑھنے کا شرف حاصل ہے، لیکن علم اور اس کی خدمت کا جو کچھ ذوق پیدا ہوا، وہ سب انہیں کی ذات کا فیض تھا۔ مولانا کی صحبت میں بالالتزام عصر سے مغرب تک برسوں شریک رہے، اور ہر روز نیا ذوق و شوق اور تازہ ولولہ لے کر اٹھے۔ زمانہ طالب علمی میں اساتذہ و طلبہ کی نظر میں آپ کو عربی ادب میں زیادہ امتیاز حاصل تھا؛ اس کے بعد معقولات میں لیکن آخری دو سالوں میں آپ کی توجہ زیادہ تر فلسفہ و معقولات ہی کی جانب رہی، اور طبعی میلان اس کی طرف پایا گیا۔

سنہ ۱۹۱۱ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سے سنہ ۱۹۱۵ء کے اواخر تک زیادہ تر مغربی فلسفہ کی دھن میں انگریزی پڑھتے رہے، مگر بطور خود بعض انگریزی خواں احباب کی مدد سے انگریزی کی تین چار کتابیں ختم کرنے کے بعد ہی سے اپنے ذوق کی آسان فلسفیانہ کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اپنے اس مطالعہ میں سب سے زیادہ مدد آپ نے مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی سے پائی؛ جو اس زمانہ میں لکھنؤ میں درس حاصل کر رہے تھے۔

اس دور تعلیم میں کم و بیش ڈیڑھ سال تک شیخ مقبول حسین صاحب وزیر مال کشمیر کے ہمراہ سری نگر و جموں میں رہنے کا موقع مل گیا؛ جہاں آپ کو انگریزی پڑھنے اور فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھنے کی فرصت اطمینان بخش طریق پر حاصل تھی۔ چند سے اسکول میں بھی شریک رہے، اور انٹرنس کے امتحان کی ناکام کوشش فرمائی۔ اسی غرض سے چند مہینے کے لئے گورنمنٹ ہائی اسکول سلطانپور میں ہیڈ مولوی کی خدمت قبول کر لی تھی۔ امتحان مذکور میں کامیاب ہو گئے تو اس کو ترک کر دیا۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے قیام کی وجہ سے مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کو دکن کالج پونہ کی ملازمت ترک کرنی پڑی، تو ان کی جگہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء میں آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کالج میں آپ چار سال تک عربی و فارسی کے

اسسٹنٹ پروفیسر رہے، مگر زیادہ تر فارسی پڑھانی پڑی۔

علمی خدمتگزاری کا آغاز بھی پونہ سے ہوا۔ عباری کے نام سے تصورات کلیہ پر آپ نے اپنا پہلا مضمون معارف کے لئے لکھا۔ اس کے بعد (۱) مبادی علم انسانی (۲) برکلے اور اس کا فلسفہ اور (۳) مذہب اور عقلیات کو اہل ملک کی خدمت میں پیش فرمایا۔ دکن کالج میں طلبہ کی اعانت سے اردو کا مذاق پیدا کرنے کا موقعہ مل گیا تھا، جس کی بدولت وہاں کے طلبہ کے دارالمطالعہ میں گجراتی و مرہٹی کے ذخیرۂ کتب و رسائل کے پہلو بہ پہلو اردو کے کتب و رسائل بھی نظر آنے لگے۔ تھوڑے عرصہ تک پونہ کے کالجوں اور اسکولوں کے طلبہ، نیز عامۃ الناس کے سامنے اتوار کے دن دکن انسٹی ٹیوٹ میں، جس کے بانی آپ کے بعض احباب تھے، آپ کلام مجید زبانی تفسیر کے ساتھ سناتے تھے۔ پونہ میں آپ سخت علیل ہوگئے، اور فصلی بخار نے صحت میں ہمیشہ کے لئے گھن لگا دیا۔ پونہ سے احمد آباد کا تبادلہ ہوا، جہاں آپ تقریباً چار مہینے تک گجرات کالج میں رہے۔ اسکے بعد سلسلۂ ملازمت قطع ہوگیا۔

احمد آباد سے واپس آکر آپ نے چند روز آرام لیا۔ اس کے بعد احباب دار المصنفین کے اصرار پر عارضی طور سے اعظم گڑھ میں قیام اختیار کیا۔ وہاں پونے دو سال کے قیام میں مولوی سید سلیمان صاحب کی عدم موجودگی کے باعث، ترتیب رسالہ معارف کے علاوہ "سیرۃ النبی جلد سوم کا ایک ٹکڑا"، جو معجزات اور علوم جدیدہ پر مشتمل تھا، آپ کے زیر ادارت رہا۔ اس کے سوا سارا وقت شعبۂ تالیف و ترجمہ جامع عثمانیہ کے لئے علم اخلاق کے نام سے ایک کتاب کے ترجمہ پر صرف ہوا، جو شایع ہوگئی ہے۔

جون سنہ ۱۹۲۲ء میں جامع عثمانیہ کے شعبۂ تالیف و ترجمہ میں مترجم فلسفہ کیلئے آپ سے فرمایش کی گئی، جس سے آپ نے معذرت چاہی۔ اس کے بعد ہی معلم فلسفہ کی کرسی آپ کو اصرار کے ساتھ پیش ہوئی، اور آپ نے بھی اسکو قبول کئے بغیر گریز نہ دیکھی۔ چنانچہ خدمت اسسٹنٹ پروفیسری پر یکم آبان سنہ ۱۳۳۱ف م (۲ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء) سے

مامور ہیں۔ مولوی صاحب ندوہ و دار المصنفین کے رکن اور جامع عثمانیہ کے رفیق (فیلو) ہیں۔

(۸)

مولوی عبدالحق صاحب

عبدالحق صاحب (مولوی.........) آپ کا وطن قصبۂ ہاپوڑ ضلع میرٹھ ہے؛ جہاں محلہ قانون گویان میں آپ کی ولادت بتاریخ ۲۰ مہر سنہ ۱۳۱۸ف واقع ہوئی۔ یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ایسے زمانہ میں مدرسۃ العلوم علیگڈھ کی جماعت مڈل میں داخل ہوئے، جب سر سید احمد خاں بقید حیات تھے، اور ایک مدت اُن مرحوم کے اور جسٹس سید محمود مرحوم کے ساتھ گزار کر درسگاہ مذکور سے بی اے کی سند لی۔ آپ یہ قصہ اکثر اپنے دوستوں کو بزبان شوق سنایا کرتے ہیں، کہ کالج میں پہلی مرتبہ یونیفارم کی تجویز ہوئی تو سر سید نے خود بھی اِس وضع کا کوٹ سلوایا؛ اور اپنے بیٹے اور پوتے کے ساتھ اسی نمونہ کا کوٹ آپ کے لئے بھی سلوا کر شاد اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا تھا۔ آپ کے زمانہ کے طلبہ میں ڈاکٹر ضیاء الدین، مولوی ظفر علی خاں اور مولوی محفوظ علی بدایونی آپ کے ہم درس، اور ایک ہی سال یہ حضرات بی اے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ایسے ذہین ساتھیوں میں مولوی صاحب اپنی جماعت کے بہترین طلبہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ اپنے دوران طالب علمی میں ایک علمی مقابلہ کے اندر اول رہے، اور طلائی تمغا حاصل کیا۔

مولوی عبدالحق صاحب کو کالج ہی میں علمی و ادبی کاموں سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، اور اسے اُس زمانہ کے بزرگوں کا فیضان صحبت کہنا چاہئے۔ آپ کے ہم عمر لوگوں کو کم از کم وہ تنقیدی مضمون ضرور یاد ہوگا؛ جو چودھری خوش محمد خاں ناظر (ہمارے لانگ فیلو) کی ایک نظم پر آپ نے لکھا تھا، اور جس کا چرچا ابھی زبانوں میں کالج کی چار دیواری سے گزر گیا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں، غالباً اُسی زمانہ میں

آپ نے دینِ مسیحی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ، سینٹ پال کے حالات میں ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا؛ جو افسوس کہ مطبع کی صورت دیکھے بغیر ضائع ہو گیا۔ اس رسالہ پر کالج والوں نے نوجوان مولف کو فلاسفر کے لقب سے یاد کرنا شروع کیا تھا۔

~~سنہ~~ ۱۹۰۵یا۶ء میں کالج چھوڑتے پر مولوی صاحب مدرسۂ آصفیہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہو گئے ، اور آپ نے مدرسۂ مذکور کے انتظام اور وہاں کی تعلیم کو اس درجہ پر پہنچا دیا۔ کہ آپ کے بعد آپ کا اتباع کرنے والا کوئی دوسرا پیدا نہ ہو سکا ، ورنہ مدرسۂ آصفیہ آج کسی دوسری منزل میں ہوتا۔ نواب ممتاز یار الدولہ بہادر ابتدا سے اس مدرسہ کے معتمد اور ایک سرگرم کارکن ہیں۔ اُن کی توجہ سے افسر کے نام سے مدرسہ کا ایک رسالہ جاری ہوا؛ جس کی اڈیٹری کے فرائض بھی مولوی عبدالحق کے سپرد کئے گئے۔ رسالہ میں مذہب و معاشرت پر اچھے اچھے مضامین شایع ہوئے۔ بابی مذہب اور قرۃ العین پر آپ سے پہلے بھی بعض مشاہیر...... خصوصاً مولانا اشہری رحوم.... نے خامہ فرسائی فرمائی تھی ، لیکن افسر کے لئے مولوی صاحب نے جو دلچسپ اور طولانی مضمون تحریر فرمایا تھا ، وہ آپ کے پاس سے ضایع ہو گیا۔ غرض یہی وہ زمانہ تھا جب مولوی صاحب بہ حیثیت ایک لایق ادیب کے علمی طبقہ سے روشناس ہو گئے تھے۔

ہیڈ ماسٹری کے بعد ایک عرصہ تک آپ معتمدی امورِ عامہ میں مترجم کی خدمت پر مامور رہے۔ یہ گویا آپ کی ادبی زندگی کا وسطی دور ہے ، جس میں دکن ریویو کے بہت سے مضامین قواعد اردو ، انتخاب کلام میر ، اور مختلف کتابوں پر ناقدانہ و فاضلانہ مقدمے اور تبصرے لکھے گئے۔ مضامین میں سب سے زیادہ قابل قدر وہ سلسلہ تھا جو عالم اسلامی کے نام سے شایع ہوا ، اور نا تمام رہنے کے باوجود تین چار سو صفحات کے قریب تک لکھا جا چکا ہے۔ اپنے افادہ ، علمی تحقیقات ، اور پُر زور طرز بیان کے اعتبار سے یہ ایک یادگار چیز ہے۔ رہے مقدمے اور تبصرے وہ اس کثرت سے لکھے گئے ہیں کہ بعض احباب نے ہمارے مقدمہ نگار کا نام اُس زمانہ میں

مقدمہ بازرکھا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ممتاز اور ادب اردو کا ایک گوہر بے بہا وہ مقدمہ ہے، جو مولوی ظفر علیخاں کے ڈراما جنگ روس و جاپان پر آپ نے لکھا تھا۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں مولوی عبدالحق صاحب کا تعلق محکمۂ تعلیمات سے ہوا۔ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہوگا کہ ڈاکٹر سراج یار جنگ بہادر نے اپنی مدت عمر میں کوئی ثواب کا کام کیا ہے تو وہ یہی تھا کہ مولوی عبدالحق کو اپنے محکمہ میں لے کر آپ کو اپنی قوت دماغی کے نمایاں کرنے کا موقعہ دیدیا۔ ہمیں یاد پڑتا ہے مولوی صاحب اسی سال انجمن ترقی اردو کے معتمد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سے جو تازہ روح انجمن میں پیدا ہوگئی، اس سے اس زمانہ کے باخبر حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن ان سرگرمیوں اور سرکاری مصروفیتوں؛ خاصکر جامع عثمانیہ کی تاسیس کی کوشش نے آپ کے بہت سے علمی ارادوں کو ملتوی کر دیا۔ باوجود اس کے، زبان اردو کی تاریخ اور اس کی تحقیقات سے آپ اس زمانہ میں بھی غافل نہیں رہے۔ اور اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مادری زبان اور اس کی تحقیقاتِ لسانی کے سوا آپ کو کچھ یاد نہیں ہے۔ آپ نے اپنے اسی ذوق وشوق کی بدولت انجمن کی طرف سے وہ سہ ماہی رسالہ اردو کے نام سے جاری فرمایا، جس میں ادبیات کے سوا کسی دوسرے موضوع پر کوئی مضمون قبول نہیں کیا جاتا۔ خود مولوی صاحب نے مرہٹی زبان پر فارسی کے اثرات اور قطب الملک کے دیوان پر جو مضامین تحریر فرمائے ہیں؛ وہ علمی تحقیقات اور وسعت نظر کے لحاظ سے مستقل علمی کتابوں سے کچھ کم قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ صدر مہتمم تعلیمات صوبۂ اورنگ آباد ہوتے وقت آپ مشہور مستشرق ڈوزی کی کتاب اسلامی اسپین کا ترجمہ کر رہے تھے۔ اور اب تاریخ اردو کی ترتیب کا کام معاوضہ پر مولوی عبدالحق صاحب کے ہاتھ میں ہے۔

اوائل ۱۳۳۲ف میں عثمانیہ یونیورسٹی کے تحت جو انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد میں

قایم کیا گیا تھا، آپ اس کے پہلے پرنسپل ہیں۔

(۹)

سید محمد عبد الرحمن خانصاحب

"عبد الرحمن خانصاحب" (مولوی محمد.......) خلف محمد نظر علیخانصاحب۔ ۱۵ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو بمقام حیدرآباد تولد ہوئے۔ فارسی تعلیم کی ابتدا گھر پر ہوئی؛ اور اس کی تحصیل کے بعد بھی اس زبان سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ و نظام کالج میں داخل ہو کر مدراس یونیورسٹی سے بی. اے پاس کیا۔ اکثر امتحانات میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل کی، اور بعض مضامین کے اندر تمام امیدواروں سے زیادہ نمبر لیئے۔ فارسی سوا سائنس اور ریاضی آپ کے دو دلچسپ مضامین رہے ہیں۔ عربی کی تعلیم بھی اسکول کے نصاب کے ساتھ ساتھ ہوئی تھی۔ بعد فراغ تعلیم اس کے درس کا سلسلہ پھر قایم کیا۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ اسلام اور تاریخ یورپ کا مطالعہ بھی جاری رہا۔

تیر ۱۳۱۴ف میں نظام کالج میں اسسٹنٹ لکچرار سائنس کی خدمت پر مامور ہوئے لیکن چند سال بعد بحصول رخصت انگلستان جاکر رائل کالج آف سائنس لندن میں سائنس اور ریاضی کی مزید تعلیم حاصل کی۔ دو سال میں اسوسی ایٹ آف دی رائل کالج آف سائنس ہوئے، اور ساتھ ہی طبعیات میں لندن یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ بی. یس سی کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی عرصہ میں بے تار برقی (وائرلس ٹیلیگرافی) کا نصاب بھی ختم کیا۔ دوران تعلیم انگلستان میں آپ نے مشہور و معروف ماہران سائنس و ریاضی سے شرف تلمذ حاصل فرمایا، اور اکثر حضرات نے نہایت مفید لیاقت نامے عنایت کئے۔ ایام تعطیلات اور رفت و آمد میں یورپ کے بڑے بڑے شہروں اور تاریخی مقاموں کی سیر کی، اور تعلیم گاہوں کو دیکھا مشہور آفاق لوگوں سے ملاقات فرمائی۔ ولایت سے واپس آکر آپ نے اپنے وطن کی تعلیم سائنس کی اصلاح و ترقی کے لئے بے حد کوشش کی، اور اپنے معلومات سے سیکڑوں طلبہ و اساتذہ کو

فائدہ پہنچایا۔

مسٹر عبدالرحمٰن تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے کسی ہم چشم سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جامعہ عثمانیہ کے لئے بی۔ اے کی طبیعیات وغیرہ کی متعدد کتابیں تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ فن آواز پر آپ نے جو کتاب لکھی ہے، جامعیت اور طرز بیان کے لحاظ سے آپ کی دوسری کتابوں سے بہتر ہے۔ زبان انگریزی میں بھی جدید سائنس سے متعلق بالکل نئے طرز پر رسالے اور کتابچے لکھے اور شائع کئے ہیں۔

نظام کالج میں پروفیسر طبیعیات کی خدمت پر مسٹر عبدالرحمٰن خاں کئی سال سے مامور رہے، اور عثمانیہ کالج میں بھی انہیں فرائض کو انجام دے رہے تھے، کہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے خدمت صدارت سے کنارہ کش ہونے پر، آغاز ۱۳۳۴ف سے آپ اس دارالعلوم کے صدر (پرنسپل) مقرر ہوئے۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی کے فیلو، سینڈیکیٹ و سینیٹ کے ممبر، اور رصد خانہ نظامیہ کی علمی و فنی کمیٹی کے پریسیڈنٹ ہیں۔ کئی مرتبہ نظام کالج کے منصرم و اپس پرنسپل رہ چکے ہیں۔

نواب سعادت جنگ بہادر صدر ناظم مال صوبہ اورنگ آباد کی دختر سے آپ کی شادی ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے عبدالمجید خاں و عبدالوحید خاں آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۰)

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی

عبدالستار صدیقی" (ڈاکٹر..... .....) خلف مولوی عبدالغفار صاحب مرحوم آپکے والد ماجد سررشتہ مال سرکار عالی میں ملازم اور ضلع کے سررشتہ دار تھے۔ لیکن خود آپ کی ولادت بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۸۸۵ء سندیلہ ضلع ہردوئی (اودھ) میں ہوئی؛ جہاں کے آپ متوطن ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت کی ابتدا کچھ ایسے مبارک وقت میں ہوئی تھی کہ آپ نہ صرف اپنے خاندان بلکہ ملک و قوم کیلئے قابل فخر ثابت ہوئے۔ مڈل تو آپ نے مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ سے پاس کیا، لیکن میٹرک کے لئے مدارس فوقانیہ بلدہ و چادر گھاٹ میں

درس حاصل کرتے رہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ آخر الذکر درسگاہ کے سر پہ آپ کی کامیابی کا سہرا ہے۔ اس کے بعد مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں داخل ہوئے، جہاں ایم اے میں کامیابی حاصل کرکے اپنی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے، جب ہم رسالہ ولڈ بوائے کی خاطر سنہ ۱۹۱۲ء میں علیگڈہ میں مقیم تھے۔ اُس زمانہ میں مسٹر صدیقی ایم اے کا درس حاصل کر رہے تھے۔

ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء میں مشرقی السنہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکومت ہند کی جانب سے مسٹر عبدالستار صدیقی کو یورپ بھیجا گیا، اور آپ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء تک تعلیمی وظیفہ پاتے رہے۔ اسٹراس برگ یونیورسٹی اور گوٹینگن یونیورسٹی میں اول الذکر سال سے سنہ ۱۹۱۹ء تک آپ نے سامی اور ایرانی لسانیات کی تعلیم پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عالمگیر جنگ کے شعلے دنیا کے تین براعظموں کو خاک سیاہ کرنے کیلئے اپنا کام کر رہے تھے۔ لیکن وہ کیسے مستقل مزاج طلبہ و اساتذہ تھے کہ توپوں کی گرج میں بھی اطمینان کے ساتھ مصروف عمل رہے۔ مسٹر صدیقی نے فروری سنہ ۱۹۱۷ء میں گوٹینگن یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ پی ایچ ڈی کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی، جسکی ڈگری سنہ ۱۹۱۹ء میں عطا ہوئی۔

جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں ڈاکٹر عبدالستار اپنے وطن کو واپس آئے، اور فروری سے ستمبر تک مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں ریسرچ پروفیسر رہے۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ کی صدارت پر آپ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء میں مامور ہوئے؛ جہاں سنہ ۱۹۲۴ء تک خدمات تعلیم انجام دیتے رہے۔ اب بمقام ڈھاکہ اپنے دریائے علم سے اُن اطراف کے باشندوں کو سیراب فرما رہے ہیں۔

ڈاکٹر صدیقی کی سب سے پہلی تصنیف، جہاں تک ہمیں علم ہے، جرمنی زبان میں قدیم عربی میں فارسی الاصل الفاظ پر تھی۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۱۹ء میں گوٹینگن سے شایع ہوئی، اور انگریزی زبان میں اُس پر دو زبردست تنقیدیں شایع ہوئیں۔

ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی گریٹ برٹن و آئرلینڈ کے رسالہ بابت جولائی ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں، اور دوسری بمبئی کرانیکل کی اشاعت مورخہ ۱۵ / اگست ۱۹۲۱ء میں دونوں سے آپ کی تلاش و دقیقہ سنجی کا پتہ چلتا ہے۔ اپنی مادری زبان میں اردو زبان کے اصول لسان پر آپ نے رسالہ اردو اورنگ آباد میں کئی قابل قدر مضامین لکھے ہیں، جو بجائے خود ایک مفید کتاب سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔ امید کہ یہ آپ کے ادبی مساعی کی ابتدا ہے۔

ڈاکٹر صدیقی کی شادی آپ کے حقیقی چچا منشی عبدالودود صاحب سندیلوی کی دختر سے جولائی ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ مسلم صدیقی اور زبیر صدیقی آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۱)

مفتی عبداللطیف صاحب صبا

"عبداللطیف صاحب صبا" (مولوی مفتی ....) خلف حکیم مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم ۱۲۹۷ھ میں اپنے وطن افضل گڑھ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، لیکن نشو و نما اور تعلیم و تربیت سنبھل ضلع مراد آباد میں پائی، جہاں آپ کے والد ماجد اپنے مطب کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے درس نظامیہ کو کم و بیش اپنے والد ماجد سے تمام کیا۔ البتہ آخری چند کتابیں مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم سے علیگڈھ میں پڑھیں۔

تعلیم کے بعد تھوڑے عرصہ تک کانپور میں، زاں بعد ڈلمئو ضلع رائے بریلی میں تعلیم دیتے رہے۔ ۱۳۱۳ھ میں ندوہ کے تحت کانپور طلب کئے گئے، اور وہاں سے دفتر ندوہ کے ساتھ ۱۳۱۶ھ میں لکھنؤ کو منتقل ہوئے۔ ۱۳۱۷ھ میں دارالعلوم قائم ہوا تو آپ کے اس زمانہ کے فرائض پر فریضۂ تعلیم کا اضافہ ہوا۔ ۱۳۲۳ھ میں ترک تعلق کر کے تجارت کی جانب مائل ہوئے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشہ راس نہ آیا۔ مولوی محمد علی صاحب سابق ناظم ندوہ کی یاد فرمائی پر اس کے بعد مونگیر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں روزہ اور حج پر دو رسالے تصنیف فرمائے، جو ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

لیکن ان رسائل کی برکت سے وسط ۱۳۲۲ھ میں آپ کو حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ مکہ معظمہ میں آپ تقریباً تین سال تک قیام پذیر رہے، اور اس عرصہ میں دمشق، بیروت، یافہ، پورٹ سعید، قاہرہ وغیرہ کی سیاحت علمی اغراض کے لئے فرمائی۔ مکہ معظمہ کے مشہور ہندی مدرسہ صولتیہ کے ذریعہ سے آپ وہاں کے طلبہ کو تعلیمی فیض پہنچاتے رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے اپنی مادری زبان میں تاریخ علم منطق قلمبند فرمائی؛ جو مدرسہ صولتیہ سے شائع ہو چکی ہے۔ سورۃ البقر کی تفسیر بھی اسی زمانہ میں عربی میں لکھی تھی؛ جو ہنوز قلمی ہے۔ اسی طرح احسن الکلام اور تکمیل الارشاد آپ کے دو رسالہ ہیں، جن کو آپ نے اسی ارض پاک پر قلمبند فرمایا تھا۔ سنہ ۱۳۲۵ھ میں آپ وطن واپس تشریف لا کر ۱۳۲۸ھ تک مونگیر میں افتا کرتے رہے۔

مونگیر میں رہ کر آپ نے تذکرۂ اعظم کے سوا، آئینہ کردار اسلام، تذکرۂ یونس اور تاریخ القرآن کی تصنیف پر اپنے وقت عزیز کو صرف فرمایا۔ یہ سب کتابیں مطبوعہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے شرح ترمذی شریف اور تذکرہ عبداللہ ابن مسعود صحابی کی ابتدا فرمائی۔ یہ دونوں کتابیں اب تک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ مواضع میں نماز اور تار کے ذریعہ سے چاند کی اطلاع کے اثبات میں آپ کے دو رسالے بھی قیام مونگیر کی یادگار ہیں۔ ۱۳۲۸ھ میں سرکاری طلب پر آپ حیدرآباد تشریف لائے اور جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ دینیات میں ملازمت اختیار فرمائی۔ یہاں آپ کا خاص فن تفسیر ہے۔

مفتی صاحب کی شادی آپ کے خاندان ہی میں حافظ خلیل الرحمن صاحب کی دختر سے ہوئی، اور دو بیٹیاں خدا نے عطا فرمائیں۔

(۱۳)

محمد عبدالواسع صفا

عبدالواسع صاحب صفاؔ (مولوی محمد ......) خلف یوسف علی صاحب عثمانی گوپاموی۔ ۷ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ کو بمقام ریاست بھوپال پیدا ہوئے۔ تعلیم کا بڑا حصہ گھر ہی پر اپنے والد ماجد اور برادر بزرگ مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم سے نہایت خوبی کے ساتھ طے فرمایا، اور اس زمانہ میں جن مشاہیر کی صحبت آپ کو نصیب ہوئی، اُن میں مولانا اشہر صاحب مرحوم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ذوق علمی اور شوق تحقیق نے آپ کو ہندوستان کے مایۂ ناز علماء کے حلقۂ درس میں پہنچایا، اور تعلیم کا انتہائی حصہ مولانا عبدالحق صاحب قاضی ریاست، مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی، مولانا حسین بن محسن الانصاری الیمانی، مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی، اور مولانا محمد یوسف صاحب مرحومین سے تکمیل کو پہنچا۔ شعر و سخن میں آپ کو مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی سے افتخار تلمذ حاصل ہوا، اور طریقت میں حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت پایا۔

سلسلۂ ملازمت میں داخل ہونے سے پہلے آپ ریاست بھوپال میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے، ازاں بعد مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں مدرس دوم کی خدمت پر مامور کیے گئے۔ سرکار آصفیہ سے آپ کا تعلق ۷ مردے ۱۳۱۷ف کو ہوا، اور مدرسۂ دارالعلوم میں مدرس و پروفیسر کی خدمت پر مامور ہو کر اشاعت علم میں مشغول ہو گئے۔ شعبۂ دینیات کے شیخ الحدیث اس کے بعد بنائے گئے۔ سرکاری فرائض کے سوا شغل تعلیم و تدریس آپ نے اپنے گھر پر بھی جاری کر رکھا ہے۔ تعلیم و تدریس سے جو وقت بچتا ہے، اُس میں تصنیف و تالیف سے شغل فرماتے ہیں۔ آپ کی بعض کتابیں، جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں، یہ ہیں:- (۱) حسن الافتتاح۔ (۲) رسالۃ العروض والقافیہ۔ (۳) حاشیہ شرح مسلم۔ (۴) معیار الاوقات (۵) منطق عثمانی اور (۶) الہیئۃ۔ مگر (۷)

البذر اب زیر اشاعت ہے۔

(۱۳)

مولوی عظمت اللہ خانصاحب

عظمت اللہ خانصاحب (مولوی ......) خلف مولوی محمد نعمت اللہ خانصاحب مرحوم

آپ کا نسبی تعلق حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد ابن حنیفہ سے ہے، جن کے اخلاف ایران میں مدتہا مدت اپنی زندگی گزار کر عربی حکومت کے زمانہ میں ہی وارد ہند ہوگئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کی ملازمت کا تعلق دفتر پیشی حضرت غفران مکان سے تھا لیکن آپ کی ولادت ۵ شوال ۱۳۰۸ھ کو بمقام دہلی ہوئی؛ جہاں کے آپ متوطن ہیں۔ آپ کی تعلیم کا بڑا زمانہ حیدرآباد میں گزرا، اور یہیں رزیڈنسی اسکول سے انگریزی تعلیم شروع ہو کر گورنمنٹ ہائی اسکول چادرگھاٹ میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج اجمیر میں داخل ہوئے، اور بی اے میں کامیابی حاصل کر کے زندگی کی اس منزل کو طے فرمالیا۔

مسٹر عظمت اللہ کی علمی دلبستگی کی بنیاد نہایت مضبوطی کے ساتھ گھر ہی پر قایم ہوگئی تھی، اس لئے یہ خصوصیت ہر جگہ قایم رہی۔ اس باب میں آپ کے والد ماجد کی پاکیزہ سیرت زیادہ اثر انداز ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے زمانہ میں آپ کو انگریزی ادبیات کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ اس باب خاص میں مسٹر ہیرس پرنسپل اجمیر کالج کی توجہ اور محبت سے بہت کچھ اضافہ ہوتا رہا۔ اسی وجہ سے آپ نے انگریزی ادبیات کے بخوبی سمجھنے اور اس کا پورا لطف حاصل کرنے کی غرض سے انگریزی شعر کہنے کی مہارت پیدا کر لی۔ مسٹر ہیرس نے آپ کے اس شوق ادب اور ذوق شعری کو اس قدر پسند فرمایا کہ آپ کی نظموں کا مجموعہ عمدہ طور پر طبع کرا کے سالانہ انعامی جلسہ کے موقعہ پر آنریبل مسٹر (بعدہ سر) اے جی کالون، ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی خدمت میں، اس کے مصنف کے شا

پیش فرمایا۔ صاحب ممدوح نے بھی اس کے مطالعہ سے حظ حاصل کرکے اچھے الفاظ میں نوجوان شاعر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

انگریزی اور اردو مضمون نگاری کے شغل کو مسٹر عظمت اللہ نے، بشرط فرصت اس کے بعد بھی جاری رکھا۔ اور اب تو یہ کیفیت ہے کہ ملک کے تقریباً تمام مشہور رسالوں میں آپ کے مضامین ضرور شایع ہوتے ہیں۔ اردو شاعری کی جانب آپ نے حال ہی میں توجہ فرمائی ہے، اور آپ کی تحریرات کا اندازہ بتا رہا ہے کہ اردو ادبیات کی اس صنف میں آپ سادگی کے ذریعہ وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں چنانچہ عروض اردو پر بھی آپ خامہ فرسائی فرما چکے ہیں۔

تعلیم کے بعد مسٹر عظمت اللہ کا قصد تھا کہ میدان صحافت میں گام زن ہوں۔ اس کام کے لئے مختلف علوم ضروریہ کا مطالعہ بھی شروع کردیا تھا، لیکن اسی زمانہ میں قلمرو آصفیہ کے تعلیمی مسائل پر آپ کا ایک انگریزی رسالہ ڈاکٹر اللطیفی کی نظر سے گزرا، اور اس لحاظ سے کہ ڈاکٹر صاحب ان مسائل سے متعلق خود بھی رتبۂ عالی رکھتے ہیں، اپنی جوہر شناسی کو کام فرماکر، رسالہ کے مصنف کو اپنے محکمہ کے لئے چن لیا۔ مسٹر عظمت اللہ ۳۱ شہریور ۱۳۳۵ف کو تعلیمات سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوگئے؛ جہاں اب مددگار ناظم تعلیمات کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر اللطیفی نے من حیث ناظم تعلیمات، جہاں بہت سی تجاویز مفید ملک چھوڑی ہیں، وہیں اُن کے وجود باجود سے جامع عثمانیہ کی تحریک کو بنیادی طور پر بڑی تقویت پہنچی ہے۔ یہ مسٹر عظمت اللہ کی خوش نصیبی تھی کہ جس زمانہ میں جامع مذکور کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی؛ آپ کو اس کے کام میں شرکت کرنیکا کافی موقعہ مل گیا۔ آپ کی محنت محبت کے ساتھ تھی؛ جسکا اجر خدا کے گھر سے ملیگا۔

(۱۴)

سید علی اصغر علیگ صاحب بلگرامی

مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی (مولوی سید......) خلف مولوی سید حسن صاحب جشن یکم دے سنہ ۱۳۰۱ف کو بمقام حیدرآباد دکن پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول کی تعلیم حیدرآباد اور بیدر میں، اور ایف اے کی تعلیم اورنگ آباد میں پائی۔ فارسی و عربی کی تحصیل مولوی محمد سبطین صاحب مرحوم سے فرمائی، اور فقہ کی بعض کتابیں علمار عراق سے پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت پاکر امتحان عہدہ داران مال و جوڈیشل میں کامیابی حاصل کی حسب الحکم مدار المہام وقت محکمۂ مال میں اتاچی مقرر ہوئے، اور تین سال تک بحیثیت تحصیلدار و مددگار تعلقدار مستقرمانہ کارگزار رہے۔ سنہ ۱۳۲۲ف میں خدمت منتظم پیشی معین المہام بہادر عدالت و کوتوالی پر مستقلانہ تقرر ہوا۔ اسی سال محکمہ ہوم سکریٹری میں صدر منتظمی پر منتقل ہوئے، اور متعدد بار بحیثیت مددگار ہوم سکریٹری منصرمانہ کارگزار رہنے کے بعد، مولوی محمد جامع صاحب کے وظیفہ یاب ہونے پر، بالآخر مستقل فرمائے گئے۔ مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ دو سال کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تو آثار قدیمہ کی وسیع معلومات کی بنا پر آپ حسب فرمان خسروی اس محکمہ کی نظامت کے نگران حال مقرر ہوئے تھے۔ اسی طرح سنہ ۱۳۳۴ف میں بھی اس سررشتہ کی نگرانی آپ کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ آپ کی نظامت آثار قدیمہ کا شاندار کارنامہ آپ کی تالیف مآثر دکن ہے؛ جس میں شہر حیدرآباد و مضافات بلدہ کے تمام تاریخی عمارات و آثار کے تفصیلی حالات تحقیق و تلاش کے ساتھ قلمبند کئے گئے ہیں۔ عمارات و مقابر شاہان گولکنڈہ پر جسقدر عربی و فارسی کتبات ہیں، ان کو نہایت غور و تعمق کے ساتھ حل کرکے درج کتاب کیا ہے۔ شاہان گولکنڈہ اور عمارات کی تقریباً پچاس ہاف ٹون تصاویر اس میں شامل ہیں، جن کی وجہ سے کتاب کی دلچسپی میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔

مولوی علی اصغر صاحب نے قدیم فارسی و اردو شعرا کا تذکرہ بنام یادگار شعرا فارسی زبان میں دو حصوں میں تالیف کیا۔ سفرنامۂ عراق موسوم بہ آثار العراق لکھا۔ یہ کتابیں طباعت طلب ہیں۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں آپ کی کتاب فلسفۂ ازدواج طبع ہو کر نہایت مقبول ہوئی تھی۔ الناظر، ذخیرہ، ترقی اور دوسرے علمی رسائل واخبارات میں آپ کے اخلاقی و تاریخی مضامین کثرت کے ساتھ شایع ہو چکے ہیں۔ ادب اور تاریخ سے آپ کو خاص دلچسپی ہے، اور انھیں مضامین پر مشتمل ایک انگریزی، فارسی، و اردو کتبخانہ جمع کیا ہے؛ جس میں اوقات فرصت کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہے۔ آپ اپنے اس کتبخانہ سے اپنے احباب کو بھی تمتع حاصل کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔

خصوصیات علمی کے باعث مولوی علی اصغر صاحب کو ایشیاٹک سوسائٹی نے اپنا ممبر بنایا ہے۔ آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کا سفر بہ نظر حصول تجربہ و افزائش معلومات کیا ہے، اور کئی بار عراق کا سفر بھی کر چکے ہیں۔ مصر و شام و فلسطین میں بھی آپ نے سیاحت فرمائی ہے، اور ہم خوش ہیں کہ آخر آخر اللہ رسول کا گھر بھی دیکھ آئے ؎

کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ ... زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

سنہ ۱۹۱۸ء میں آپ کی شادی سید شہنشاہ حسین صاحب وکیل مرحوم کی دختر سے بمقام لکھنؤ ہوئی، اور اس نکاح سے تین فرزند اور ایک لڑکی کی ولادت ہوئی۔ سید علی جعفر، اور سید علی باقر آپ کے موجودہ دو فرزند ہیں۔

(۱۵)

سید علی رضا صاحب

علی رضا صاحب (مولوی سید......) خلف نواب صفدر نواز جنگ میر محمد علیخاں مرحوم۔ سرزمین دکن کے فرزند اور بلدۂ حیدرآباد کے تازہ پیداوار ہیں۔ بتاریخ

۲۸ مردے ۱۲۹۵ف بلدہ میں ولادت واقع ہوئی۔ تعلیم کی ابتدا تو گھر سے ہوئی، مگر بی، اے اور بیرسٹری کی ڈگریوں کے لئے آپ کو نظام کالج، علی گڑھ کالج، اور آکسفورڈ کی تعلیمی منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد بلدہ میں وکالت شروع کی، لیکن وسط ۱۳۲۳ف میں محکمۂ عدالت سرکار عالی میں ملازمت ملجانے کے باعث تھوڑے ہی عرصہ میں اس شغل کو ترک کر دینا پڑا۔

سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ کی رکنیت پر ۳۰ اردی بہشت ۱۳۲۷ف کو تقرر ہوا، اور اس سررشتہ کو آپ نے سیاسی و قانونی کتب کا ترجمہ فرما کر فائدہ پہنچایا۔ تاریخ دستور انگلستان کا اردو ترجمہ آپ نے دو جلدوں میں جامعہ مذکورہ کے انٹرمیڈیٹ و بی، اے کے لئے فرمایا، اور شرح محمدی (مصنفہ مولوی امیر علی) کا ترجمہ ایل ایل بی، کے لئے یہ کتابیں داخل نصاب ہو چکی ہیں۔ اصول قانون مسٹر علی رضا کا چھوتھا ترجمہ ہے۔ میٹریکیولیشن کے نصاب کے لئے دوسرے حضرات کی شرکت میں آپنے تاریخ انگلستان کو اپنی زبان میں نقل کیا، اور یہی حال ارتقائے نظم سلطنت یورپ کا ہے تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کے مضامین سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ تقریباً چار سال تک اپنے ادبی خدمات سے دار الترجمہ سرکار عالی کو فائدہ پہنچانے کے بعد آپ نے یکم خورداد ۱۳۳۱ف کو محکمۂ عدالت میں عود فرمایا؛ جہاں اب مستقل ناظم عدالت ضلع ہیں۔

مسٹر علی رضا کی شادی بلدہ ہی میں لفٹنٹ سید مظفر الدین صاحب کی دختر سے بتاریخ ۲۷ رمضان ۱۳۳۳ھ ہوئی، اور اس جوڑے کو یوسف رضا کی شکل میں بارگاہِ ایزدی سے پہلا فرزند عطا ہوا۔

(۱۶)

فصاحت جنگ بہادر" (نواب ...... حافظ جلیل حسن جلیل) خلف حافظ عبد الکریم صاحب

نواب فصاحت جنگ بہادر

اپنے وطن مانک پور میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں نشو ونما اور تعلیم پاکر قدیم فارسی زبان میں زبردست استعداد بہم پہنچائی۔ بیس سال کے سن میں منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے شاگرد ہوئے، اور تا دم واپسیں شفیق استاد کے قدموں سے جدا نہ ہوئے۔ عروض و قوافی کے ساتھ جملہ معلومات و نکاتِ شاعری کو حضرت امیر ہی کے خوان ادب سے حاصل کیا۔ رامپور میں امیر اللغات کا دفتر قائم ہوا تو اُس کا دائرہ ادارت آپکے سپرد کیا گیا۔ مشق سخن اور امیر اللغات کی ترتیب و تہذیب کے زمانہ میں اُستاد نے آپ کی اصلاح و تہذیب میں جسقدر محنت فرمائی، اُس کا بہتر نتیجہ اپنی زندگی ہی میں ملاحظہ فرمالیا۔

حضرت امیر مینائی حیدر آباد تشریف لائے تو اپنے سعید شاگرد کو بھی ہمراہ لائے، اور اُس وقت سے آپ یہاں اقامت پذیر ہیں۔ اُستاذ کی وفات کے بعد آپ کو اور جناب اختر کو مہاراجہ سر مین السلطنۃ بہادر کی مہمان نوازی اور سرپرستی کی عزت حاصل ہوئی، تو مہاراجہ کے نظم و نثر کے دو رسالے محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی کی ترتیب کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ اُسی زمانہ میں آپ نے تذکیر و تانیث پر اسی نام سے ایک مبسوط کتاب لکھکر موجودہ زمانہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا۔ جناب اختر مینائی کی معیت میں، کہا جاتا ہے کہ آپ نے حیدر آباد کی ایک تاریخ بھی اسی زمانہ میں رقم فرمائی تھی۔ شاعری اور رسالہ نگاری کی اس حالت پر آپ اُسوقت تک قائم رہے کہ حضرت غفرانمکان کی بارگاہ عالی سے آپکا تعلق ہوگیا۔ یہ واقعہ ۵ ار شوال ۱۳۲۷؁ھ م ۱۹۱۰؁ء کا ہے۔ آپ کا پہلا دیوان تاج سخن اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔

حضور پُرنور سریر آرائے سلطنت ہوئے تو اپنے پدر عالی قدر کے جواہر ریزوں میں سے اس گوہر شاہوار کو بھی انتخاب فرمایا۔ اُس وقت سے اب تک آپ عطیات شاہانہ سے سرافراز ہوتے رہے ہیں۔ فصاحت جنگ کا خطاب بھی مراحم خسروانہ کا

ایک ہے۔

صدیق احمد صاحب اور نہال احمد صاحب آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۷)

کاظم علی صاحب باغ (مولوی سید......) خلف میر قاسم علی صاحب جعفری سبزواری۔ آپ کے بزرگوں کو شاہان مغلیہ سے توسل حاصل تھا، اور اُسی دربار سے اُن کو تحصیل کاسگنج ضلع ایٹہ میں اٹھارہ مواضعات کی جاگیر عطا ہوئی تھی۔ یہ جاگیر بلا شرکت احدے در اثنا آپ کے جد میر سعادت علی صاحب مرحوم تک پہنچی۔ انہوں نے بہ پاس عقیدت دو مواضعات تو نذر حسین علیہ السلام کئے، باقی علاقہ میں سے ایک ایک موضع اپنے اور دو بیٹوں کے لئے جدا کر کے، بقیہ حصہ اراضی کو بحصہ رسدی اپنے سات فرزندوں پر تقسیم فرمادیا۔ آپ کے والد ماجد مشہدی تخلص کے ساتھ شعر گوئی کا مذاق سلیم رکھتے تھے۔ اُن کا تعلق دربار لکھنؤ سے تھا؛ جہاں خدمت مصاحبت کے سوا اُن کو مہتممی توشک خانہ کا منصب بھی حاصل تھا۔ اس تعلق کے مناسب حال لکھنؤ میں امیر الامرا کی دختر ملکہ زمانی بیگم سے انہوں نے شادی کر لی تھی۔ ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ء سے قبل ان بی بی نے قضا کی، اور اوس کے بعد دربار ویران ہو گیا تو میر صاحب نے وطن آکر آپ کی والدہ سے دوسری شادی کی؛ جو نسباً ترک تھیں۔ میر صاحب کے علاقہ کا ایک بڑا حصہ طغیانی سنہ ۱۸۷۷ء میں دریا برد ہو گیا، اور جو زمین باقی رہی وہ بھی ایک بڑی حد تک نہر بندی کے کام آئی۔ جائداد تباہ ہوئی، اور معاوضہ برائے نام ملا۔ اب بطور یادگار رہتے ہوؤں کا نشان ہزار باقی ہے۔

حضرت باغ کی ولادت سنہ ۱۸۶۸ یا ۱۸۶۹ء میں بمقام علی گڑھ واقع ہوئی۔ گھر پر مولوی سید یعقوب علی صاحب، اور مولوی عبد السلام صاحب سے فارسی کی مکتبی تعلیم پائی۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد والدہ کے ہمراہ، ماموں کے پاس مشہد سود

سید کاظم علی صاحب باغ

(ریاست گوالیار) گئے؛ جہاں حسن اتفاق سے کئی ہندو مسلمان فضلاء ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اُن سے فارسی درس کی تکمیل فرمائی، اور خط نستعلیق و شکستہ میں مہارت بہم پہنچائی۔ کم و بیش سترہ سال کے سن میں ماموں کے حکم سے گوالیار پہنچے؛ جہاں کئی بزرگوں کی صحبت اور ملازمت نصیب ہوئی۔ اسی صحبت میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا، اور حضرت داغ کا تلمذ حاصل کیا۔ گوالیار میں ایک مدت تک ملازمت کرنے کے بعد ریاست کاشی پور و ریاست رامپور میں ملازم رہے۔ آخرالذکر مقام پر نواب محمد علیخاں رشکی اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ جیسے باکمالوں کا لطف صحبت حاصل کیا۔ بالآخر پھر گوالیار واپس آکر ملازم ہو گئے۔ اس مرتبہ ایک بانی کار ڈاکو مع اُس کے گروہ کے گرفتار کرا کے انگریزی پولیس میں منتقل ہو گئے، اور مین پوری میں ایک عرصہ تک افسر پولیس رہے۔ اپنے زمانہ میں اُس ضلع کے لائق افسروں میں آپکا شمار تھا۔ لیکن پبلک اور حکام میں زیادہ تر اس وجہ سے ہر دلعزیز تھے کہ پولیس کی فٹ بال ٹیم میں سب سے بہتر آپ کا کھیل ہوتا تھا۔

ذاتی ضرورتیں ضلع بیر(؟) لائیں؛ جہاں تقریباً دو سال قریش رہ کر اپنی ملازمت سرکار انگریزی سے استعفا دیدیا۔ اس کے بعد اپنے برادر نسبتی مولوی عبدالحق صاحب موجودہ وظیفہ یاب مددگار ناظم کوتوالی اضلاع اور دوسرے احباب کے اصرار سے گتہ کا کام شروع کیا۔ بیڑ میں بڑے کام نہ رہے تو بلدہ آ گئے، اور یہاں گنج کمسٹریٹ کے سوا باغ کمپنی کے نام سے موٹر سروس جاری کی۔

سرزمین دکن پر حضرت بلیغ کی شاعری نے خاص ترقی کی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ یہاں کے اہل سخن کی صف اول میں آ گئے۔ ایک عرصہ سے آپکے یہاں ماہانہ مجلس مشاعرہ منعقد ہوا کرتی ہے؛ جس میں بلدہ کے تقریباً تمام خوش فکر شاعر یکجا جمع ہوتا ہے۔ اسی طرح سخن فہم حضرات بھی بہ تعداد کثیر آتے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت بلیغ کا کلام زبان اور بیان دونوں کے اعتبار سے دیدنی ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی

ایک موقع کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنی غزل میں اس بلیغ شعر کو سنایا تھا ؎

خدا معلوم اس پردہ میں کس نے ساز چھیڑا ہے — صدائے نغمہ مبہم آ رہی ہے جنبش دل سے

حضرت داغ کے خلف اکبر سید علی اختر صاحب اختر سلمہ کی شاعری زیادہ تر جگہانہ ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے اپنے باپ کی طرح وہ بھی مشاعروں میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اختر کا میدان غزل سے بہت دور ہے۔

(۱۸)

مجیب احمد صبا تمنائی

مجیب احمد صبا تمنائی (مولوی ......) خلف حکیم مشتاق احمد صاحب مرحوم انصاری سہارنپوری بسنہ ۱۸۶۹ء میں اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد، نواب محمد علی خاں مرحوم معزول والئی ٹونک کے طبیب تھے۔ نواب صاحب کا قیام بنارس میں تھا اسلئے مجیب احمد صاحب بھی فارسی کا ابتدائی درس اپنے ماموں مولوی محمد ذکریا صاحب مرحوم سے لکھنؤ میں حاصل کرکے، اس زبان کی تکمیل کی غرض سے اپنے والد مرحوم کے پاس بنارس گئے۔ مرحوم ہی سے عربی اور طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ انگریزی اپنے والد ماجد کے اختلاف کے باوجود خفیہ طور پر پڑھنی شروع کی۔ وطن ہی میں بابورام سہائے سے اسوقت سبق لیتے تھے جب وہ اپنے مکان سے دفتر جایا کرتے تھے۔ آپ کے اس شوق کی اطلاع جب مولوی ذکریا صاحب مرحوم سابق مددگار صوبہ دار کو ہوئی تو انہوں نے حیدرآباد طلب کرکے سینٹ جارج گرامر اسکول میں داخل فرما دیا۔ لیکن اب شوق مردہ ہو چکا تھا۔ تاہم آپ میٹرک تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد طبی (ڈاکٹری) مدرسہ میں دو سال کے لئے داخل ہوئے۔ اسی زمانہ میں سر سید احمد خاں مرحوم حیدرآباد تشریف لائے، اور یہاں سے جہاں دوسری دولت علیگڈھ لے گئے، وہیں متعدد نوجوانوں کو بھی بغرض تعلیم اپنے ہمراہ لے لیا۔ اُن میں سے ایک آپ بھی تھے۔ وہاں آپ نے اپنی تعلیم ختم کی۔

علیگڈھ سے واپس ہوئے تو مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم سابق معتمد مالگزاری وفینانس نے ناظم بندوبست کی حیثیت سے بطور خاص آپ کے لئے مترجم کی ایک جائداد قائم فرمائی۔ اس کے بعد آپ کو جنگلات، فینانس، اور دفتر مجلس وضع آئین وقوانین میں ملازمت کرنے کے موقع ہاتھ آتے رہے۔ بالآخر نواب حیدر نواز جنگ بہادر نے آپ کو اپنے تحت لے لیا؛ جہاں آپ اتبک فرائض خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اپنے زمانۂ ملازمت میں مسٹر سیکو (جنگلات) بابو بنڈلال صاحب سیل و نواب مہدی یار جنگ بہادر (فینانس)، اور مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم (مجلس وضع قوانین) سے آپ نے اپنے کام کا خراج تحسین حاصل فرمایا، اور نواب سر بلند جنگ بہادر کو اپنا بہت بڑا خیر طلب بنا لیا۔ اسی عرصہ میں مسٹر داکر، مسٹر گلانسی، اور مسٹر حیدری آپ کے کام کی خوبی کا اعتراف ہمیشہ فرماتے رہے۔

مسٹر مجیب احمد جس زمانہ میں بنارس میں مقیم تھے، نواب صاحب ٹونک کے ذوق علمی کو دیکھنے کا موقعہ پاتے رہتے تھے۔ وہیں آپ کو تصنیف وتالیف کا شوق پیدا ہوا، اور رسالہ مہذب قوم کپورتھلہ میں پہلی بار اخلاق پر مضمون لکھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ برابر قائم رہا، اور آپ مختلف اخبارات و رسائل میں مضامین تحریر فرماتے رہے۔ الہ آباد ریویو، حسن حیدرآباد، آزاد لکھنؤ، سر سور گزٹ ناہن، الوقت گورکھپور، وفادار وصدائے ہند لاہور، تصویر عالم کانپور، زیادہ تر آپ کی ادبی نقاد ہی کے مرقعے ہیں۔ عربوں کی گزشتہ تجارت، اور سکندر ذوالقرنین آپ کے اسی سلسلہ کے دو مفید مضامین ہیں؛ جو کتابی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں رسالہ سحر البیان آپ نے خود جاری کیا تھا، لیکن حیدرآباد کی ہوا راس کو راس نہیں آئی۔ آپ کے مستقل کاموں میں رپورٹ مردم شماری کا ترجمہ بھی ہے؛ جس کو آپ نے زیر ہدایت مولوی مرزا مہدی خانصاحب کوکب اتمام کو پہنچایا تھا۔ جامع اوراق سے اپنے ایک مرحوم عزیز منظور حسن کے واسطہ سے ملتے ہیں۔

اور ہر ملاقات میں اُس پاکیزہ روح کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ جس زمانہ میں راقم اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میں زیر تعلیم تھا، منظور مرحوم بھی شریک درس تھے۔ اسکول اپنی موجودہ عمارت میں پہنچا، تو مولوی محمد بشیر الدین خاں بہادر نے اُس کی پچھیلیا میں چند مفید اضافے کیے۔ اسحٰق خاں ریڈنگ روم بھی انھیں میں سے ایک تھا جس کا افتتاح مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم نے فرمایا تھا۔ اس موقعہ پر ریڈنگ روم کے انتظام کے لئے چار طلبہ کی جو کمیٹی منتخب ہوئی تھی، انھیں میں سے ایک رکن منظور بھی تھے۔ شیخ عبد اللہ صاحب مشتاق نے اس موقعہ کے مناسب حال جو نظم پڑھی تھی اُس کا ایک شعر اب بھی راقم کو یاد ہے۔ نظم میں جن طلبہ کا ذکر ہے، اُن میں سے دو یعنی جمیل و منظور اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں، اور باقی دو اپنے پیش رووں کی نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ شعر مذکور یہ ہے ؎

جمیل و منتظر و منظور اور مسعود یہ چاروں — ہماری قوم کی اس چھوٹی کشتی کے کھویا ہیں

مولوی مجیب احمد صاحب کی شادی ۱۸۸۹ء میں خاندان ہی میں ہوئی۔ دو لڑکوں اور دو لڑکیوں میں سے بشیر احمد و محمد مہدی آپ کے فرزند ہیں۔

(۱۹)

"محمد ابراہیم صاحب حسب" (مولوی سید......) خلف سید حمید الدین صاحب رعنا مرحوم متوطن سرائے بگلی۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں مقام ٹونک (راجپوتانہ) پیدا ہوئے، جہاں حضرت رعنا بسلسلۂ ملازمت قیام پذیر تھے۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کے سایۂ عاطفت میں پائی، اور نو سال کے سن میں اس کی تحصیل کرکے عربی و انگریزی کی جانب میلان خاطر ظاہر کیا۔ دس سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو ٹونک سے بھوپال منتقل ہوئے۔ ڈیڑھ سال وہاں تعلیم پانے کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شریک ہوئے، اور تین برس تک درس حاصل کرتے رہے۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں لاہور جاکر سید ابراہیم حسب

اورینٹل کالج کے درجۂ مولوی فاضل میں داخل ہوئے، اور مئی ۱۹۱۳ء میں امتحان سے فارغ ہوگئے۔ اگلے سال منشی فاضل پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کرکے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے، اور ۱۹۱۹ء میں بی اے اور ۱۹۲۰ء میں ایم اے کے امتحانات سے فراغت حاصل کرلی۔ اپنے اساتذہ میں سے مولوی شیخ احمد عرب اور پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے کی توجہ کے شکرگزار ہیں۔

دوران قیام لاہور میں دو سال سے زیادہ اخبار زمیندار میں عربی و فارسی کے مترجم رہے، نیز اخبار آفتاب کے لئے انگریزی مضامین کا ترجمہ کرتے رہے۔ فتوح البلدان بلاذری کا ترجمہ اخبار زمیندار کی ملازمت کے زمانہ میں مالکان اخبار کے لئے کیا تھا۔ معلم کی حیثیت سے ۱۳۲۷ف میں سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوکر ورنگل ہائی اسکول میں متعین ہوئے۔ ڈیڑھ سال بعد سیدک ہائی اسکول میں صدر مدرس کے اول مددگار قرار پائے۔ اسرار دی بہشت ۱۳۳۱ف کو مترجم عربی دارالترجمہ کی خدمت حاصل کی۔ مولوی عبداللہ العمادی نے نظارت مذہبی کے منصب پر ترقی پائی تو سید محمد ابراہیم صاحب کو اُن کی جگہ ترقی ملی۔ دارالترجمہ میں تاریخ طبری کی دو جلدوں کا ترجمہ کرچکے ہیں۔ اب ماوردی کی کتاب احکام السلطانیہ کا ترجمہ کر رہے ہیں

(۳۰)

مولوی محمد حسین صاحب جعفری

محمد حسین صاحب جعفری (مولوی سید........) خلف سید یاور علیخاں صاحب جاگیردار و منصبدار۔ آپ نسباً ساداتِ نقویہ سے ہیں، لیکن اُس نسبت کے لحاظ سے جو علی العموم حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے ساتھ حضرت کے متوسلین کو حاصل ہے، آپ بھی جعفری یا ش پر عمل پیرا ہیں۔ آپ کے بزرگ شاہجہانپور کے متوطن اور شاہان اودھ کے دربار کے باوقار متوسل تھے۔ مہاراجہ چندو لعل کے عہد وزارت میں آپ کے جد اعلیٰ حکیم میر جعفر علی صاحب مہاراجہ آنجہانی کے حسب الطلب حیدرآباد آکر

اُن کے معالج ہوئے، اور بصلۂ خدمات تین مواضع بطورِ جاگیر پاکر اُن مرحوم نے بلدہ کو وطن بنا لیا۔ اُن مرحوم کے تین فرزندوں میں سے خلف اکبر عمدۃ الحکما نواب باقر نواز جنگ بہادر مرحوم حضرت غفران مکان اور نواب سالار جنگ اعظم کے طبیب خاص قرار پائے۔ باقی دو بیٹوں؛ یعنی حکیم نواب حیدر نواز جنگ اور نواب صفدر نواز جنگ نے بھی اب وجد کے نام کو روشن کیا۔

سید محمد حسین جعفری کی ولادت سنہ ۱۲۹۷ف میں بمقام حیدرآباد واقع ہوئی۔ چودہ سال کی سن تک اپنے جد بزرگوار نواب باقر نواز جنگ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اس سن تک آپ کی تعلیم محض مذہبی و عربی درس میں محدود تھی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ (نظام کالج) میں میٹرک تک تعلیم پاکر عازم انگلستان ہوئے۔ وہاں اکسفورڈ یونیورسٹی کے جیزز کالج میں شرکت کرکے بی اے کی ڈگری لی۔ دوران تعلیم میں اکسفورڈ اسلامک سوسائٹی کے معتمد و صدر نشین منتخب ہوئے اور سوسائٹی مذکور کی جانب سے ایک وفد کے ہمراہ جنگ بلقان میں شرکت کرکے تقریباً چار ماہ تک انجمن ہلال احمر کی عملی طور پر معاونت کرتے رہے۔

وطن واپس آکر اپنی دیرینہ آرزو کے مطابق سررشتہ تعلیمات میں مددگار ناظم کی حیثیت سے داخل ہوئے، لیکن ڈیڑھ سال کے بعد ہی اپنے افادہ میں عمومیت پیدا کرنے کی غرض سے صدر مدرسی کی خدمت قبول کرلی، اور ورنگل و اورنگ آباد کے مدارس فوقانیہ میں اپنی خدمت کے فرائض سات سال تک انجام دئے۔ ڈیڑھ سال تک مہتمی ضلع عثمان آباد اور تین سال تک صدر مہتمی صوبۂ میدک پر فائز رہے۔ جب یہ منازل طے ہوچکے، تو خان فضل محمد خانصاحب کے پنجاب واپس ہونے پر نائب ناظم تعلیمات کے عہدہ پر ترقی یاب ہوئے۔ نواب مسعود جنگ بہادر سنہ ۱۳۴۴ف میں سیاحت جاپان کی غرض سے رخصت حاصل فرمائی تو اُن کے غیاب میں منصرمانہ طور پر فرائض نظامت انجام دیتے رہے۔

مولوی محمد حسین صاحب ایک مدت سے عربی علم ادب کے مطالعہ پر اپنے اوقات عزیز کو صرف فرما رہے ہیں لیکن اپنی مادری زبان کی جو قلمی خدمت آپ سے عمل میں آئی ہے اُس کی ابتدا غالباً اس زمانہ میں ہوئی تھی جب آپ صدر مہتمم تھے۔ آپ کی دو کتابیں ہدایات مدرسین اور مفتاح التعلیم اُسی عہد کی یادگار ہیں۔ اِس زمانہ میں ناتوی تعلیم پر میکنزی کی ایک کتاب کا ترجمہ کر چکے ہیں، اور اب تاریخ تعلیم پر خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔ اپنے ادبی ذوق کی ابتدا میں آپ نے المعلم کے نام سے اپنی قسم کا پہلا رسالہ جاری کر کے اُس کو تمام قلمرو آصفیہ کے معلمین میں ہر دلعزیز بنا دیا۔ ایک سال تک بذات خود رسالہ کے اڈیٹر رہے، اور اب مسٹر سجاد مرزا کی ادارت میں ہیں وے کر اس کے بہت بڑے قلمی معاون ہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مسٹر عظمت اللہ خاں المعلم کے شریک مدیر اس کی ابتدا سے ہیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ سے مسٹر جعفری کے جسقدر مضامین ہماری نظر سے گزرے ہیں، ہم اُن میں حفاظت اطفال کو اہل ملک کے لئے مفید خیال کرتے ہیں، اور اس سے کچھ کم مفید آپ کا وہ اردو ترجمہ بھی نہیں ہے جو آپ نے اپنی شستہ اور سلیس زبان میں سید جمال الدین افغانی کی البرٹ ہال کلکتہ والی مشہور فارسی تقریر کا کیا ہے۔ اپنی سرکاری اور غیر سرکاری مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ اہل ملک کی تعلیم کے ساتھ عملی دلبستگی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں؛ چنانچہ مدرسین صوبہ گلبرگہ کی کانفرنس رائچور کا خطبہ صدارت ہمارے اس بیان کا شاہد ہے۔ اپنے عہد نیابت میں آپ زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہو چکے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب جسمانی ورزشوں میں اپنے لئے ٹینس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں اکسفورڈ ٹینس ٹیم کے کپتان بھی تھے۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں میجر نواب وزیر یار الدولہ بہادر وظیفہ یاب ناظم نظم جمیعت سرکار عالی کی دختر سے آپ کی شادی ہوئی۔ سید محمد مہدی آپ کے اکلوتے فرزند ہیں، جو مدرسہ عالیہ سے میٹرک اور علیگڈہ یونیورسٹی سے ایف اے کرنے کے بعد اب منچسٹر میں

بی۔ ایس سی۔ (انجینئرنگ) کے لئے کوشاں ہیں۔ آپ کی چھ لڑکیوں میں سے دو رحلت کر چکی ہیں۔

(۲۱)

حضرت ضامن کنتوری

محمد ضامن صاحب کنتوریؔ (مولوی سید......) خلف مولوی سید محمد کاظم صاحب جیب کنتوری مرحوم ۶ ذیحجہ ۱۲۸۵ھ کو اپنے وطن کنتور من مضافات لکھنؤ میں پیدا ہوئے آٹھ سال کے سن تک آغوشِ مادر میں تعلیم و تربیت پائی، اور بعد کو فارسی درس میں انہیں معظمہ سے امداد حاصل فرماتے رہے۔ کتب متداولہ اور خوش نویسی میں حضرت جیب کی توجہ خاص نے سنگِ بنیاد کا کام دیا۔ آپ کے پدر بزرگوار حیدرآباد تشریف لائے تو منشی میر ذوالفقار علی صاحب مرحوم میر منشی حضرت واجد علیشاہ (قبل انتزاع سلطنت) اور سید اولاد حسین صاحب آہؔ مرحوم نے اس فرض کو اپنے ذمہ لیا۔ جب ضامن کنتوری بھی حیدرآباد آگئے تو مرزا اسمٰعیل وردی کی خدمت میں حاضر کیا گیا، جن کے فیضان صحبت اور بزرگانہ توجہ نے جو فائدہ آپکو پہنچایا، شاید عمر بھر ہندی اساتذہ کی توجہ سے نہ پہنچتا۔ فارسی کے ساتھ عربی کی تحصیل بھی کنتور ہی میں اپنے چھوٹے ماموں مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم سے شروع کر دی تھی، جو لکھنؤ میں جاری رہی، جہاں آپ کے نانا حضرت مولوی سید غلام حسین مرحوم علامۂ کنتوری اور آپ کے بڑے ماموں مولوی سید تصدق حسین صاحب مقیم تھے۔ پھر جب حیدرآباد آئے تو مولوی نیاز احمد خاں صاحب ہوشؔ بریلوی سا مشفق استاد مل گیا۔ لیکن جب تک مولوی محمد اعظم صاحب چریاکوٹی کی نظر فیض اثر نہ پڑی، آپ عربی درسیات میں کامل نہ ہوئے۔

حضرت ضامن کنتوری نے انگریزی تعلیم سکندرآباد، حیدرآباد، الہ آباد اور علیگڈھ میں پائی، اور آخر الذکر مقام پر ۱۸۹۲ء میں خانگی طور سے انٹرنس کے امتحان

میں کامیابی حاصل کرکے ایف اے کیلئے کالج میں داخل ہوگئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خرابی صحبت کے باعث امتحان اور تعلیم دونوں کے خیال کو ترک کردینا پڑا۔ اس دور تعلیم میں اپنے محترم بزرگ مولوی سید کرامت حسین صاحب مرحوم (سابق جج الٰہ آباد ہائیکورٹ) کے ساتھ رہنے کے سبب سے آپ کے خیالات میں وسعت پیدا ہوگئی، اور یہ امر حق ہے کہ صفائی اور سادگی پسندی کی ابتدا اُسی وقت سے ہوئی۔

ترک تعلیم کرکے حضرت ضامن کنتور پہنچے، اور وہاں سے حیدرآباد آئے۔ یہاں مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے آپ کی تقریب نواب ناظم الملک محبوب یار جنگ مرحوم سے فرمائی، اور سلسلہ شد آمد میں آپ نے نواب صاحب کے نادر کتبخانہ کی فہرست ترتیب دی۔ یہ کام اس خوبی کے ساتھ انجام پایا تھا کہ مرحوم نے اس کنتوری سید کو اپنے تحت علاقہ صرفخاص مبارک میں ملازم فرمالیا۔ اب کتبخانہ اور نوکری کی دو نعمتیں (اگر نوکری نعمت ہو!) ایک ساتھ حاصل ہوگئیں۔ تقریباً دو سال کی مدت اچھی طرح گزری۔ اس کے بعد نواب عماد الملک مرحوم نے اپنے سررشتہ تعلیمات میں ملازمت دیکر اودگیر روانہ فرمادیا۔ ۱۳۲۴ف تک آپ کا تعلق سررشتہ مذکور کی مختلف خدمتوں سے رہا، اور ۱۳۲۵ف میں دارالطبع سرکار عالی میں منتظم کی حیثیت سے منتقل ہوئے۔

یہ داستان تو حضرت ضامن کو بڑا آدمی نہیں بناتی۔ لیکن کوئی کلام نہیں کہ آپ نے اپنی خوبی تخیل اور اپنے نادر انداز بیان کی بدولت اہل نظر کے دلوں میں گھر بنا کر خود کو بڑا ثابت کردیا ہے۔ خاندان کے متعدد علماء و فضلا کے سوا، خود اپنے گھر میں حضرت حبیب اور جناب عدیل جیسے دو بزرگوں کے زیر سایہ حضرت ضامن کی شاعری نے نشو و نما پائی، اور جب موجودہ ہجری صدی کے اوائل میں حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم حیدرآباد تشریف لائے، تو اُن کی صحبت کا شرف آپ کو بھی حاصل ہوا۔ حضرت مرحوم اس نوجوان شاعر کے خیال کی رہنمائی ہمیشہ صراط مستقیم پر فرماتے رہے، اور نثر نگاری و اخبار نویسی کی جانب میلان حضرت ہی کی

تاکید سے پیدا ہوا چنانچہ اکثر پایہ اخبارات و رسائل میں آپ کے مضامین اسی فیض صحبت کی یادگار ہیں۔

تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے اپنی مادری زبان میں انگریزی نظموں کا ترجمہ شائع کرنا شروع کیا، اور اس باب میں اسقدر کامیاب ہوئے کہ بڑے بڑے فضلاءِ روزگار آپ کی طرز ادا اور خوبی بیان کا دم بھرنے لگے۔ نواب حیدر یار جنگ بہادر، اور جناب شرر اُن حضرات میں سے ہیں، جو حضرت ضامن کی خوش فکریوں کی داد بار بار دے چکے ہیں۔ یہ نظمیں متعدد ادبی رسائل میں طبع ہو چکی ہیں، اور ان کا مجموعہ مدت ہوئی ارمغان فرنگ کے نام سے کتابی شکل میں اہل ملک کی نظر کے سامنے آچکا ہے۔ اس ارمغان کی نسبت نواب عماد الملک مرحوم کی رائے تھی کہ "میں ہندوستان میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس خاص میدان میں ایسی بے نظیر کامیابی حاصل کی ہو۔"

عبرت کدۂ سندھ، آثار عرب، جغرافیۂ عالم، طریق سعادت، ارژنگ خیال، نیرنگ ستقال، دیوان فارسی، شہید وفا، آوارۂ وطن، اور اعظم القواعد جیسی کتابیں مختلف فنون میں حضرت ضامن نے تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ اورنگ آباد گزیٹیر کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں بریلی سے رسالہ استبصار جاری کیا تھا، اور جولائی سنہ ۱۹۲۳ء میں حیدر آباد دکن سے رسالہ لسان الملک شائع کیا۔ آخر الذکر رسالہ کے کام میں ہم کو حق رفاقت عنایت کیا تھا۔ رسالہ جاری ہونے سے پہلے آپ نے ہمیں جو منظوم رقعہ تحریر فرمایا تھا، وہ اس لحاظ سے ضرور دلچسپ ہے کہ حضرت ضامن کی چیز ہے ؎

اے منظر اشہر لقب، اے یادگار اشہری — اے سید والانسب، اے ماہ چرخ برتری
اے وہ کہ ہے تیرا قلم، بس تازہ کار و تازہ دم — ہے تیرا انداز رقم، دستور معنی پروری
ہے تیرا جاں پرور سخن، گلزار اخلاق حسن — ہے تجھ سے اے شیریں سخن، آداب کی [illegible]

رفتار مستانہ تری، صورت فقیرانہ تری ۔۔۔ باتیں حکیمانہ تری اللہ رے شانِ دلبری
اے قوتِ بازوے من اندازہ گیر خوے من ۔۔۔ مشکیں دماغ از بوے من چوں طبلہ ہای عنبری
ہفتوں نہ ملنا یوں ترا، ہے کسقدر ہمت ربا ۔۔۔ اشہر! خدارا جلد آ، اچھی نہیں عشوہ گری
بھیا! اجازت آچکی، تیرے لسان الملک کی ۔۔۔ اب راہ پیدا کر کوئی، ایسی ہو جسمیں بہتری

لسان الملک حضرت ضامن کا فارسی کلام بہت بلیغ ہوتا ہے، اور ہم تو آپ کے اردو کلام میں بھی وہی انداز پاتے ہیں، جو ایک اُستاد کے لئے موزوں ہوسکتا ہے۔ حضرت ضامن کو یہ فضیلت ضرور حاصل ہے کہ آپ کے موجودہ کلام میں دوسرے بہت سے شاعروں کی طرح پست خیالی نام کو نہیں ہوتی۔ ہماری زندگی میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ ہم تقریباً دل کی چلتی پھرتی قبر ہو کر رہ گئے تھے، لیکن حضرت ضامن کے دو شعروں نے ہم میں جان پیدا کردی۔ اُن میں سے ایک تو آپ بھی سُن لیجئے ؎

ہمت مردانہ تھی ناکامیوں میں بھی رفیق ۔۔۔ ہم اس آئینہ میں شکل مدعا دیکھا کئے

ہمارے برادر محترم تکلفات سے بہت دور ہیں۔ ہم آپ کے مزاج میں سادگی اور صفائی خصوصیت کے ساتھ پاتے ہیں، اور جسم و لباس کی طرح آپ کا دل بھی آئینہ کے مانند صاف اور احباب کی منزل گاہ ہے۔ ہماری زندگی کے بہت سے دل خوش کن واقعات میں حضرت ضامن شریک ہیں، اور ہماری دردمندی کا تو کوئی موقعہ ایسا نہیں ہے، جس میں ضامن کنتوری نے شرکت کر کے ہمیں منت پزیر نہ بنایا ہو۔ ایک موقعہ ایسا بھی آچکا ہے جس میں اپنی دردمندی کو نظم کی صورت میں نمایاں کیا تھا۔ ہمارے پانچ لڑکوں لڑکیوں نے قضا کی، ان میں سے نجم علی و اشرف علی دو لڑکے تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ میں اشرف علی میاں نجانی کی وفات حیدرآباد میں مرض طاعون سے ہوئی۔ تو ہم نے آپ کو بھی اطلاع دی۔ ہمارے خط کے جواب میں آپ کی جو منظوم تحریر ہم کو وصول ہوئی، اُسکا درج کرنا ہم اپنے لیے

ضروری خیال کرتے ہیں ؎

داغ، اور داغ بھی فرزند کا، انا للہ! — بھائی اطہر! تمہیں کن لفظوں میں دوں پرسا
کاش! مجھ تک نہ پہنچتا کبھی وہ نامۂ غم — چوٹ کھائے ہوئے دل کیلئے جو پتھر تھا
تھا جگر میں جو کئی سال سے پنہاں اک زخم — از سر نو کیا اس پتھر نے اس کو تازہ
سن کے اس واقعہ کو کیا کہوں کیا حالت ہے — دل میں ہے حسرت واندوہ کا طوفان سا اٹھا
تم تو ہو باپ، ہو جو غم تمہیں وہ تھوڑا ہے — کم سے کم میرے لئے تھا وہ تمہارا بیٹا
یہ تو بتلاؤ کہ میں کیا لکھوں، کیونکر لکھوں؟ — تم جو کہتے ہو لکھو نوحہ میاں جانی کا
جن سے امید یہ تھی دیں گے ہمیں گور وکفن — آہ! ہم آج لکھیں بیٹھ کے نوحہ اُن کا
عشق میں، از سر من، فاتحہ خوانم بایست — میرے ہی واسطے شاید یہ کسی نے تھا کہا
جو کہ تقدیر کا لکھا ہے، وہ مٹتا ہے کہیں — اس میں کچھ بس نہ تمہارا، نہ ہمارا بھیا!
جانے والے تو پلٹ کر نہیں پھر آنے کے — روئیں کیوں، گریہ وزاری کا نتیجہ ہے کیا
جسطرح ہم نے کیا صبر، کرو تم بھی صبر — صبر کی دیگا خدائے دوجہاں تم کو جزا
شاد و آباد رہو وہ ہیں اولاد سمیت — جو ہیں باقی انہیں جیتا رکھے ربِ دوسرا
ضامن خیر طلب کی ہے دعا اسکے سال — کرے مرحوم کا نعم البدل اللہ عطا

حضرتِ ضامن نے سچ کہا ہے کہ جگر میں ایک زخم پنہاں تھا، اس موقعہ پر ہمارے ہفت سالہ بچے کی یاد میں اپنے اکلوتے چاردہ سالہ فرزند مرحوم سید کاظم اکبر پر بھی دو آنسو بہا لئے۔

میاں جانی کا تاریخی نام حضرت لسان الملة عابد مدرسہ نے منظور العلی رکھا تھا اور ولادت کے موقعہ پر سید علی رضا ماہر کنتوری مرحوم نے یہ سجع کہا تھا ؎

حدیثوں سے عالم پہ ہے منجلی — نہیں کوئی عالم میں ایسا ولی
امامت کی دی حق نے شاہی انہیں — ہیں بعد از نبی سب سے اشرف علی

(۲۲)

ڈاکٹر ہادی

محمد ہادی صاحب۔ (ڈاکٹر مرزا........) خلف آغا محمد تقی صاحب مرحوم۔ آپ کی پیدائش ۱۸۵۸ء میں بمقام لکھنؤ کوچہ آفرین علیخاں واقع ہوئی۔ خود آپ کے والد نے فارسی اور علم حساب کی تعلیم دی، اور عربی آپ نے بطریق طالب علمی حاصل کی۔ ابھی آپ کا سن تیرہ سال سے متجاوز ہوا ہوگا کہ آپ کے والدین نے قضا کی۔ اس کے بعد طلب علم کے باب میں جو کچھ کیا مرزا محمد ہادی صاحب نے بطور خود کیا۔ پہلے تو لکھنؤ کے لامارٹینیر کالج میں داخل ہوکر آپ انگریزی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے، لیکن ضرورتوں نے مجبور کرکے آپ کو رڑکی کالج میں پہنچا دیا۔ وہاں سے سند سب اور سیری لے کر اٹھارہ سال کے سن میں باہر آئے۔ دو سال سرکاری نوکری کرنے کے بعد ترک کر دی، ازاں بعد افغانستان کے محکمہ تعمیرات میں ملازم ہوکر کابل تشریف لے گئے۔ وہاں بھی دو برس قیام ہوا اس مرتبہ وطن واپس آکر تعلیم کی جانب مائل ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کی سند لے کر کرسچین کالج لکھنؤ میں پروفیسر مقرر ہوئے، اور تعلیم کے شغل کو بتیس سال تک جاری رکھا۔ اسی عرصہ میں انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے امتحانات میں کامیابی حاصل فرمائی۔ آخر الذکر امتحان چہل سال و اسے سعدی کی عمر کے لگ بھگ سنہ ۱۸۹۲ء میں پاس کیا تھا۔ لیکن اب مرزا محمد ہادی صاحب نرے پروفیسر نہیں رہے تھے، بلکہ اپنے شوقِ غور و مطالعہ کے باعث فلسفی، شاعر، مصنف اور خدا معلوم کیا کیا ہو گئے تھے۔ آپ کے اس تبحر علمی کے باعث واشنگٹن یونیورسٹی امریکہ سے آپ کو ڈاکٹر آف فلاسفی اور ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگریاں مرحمت فرمائی ہیں۔

ڈاکٹر ہادی کو ابتدائے عمر سے شعر گوئی کا شوق ہے۔ پہلے پہل ملا محتشم کاشی کے ہفت بند پر مصرعے لگا کر مرزا دبیر اعلی اللہ مقامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کا سن چودہ پندرہ سال سے متجاوز نہ ہوگا۔ مرزا صاحب مغفور نے آپ کو اپنے فرزند

مرزا محمد جعفر صاحب اوج مرحوم کے سپرد فرمایا؛ جو اس زمانہ میں آپ سے کوئی دس گیارہ سال بڑے ہوں گے۔ چند غزلوں اور سلاموں کے دکھانے کی نوبت آئی تھی کہ خود حضرت اوج اپنے دوسرے شاگردوں کا کلام بغرض اصلاح آپ کے پاس بھیجنے لگے۔

مرزا محمد ہادی صاحب نے چند ناول بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کیرکٹر کا نام مرزا رسوا رکھا تھا۔ اُس زمانہ میں آپ کا تخلص مرزا تھا، لیکن مرزا رسوا کے شائع ہونے پر لوگ اسی تخلص سے پکارنے لگے، اور آپ نے بھی قبول کئے بغیر گریز نہ دیکھی۔ مرزا صاحب نے تاریخ، کلام، فلسفہ وغیرہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں، اور ان میں سے بعض شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اخبار الشیعہ آپ کی ایک کتاب کا نام ہے جو کئی ضخیم جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ ابھی اس کتاب کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ ڈاکٹر ہادی کو ابتدائے عمر سے فنون ریاضی خصوصاً علم ہیئت کے مطالعہ کا بڑا شوق ہے، اور عربی، ہندی اور انگریزی نظاموں پر عبور حاصل کرکے آپ نے اکثر آلات رصد اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔ یہی حال علم موسیقی کا ہے کہ تھوڑے عرصہ قبل تک ہم نے آپ کو ایک قسم کے جدید اکتارہ کے تیار کرنے کی فکر میں منہمک پایا تھا۔

سرکار آصفیہ سے ڈاکٹر مرزا محمد ہادی کی ملازمت کا تعلق ۱۳۲۷ف میں ہوا، اور اُسوقت سے ابتک آپ فلسفہ پر خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔

مرزا ہادی کا عقد لکھنؤ کے ایک نامور محدث مرزا محمد اخباری اعلی اللہ مقامہ کے خاندان میں ہوا، اور ان بی بی کی تین اولادوں میں سے دو لڑکے آغا ولی اور آغا علی پیدا ہوئے۔

(۲۳)

مولوی مسعود علی صاحب

مسعود علی صاحب (مولوی محمد..........) خلف مولوی احمد علی صاحب مرحوم سابق سررشتہ دار کمشنری و میر منشی ریذیڈنسی دہلی۔ آپکا وطن قصبہ فتح پور ضلع بارہ بنکی ہے،

لیکن ولادت بتاریخ ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۶ء دہلی میں واقع ہوئی۔ مادری زبان اور فارسی کی تعلیم گھر پر پائی۔ اس کے بعد مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں داخل ہوئے، اور بی اے میں کامیابی حاصل کرکے اپنی قدیم درسگاہ کو وداع فرمایا۔ پرنسپل کالج مسٹر بک بطور خاص اپنے عزیز ترین شاگرد کی جانب توجہ فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نعمانی، اور مولوی سید عباس حسین صاحب سے مدتوں پڑھا، اور سچ یہ ہے کہ طلب علم کا شوق اب بھی آپ میں باقی ہے!

مسٹر مسعود علی نے بی اے پاس کرلیا تو مسٹر بک نے عارضی طور پر اسکول اسٹاف میں جگہ دیدی۔ لیکن نواب فتح نواز جنگ مرحوم نے مسٹر بک سے آپ کو مانگ لیا، اور ۱۸۹۵ء میں حیدرآباد لاکر اپنے تحت دفتر ہوم سکرٹری میں مترجمی کی خدمت عطا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے منتظمی اور مددگاری پر ترقی پائی۔ مجلس عالیہ عدالت کی معتمدی پر اس کے بھی بعد تقرر ہوا۔ نظامت دارالقضاء بلدہ اور صدر نظامت عدالت اسمات کے عہدے آپ کو یکے بعد دیگرے حاصل ہوئے۔ تقریباً اٹھائیس سال خدمت کرنے کے بعد بربنائے زمان آپ کو وظیفہ عطا ہوا۔ لیکن چونکہ آپ کے وظیفہ کی مقدار کافی نہ تھی، اور آپ بلحاظ قوائے جسمانی و دماغی ایک عرصہ تک خدمت کے قابل تھے، اسلئے آپ کے معروضہ پر حضور پُرنور نے آپ کو سررشتۂ تالیف و ترجمہ میں رکن قانونی کی خدمت پر مامور فرما دیا۔

مولوی مسعود علیصاحب کو ہمیشہ تالیف و ترجمہ کا شوق رہا، اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی علمی کام کرتے رہے۔ آپ کے تالیفات و تراجم میں سے بعض کے نام یہ ہیں:
(۱) کوکبۂ حمیدی۔ (۲) وکالت۔ (۳) مشیر الوکلاء۔ (۴) دستور العمل کوتوالی۔ (۵) حالات اقوام جرائم پیشہ۔ (۶) اصول و اثبات متعلقہ۔ مندرجۂ بالا کتابوں کے سوا بعض ایسی ہیں جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔ اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں:- (۱) شعرائے دربار سلطان محمود۔ (۲) اربعہ عناصر رباعی (۳) مخدوم زادگان کچھوچھو

اور (۴) مجموعۂ نظم فارسی۔
آپ کی شادی حسب رواج، خاندان ہی میں ہوئی۔ آپ کے موجودہ فرزندوں کے نام محمد سعید احمد، محمد رشید احمد، اور محمد حبیب احمد ہیں،

(۲۴)

ہارون خاں صاحب شروانی (مولوی.........) خلف اکبر حاجی موسیٰ خاں صاحب شروانی۔ آپ کے والد ماجد قصبۂ داؤلی ضلع علیگڑھ کے رئیس اور مشہور افغانی خاندان کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔ اپنے وطن میں آپ کی ولادت ۱۳۰۸ھ م ۱۸۹۱ء (م ۱۳۰۸ھ) واقع ہوئی۔ ابھی بمشکل نو سال کے ہوں گے کہ ۱۸۹۹ء میں مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں داخل کئے گئے، جہاں ۱۹۰۶ء تک تعلیم پاکر امتحان میٹرک میں کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال یورپ روانہ کئے گئے۔ اولاً لندن کے ایک خانگی مدرسہ فوقانیہ میں تقریباً ایک سال تعلیم پاتے رہے، اس کے بعد چند ماہ کیمبرج میں رہ کر اکسفورڈ یونیورسٹی کے جیسز کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ کا مضمون تاریخ تھا۔ اس مضمون میں آپ کو منجملہ دیگر اساتذہ کے پروفیسر سر چارلس اومان، پروفیسر رجنالڈ پول، اور پروفیسر میرسیٹ جیسے جید علماء سے فیض حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔

لیکن مسٹر ہارون خاں کی تعلیم صرف کتابوں کے اوراق تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ نے متعدد بار مختلف حصص یورپ کی سیر کرکے وہاں کے تمدن و معاشرت کا مطالعہ بغور فرمایا۔ فرانس، سوئزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، آسٹریا، اور اٹلی کا سفر خصوصیت کے ساتھ کیا، اور جامع گرینوبل (فرانس) اور جامع جنیوا (سوئزرلینڈ) میں زبان فرانیسی کو حاصل فرمایا۔ اکسفورڈ یونیورسٹی سے فن تاریخ میں اعزاز کے ساتھ ڈگری آپ نے ۱۹۱۱ء میں حاصل کی۔ اس کے بعد قانونی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے اور لندن میں رہ کر بیرسٹری کیلئے کامیاب کوشش کی۔ اسی عرصہ میں انگریزی ادبیات،

فرانسیسی زبان، تاریخ ہند، اور معاشیات کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔

شروانی صاحب سنہ ۱۹۱۴ء میں ولایت سے وطن واپس ہوئے تو علیگڈھ میں وکالت شروع کی۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ، خصوصاً تاریخ ہند کے مطالعہ پر اپنے اوقات عزیز کو صرف فرماتے رہے، یہاں تک کہ سرکار آصفیہ کی ملازمت میں داخل ہو گئے جس زمانہ میں جامعہ عثمانیہ کی تاسیس عمل میں آ رہی تھی، چند ممتاز تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ضرورت اس کے اسٹاف کے لیے پیش آئی، اور منجملہ دوسرے لوگوں کے آپ بھی مہر ۱۳۲۸ ف م سنہ ۱۹۱۹ء میں مددگار پروفیسر مقرر ہوئے۔ فن تاریخ کی تعلیم اس موقعہ پر آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ آپ نے بہت جلد اپنی محنت اور قابلیت کا سکہ اپنے افسران بالادست کے دلوں پر جما دیا، اور آخر کار پروفیسری کے درجہ پر آپ نے بتوجہات شاہانہ سنہ ۱۳۳۰ ف م سنہ ۱۹۲۱ء میں ترقی پائی۔ شروانی صاحب کو اپنے فن سے اسقدر دلچسپی ہے کہ اس پر چند مضامین لکھ چکے ہیں، اور ایک کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔ آپ کی ترجمہ کردہ تاریخ یونان کی ایک جلد طبع ہو چکی ہے، اور باقی تین جلدیں ابھی زیر ترجمہ ہیں۔ آپ جامعہ عثمانیہ کی مجلس رفقا، مجلس شعبۂ فنون، مجلس نصاب تاریخ کے رکن ہیں، اور ان مجالس میں کوئی ذیلی کمیٹی شائد ہی ایسی ہوتی ہو جس میں آپ کا تقرر کسی نہ کسی حیثیت سے نہ کیا جاتا ہو۔

مسٹر ہارون خاں کی شادی سنہ ۱۹۲۰ء میں ہوئی، اور دو لڑکوں اور ایک لڑکی کو آپ نے بطور ثمر آرزو کے پایا۔ آپ کے بڑے فرزند کا نام مصطفےٰ کمال شمعون خاں ہے، اور چھوٹے بچے کا نام مسعود احمد خاں۔

اہلِ فن

(۱)

میر احمد محی الدین صاحب

"احمد محی الدین صاحب" (مولوی میر..........) خلف مولوی میر ضیاء الدین صاحب۔ سنہ ۱۳۱۰ف میں بمقام جگتیال ضلع کریمنگر پیدا ہوئے، جہاں اس زمانہ میں آپ کے والد ماجد تحصیلدار تھے۔ مدرسہ مفید الانام اور مدرسہ آصفیہ میں ابتدائی تعلیم پائی، اور آخر الذکر درسگاہ سے امتحان مڈل میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کے والد نے آپ کو علیگڈھ روانہ فرمادیا۔ وہاں تقریباً چار سال قیام ہوا۔ اس عرصہ میں میٹرک اور ایف اے کے امتحانات میں کامیابی کے ساتھ شرکت کی۔ بی۔ اے کی تعلیم نظام کالج حیدرآباد میں پائی، اور غالباً ایک مضمون میں چند نمبر کم ہونے کے باعث یہ سند حاصل نہ کرسکے۔ دوران تعلیم میں آپ کا سب سے زیادہ دلپسند کھیل فٹ بال تھا؛ جس کے ہر جگہ شیدائی رہے۔ علیگڈھ میں ہم دفتر اولڈ بوائے سے واپس ہوتے وقت تقریباً ہر روز مسٹر احمد کو فٹ بال کے میدان میں پاتے تھے۔ وہاں آپ کو تعلیمی انعامات جدا ملتے تھے، اور فٹ بال کے انعامات و تمغہ جات جدا۔ اس شوق کی بدولت گوالیار و میسور میں آپ نے خصوصی تمغے پائے ہیں۔

علیگڈھ اور حیدرآباد میں کامیاب تعلیمی زندگی گزار کر ملازمت سرکاری میں

داخل ہونے کا قصد کیا تو موعود الخدمت مہتمم آبکاری کی حیثیت سے مستقر ضلع محبوب نگر پر متعین کئے گئے۔ وہاں سے بامراد واپس ہوئے تو مدراس جاکر اُس احاطہ کے طرز کار کا تجربہ حاصل کرنے کا حکم ملا۔ لیکن مسٹر احمد نے اپنے گزشتہ تجربہ کی بناء پر اب مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آبکاری کی ملازمت نہ کریں گے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملازمت کا خیال ترک کر دیا۔

اِس کے بعد ہی صحافت کے میدان میں آنے کا قصد اپنے دو بڑے بھائیوں مسٹر عارف الدین اور مسٹر یوسف الدین سے ظاہر کیا۔ منجھلے بھائی پر آفرین ہے کہ انہوں نے بھی عملی طور پر بھائی کا ساتھ دیا۔ بالآخر ۱۳۳۰ف میں اخبار رہبر دکن کی بنیاد پڑی اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر کی توجہ سے سر سید علی امام نے اخبار جاری کرنے کی اجازت دیدی۔ اُسوقت سے مسلسل اپنے وطن اور ابنائے وطن کی قلمی خدمت میں بمعیت مولوی عبد اللہ خاں صاحب مشغول ہیں۔

مولوی احمد محی الدین صاحب کی شادی میر امیر الدین علی خاں صاحب جاگیردار کی دختر سے ہوئی۔ تین فرزندوں کے نام میر حامد سمیع الدین، میر محمد وحید الدین اور میر محمد ناصر الدین ہیں۔

(۲)

ڈاکٹر احمد مرزا

"احمد مرزا صبا" (ڈاکٹر ......) خلف حکیم محمد مرزا صاحب مرحوم۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۲ / اسفندار ۱۲۷۹ف م ۱۸۷۰ء بلدہ حیدرآباد میں واقع ہوئی۔ یہاں ایک مدت ہوئی کہ آپ کے آبا نے سکونت اختیار کر لی تھی۔ سر سالار جنگ اعظم کے زیر نظر نواب صاحب مرحوم کی ڈیوڑھی ہی میں آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ مادری زبان فارسی کی تعلیم مکتبی طرز پر ہوپائی، مگر انگریزی کے لئے سینٹ جارج گرامر اسکول میں تعلیمی منازل طے کرکے علم طب کی جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا۔ اُسوقت نواب

عماد السلطنہ مرحوم کا عہد وزارت شروع ہو گیا تھا، جو تعلیم جدیدہ کے فوائد سے عملی طور پر آگاہ تھے۔ انہوں نے ملک کے ایک ذکی الطبع نوجوان کے لئے سرکاری وظیفہ کا انتظام فرما دیا، اور آپ ولایت روانہ ہو گئے۔ ارض مغرب پر اڈنبرا، ڈبلن، اور پیرس میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا اس دوران میں ایم ڈی، ایم بی، اور بی ایس سی کی ڈگریاں حاصل فرمائیں، اور یورپ کے عالی دماغ اساتذہ سے لیاقت نامے لئے۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ یکجا طور پر ایم ڈی اور بی ایس سی کی ڈگریاں پانے والے ہندوستانی شاذ ہیں، اور مسلمانوں میں تو اس کی کوئی نظیر نہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں ڈاکٹر احمد مرزا نے یورپ کے مختلف ملکوں کی سیاحت فرمائی، اور انگلینڈ، اسکاٹلینڈ، اور آئرلینڈ کی سیر تو پاپیادہ کر کے خود ان ممالک کے نوجوانوں کے لئے مثال قائم کر دی، جس زمانہ میں آپ اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے، آپ کو شاہ ناصر الدین قاچار کی پیشگاہ میں باریاب ہونے کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔

بعد فراغ تعلیم سرکار عالی کی ملازمت میں ۲۳ شہریور ۱۳۰۳ف کو داخل ہو کر افسر حفظان صحت بلدہ کی خدمت پر مامور ہوئے۔ تقریباً سترہ سال کے بعد آذر ۱۳۲۰ف میں سول سرجن کی حیثیت سے آپ کا تبادلہ دواخانہ کاروان کو ہوا۔ اگلے سال ورنگل و بیدر کے مہتمم دواخانہ جات قرار پائے۔ نائب ناظم طبابت کی عارضی خدمت اس کے بعد ملی۔ ڈپٹی سینیٹری کمشنری پر نیابت مذکورہ سے واپس ہوئے، اور سول سرجن درجہ خاص بلدہ ۱۳۲۴ف میں بنائے گئے؛ جہاں سے بطور خاص مددگار معتمد فوج شاخ طبابت کی خدمت پر تبادلہ عمل میں آیا۔ ۱۱ اسفندیار ۱۳۳۵ف کو مدت ملازمت ختم ہوئی تو آپ وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہو گئے۔ اپنی ملازمت کے آخری ایام میں بغرض تبدیل آب و ہوا، آپ نے علالت کے باعث ایک بار سفر یورپ اختیار فرمایا تھا

ڈاکٹر احمد مرزا کی زندگی نہایت سادہ، اور دل دوستوں کی محبت سے معمور ہے۔ آپ اپنے وقت کو زیادہ تر مطالعہ فطرت پر صرف کرتے رہتے ہیں۔ روئیدگیوں کی جانب توجہ

غالباً آپ کے آخرالذکر شوق کا پرتو ہے۔ گھر میں جسقدر اشیاء ماکولات استعمال کیجاتی ہیں، تقریباً سب آپ کے مزرعہ اور آپ کی ذاتی محنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے خاندان میں علوم جدیدہ کی اشاعت کے بڑے شایق ہیں، مگر آپ کے نزدیک کسی ایسے علم کی قدر نہیں، جس کی بازار میں کوئی قیمت نہو۔ اسی عنوان سے آپ نے اپنے فرزند مسٹر راحت علی مرزا، اور دو بھانجوں مسٹر خورشید مرزا و کپتان شمشیر مرزا کو تعلیم دلائی ہے، جو اب سرکار عالی کے کار آمد صیغوں کے مفید افسر ہیں۔

(۳)

نواب ارسطو یار جنگ بہادر

ارسطو یار جنگ بہادر (نواب .... ڈاکٹر عبد الحسین) خلف محمد اسمعیل صاحب بن عبد الغفور صاحب۔ ڈاکٹر عبد الحسین صاحب کے جد اعلیٰ اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ریاست اودیپور (راجپوتانہ) سے وارد حیدرآباد ہوئے، اور تجارت کو ذریعہ معاش قرار دیا۔ خود آپ کے والد ماجد کا شمار یہاں کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا لیکن محمد اسمعیل صاحب کو تجارت کے سوا فلاحت و باغبانی کا بڑا شوق تھا، اور اپنے اس شوق کو پورا کرنے کی خاطر وہ تھوڑا بہت وقت روزانہ ان کاموں کیلئے نکال لیا کرتے تھے حشمت گنج واقع ریذیڈنسی میں پھل پھول سے ہرا بھرا باغ اب بھی مرحوم کے اس شوق کی یادگار خاندان میں موجود ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ولادت محلہ حسینی علم میں بتاریخ ۲۶ شوال ۱۲۷۹ھ واقع ہوئی آپ نے تکمیل تعلیم ریذیڈنسی اسکول حیدرآباد میں فرمائی، اور دوران تعلیم میں نمایاں کامیابی پائی اور انعامات و تمغہ جات حاصل فرماتے رہے۔ شوقین اور محنت کش طالب علم کی حوصلہ افزائی اس زمانہ کے اساتذہ وظیفہ سے بھی کیا کرتے تھے۔ انگریزی تعلیم پر آپ نے مشرقی درس کو قربان نہیں کیا، اور عربی و فارسی نصاب کی تکمیل بھی فرمائی۔ مدرسہ کی تعلیم کے بعد علم طب کی جانب متوجہ ہوئے، اور مدت مقررہ میں میڈیکل اسکول حیدرآباد سے ۱۶ امرداد ۱۲۹۴ف کو

حکیم کے امتحان میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ ۲۹ آذر ۱۲۹۵ف کو سنگاریڈی کی اسسٹنٹ سرجنی پر تقرر ہوا، جہاں سے بیدر و ہنمکنڈہ تبدیل ہوئے۔ تقریباً چھ سال تک اضلاع پر رہنے کے بعد بحکم تیر ۱۳۱۳ف کو ترقی کے ساتھ ہاوس سرجن کی خدمت پر شفاخانہ افضل گنج کو طلب کیے گئے۔ سپرنٹنڈنٹ شفاخانہ مذکورہ کی خدمت آپ کو اس کے بعد عطا ہوئی۔

اپنے دوران ملازمت میں ڈاکٹر عبدالحسین صاحب نے اس توجہ سے کام کیا کہ ہسپتال لایق ڈاکٹروں کا مرکز بن گیا، اور آلات جراحی اور ضروری سامان سے اسقدر مکمل ہوگیا کہ ہندوستان کے اسی درجہ کے ہسپتالوں سے گوے سبقت لے گیا ہے۔ اس جفاکشی اور مہارت فن کے اعتراف میں سرکار عالی سے ڈاکٹر صاحب کو نظامت طبابت وحفظان صحت کا عہدہ جلیلہ عطا ہوا۔ اپنے فرائض منصبی کو آپ نے ہر جگہ ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا تھا کہ جب وظیفہ حاصل کرنے کا وقت قریب آیا تو پیشگاہ سرکار سے دو سال کی توسیع عطا ہوئی۔

فن جراحی کے باب میں ڈاکٹر عبدالحسین کا نام مالک وممالک دونوں بڑی عزت سے لیتے ہیں آپ کی سبکدستی کی شہرت ایک مدت گزری کہ حدود ملک آصفیہ سے باہر پہنچ چکی ہے، اور اب آپ کا شمار ہندوستان کے اُن مخصوص مبصرین فن میں ہوتا ہے، جن پر تمام ممالک ہند کو ناز ہے۔ حیدرآباد کے مشہور سرجن ڈاکٹر لاری جو بجاے خود بڑے درجہ پر ممتاز تھے، اور اپنے کمال فن کے مقابلہ میں کسی کو دھیان میں نہ لاتے تھے، ڈاکٹر عبدالحسین کی سبکدستی اور اکملیت کا اقرار کرتے تھے۔ ڈاکٹر لاری کا بیان تھا کہ "تعجب ہے کہ حیدرآباد کے لوگ آنکھ کے علاج کیلئے حیدرآباد چھوڑ کر ادھر اودھر جاتے ہیں اگر مجھ کو آنکھ کا علاج کرانے کی ضرورت ولایت میں پڑے تو میں وہاں سے ڈاکٹر عبدالحسین سے علاج کرانے کے لئے حیدرآباد آؤں"! ڈاکٹر صاحب جتنے قسم کے علاج کر سکتے ہیں اُن کی تفصیل ہمارے

بس کی بات نہیں۔ البتہ سرجری میں آپ کے اصول خاص اور خود آپ کے ایجاد کردہ ہیں۔ آپ کے انہیں اصول کی بدولت افضل گنج ہسپتال کو اسقدر شہرت حاصل ہوچکی ہے کہ آپ کے زیر علاج رہنے کی خاطر نہ صرف مختلف حصص ہند کے مریض داخل شفاخانہ ہوئے، بلکہ افریقہ، شام، فارس، اور جزیرہ نمائے ملایا تک کے مریض آپ کے یہاں مہمان رہ کر، یا ہسپتال میں داخل ہوکر، آپ کے ہاتھ سے شفایاب ہوئے۔ من حیث طبیب بھی ڈاکٹر صاحب کسی سے دوسرے نمبر پر نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ازالۂ برص میں تو آپ نے پوری کامیابی حاصل کر لی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمتِ خلق کے صلہ میں حضرت غفران مکان نے سنہ ۱۳۳۲ھ میں آپ کو ارسطو یار جنگ کے موزوں خطاب سے سرافرازی بخشی تھی، اور اس کے بعد ہی یہ عزت عطا فرمائی تھی کہ محلات شاہی کے اعزازی سرجن کی خدمت انجام دیا کریں۔ اس خدمت کو نواب ارسطو یار جنگ بہادر اب بھی انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر ارسطو یار جنگ بہادر جس زمانہ میں اپنے فرائض خدمت افضلگنج ہسپتال میں ادا کر رہے تھے، میڈیکل اسکول (موجودہ عثمانیہ میڈیکل کالج) کی پروفیسری کا کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس معلمی کا تعلق فن جراحی (سرجری) سے تھا۔ معلم جراحی کی حیثیت سے جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ قلمرو آصفیہ کے ڈاکٹروں کا منہ آپ کو حضرت پکارتے ہوئے خشک ہوتا ہے۔ ممالک متمدنہ کی اعلیٰ ڈگریاں رکھنے والے اکثر ڈاکٹروں نے اس زمانہ میں آپ کے کمال فن سے تجربہ حاصل کیا ہے، اور سررشتہ طبابت کے بیرونی ڈگری رکھنے والے نوخیز ڈاکٹروں کے لئے افضل گنج ہسپتال میں چھ مہینے رہ کر آپ کے زیر ہدایت عملی جراحی کی مشق کرنا ضروری قرار پا گیا تھا۔

اپنی ملازمت کے زمانہ میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و عتبات عالیات کا شرف حاصل فرمالیا تھا، اور اسی زمانہ میں مختلف حصص ہند کے سوا غرب

شام، ایران، مصر، ترکی، فرانس، انگلستان، اور اسکاچستان (اسکاٹلینڈ)
کی سیر کا موقعہ بھی آپ کو ملا تھا۔

ڈاکٹر عبدالحسین صاحب کی خانگی زندگی سادہ، شریفانہ، اور محبت سے مملو ہے۔ آپ کا گھر غریب طالب علموں کا اقامت خانہ اور حاجتمند مریضوں کا مسکن ہے۔ آپکے زیر تربیت نوجوان اپنی بعد کی زندگی میں نہ صرف مفید چیچک برار و کمپاونڈر ثابت ہوئے ہیں، بلکہ بعض نے تو سول سرجن کی خدمت تک ترقی پائی ہے۔ آپ کے مکان میں لڑکوں کے لئے مدرسہ داؤدیہ اور لڑکیوں کے لئے مدرسہ قیومیہ قایم ہے۔ اسی طرح کتبخانۂ محمدیہ اور ریڈنگ روم موجود ہے۔ وظیفۂ تعلیمی کے نام سے آپ کے زیر سرپرستی ایک فنڈ کام کر رہا ہے۔ آپ کی روشن خیال مرحومہ بی بی کے جوش دینی کی بدولت سرائے محلہ حسینی علم میں ایک مسجد تعمیر ہوئی، اور مذکورہ بالا زنانہ مدرسہ کی ابتدا کیگئی۔

ڈاکٹر صاحب کے فرزندوں میں سے ڈاکٹر خورشید حسین فرزند اکبر ہیں۔ انکا ذکر آیندہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے فرزند ثانی مولوی فدا حسین ناظم حصہ ضلع ہیں، آپ کے فرزند ثالث مولوی مظہر حسین کا ذکر ان اوراق میں موجود ہے۔ فرزند رابع مولوی اصغر حسین نے اپنے جد کے پیشہ کو اختیار کیا ہے۔ باقی اولاد میں سے تجمل حسین اور فیروز حسین مع اپنے بھانجہ عبد علی کے امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ارسطو یار جنگ بہادر کے ساتویں فرزند کا نام اعجاز حسین ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے خویش مولوی شیخ فضل علی عربی کے بڑے فاضل ہیں۔ اُن کے فرزند مولوی زاہد علی بی اے اور مولوی فاضل ہیں، اور اب بحالت پروفیسری نظام کالج سرکاری وظیفہ پر یورپ میں زیر تعلیم ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دوسرے داماد شیخ داؤد علی سول سرجن اورنگ آباد نے مع اپنی اہلیہ کے فرائض کی انجام دہی کے موقعہ پر طاعون کے موذی مرض سے انتقال کیا تھا۔ تیسرے داماد مولوی محمد بھائی ناظم عدالت ضلع ہیں۔

(۴)

مولوی سید اعجاز حسین صاحب حسنی الحسینی

اعجاز حسین صاحب حسنی الحسینی" (مولوی سید ......) خلف حکیم میر نواب صاحب لکھنوی ابن میر محمد صاحب ابن میر احمد صاحب۔ میر صاحب کے جد اعلیٰ عہد شاہان مغلیہ میں اردستان سے وارد ہندوستان ہوئے۔ راقم کی نظر سے قرآن پاک کا ایک قلمی نسخہ ایسا گزرا ہے جس کو میر موسیٰ، بن میر محمد صادق، بن میر یحییٰ، ابن محمد رفیع، بن میر عبد الباقی اردستانی نے ۱۷ صفر المظفر ۱۱۸۳ھ کو زیور کتابت سے آراستہ کیا تھا۔ انہیں میر عبد الباقی کے اخلاف میں سے اکثر افراد نے تاریخ ہند میں بڑا نام پیدا کیا۔ عہد عالمگیری میں میر احمد مرحوم کے جد میر اسلام خاں صوبہ دار اورنگ آباد گزرے ہیں؛ جہاں اُن کا مزار ہنوز باقی ہے اور اُن کے اخلاف ذات جاگیر کا معاوضہ سرکار آصفیہ سے حاصل کر رہے ہیں۔ اس خاندان کے افراد پانی پت کی آخری جنگ میں اودھ کی فوج کے ہمراہ شریک پیکار تھے۔ شجاع الدولہ کے زیر علم آپ کے نانا میر نجابت اِس جنگ میں بڑی پامردی سے لڑے تھے۔ میر احمد مرحوم شاہ اودھ کی جانب سے اضلاع پرتاب گڑھ ورائے بریلی وغیرہ کے صوبہ دار تھے۔ میر محمد نے اورنگ آباد دکن میں قضا کی۔ اُن کے حقیقی بھائی میر عباس مرزا کی تاریخ حسن متین عربی کی اُن مستند کتابوں میں ہے، جن کا تعلق شہر لکھنؤ اور شاہان اودھ سے ہے۔ اس کتاب کا ایک ناتمام قلمی نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے۔ سید اعجاز حسین صاحب کے چھوٹے نانا میر محمد رفیع رضوی ملکہ زمانیہ کے ساتھ ولایت تشریف لے گئے، اور جبل الطارق میں وفات پاکر وہیں سپرد خاک ہوئے۔

حکیم میر نواب صاحب، نواب خاص محل صاحبہ کے معالج خاص تھے۔ اسی تعلق سے انتزاع سلطنت کے بعد حضرت شاہ عالم کے ہمراہ مٹیا برج تشریف لے گئے۔ نواب سالار جنگ اعظم سیاحت کلکتہ سے واپس ہوئے تو نواب مکرم الدولہ مرحوم کے علاج کی

غرض سے حکیم صاحب کو حیدرآباد لے آئے۔ حکیم صاحب کے بھائی میر باقر حسین ضیا، مرحوم سابق ناظم صدر عدالت اورنگ آباد، یکے از وابستگان پائیگاہ آسمانجاہی، بلدہ کے ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ مثنوی ضیاء دکن مرحوم کی قلمی یادگار ہے۔

سید اعجاز حسین کی ولادت بتاریخ ۳ شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ لکھنو محلہ توپ دروازہ میں واقع ہوئی۔ وہیں فارسی کے بعد عربی میں ادب کی تحصیل مولانا سید ناصر حسین صاحب سے کی۔ تفسیر مولوی محمد مہدی صاحب سے پڑھی۔ فقہ و اصول فقہ کے لئے مولوی میر آغا صاحب کے آگے زانوئے ادب تہ کیا۔ معقولات کو مولوی محمد نعیم صاحب سے، اور معانی و بیان کو مولوی آقا حسن صاحب سے حاصل کیا۔ ادب کے ماسوا علم ہیئت کی تحصیل بھی نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی سے فرمائی۔ گارڈن ریچ اسکول کلکتہ میں انگریزی کا درس حاصل کیا۔ صحت بخش فنون سے شہسواری، تفنگ اندازی، شمشیر زنی، اور بانک بنوٹ کو، جو خاندانی فنون تھے، ایام طالب علمی ہی میں سیکھا۔ شکار کا شوق اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

سنہ ۱۳۰۸ف میں امتحان وکالت درجۂ اول بدرجۂ اعلیٰ پاس کرکے سنگاریڈی میں کار وکالت آغاز کیا۔ چند ماہ کے بعد گلبرگہ شریف تشریف لے گئے، جہاں تقریباً بیس سال تک اپنے پیشہ کو کامیابی کے ساتھ چلاتے رہے۔ سنہ ۱۳۲۸ف میں حیدرآباد آکر عدالت العالیہ میں وکالت شروع کی، اور اب بلدہ کے سربرآوردہ وکلا، کی صف میں ہیں۔ مولوی صاحب کی رائے کی حکام قدر کرتے ہیں، اور ہم پیشہ حضرات میں آپ کا قانونی وقار قائم ہے۔ کتب قانونی کے ایک مبسوط کتبخانہ کے سوا، آپ نے اپنے پسندیدہ فنون کا مجموعہ بھی اپنے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔ یہ آپ کے کثرت مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ جب کبھی قانونی مشاغل سے وقت مل جاتا ہے، مطبوعات کے ذریعہ اپنے معلومات کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کردیتے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں مولوی اعجاز حسین صاحب نے ..... ہندوستان کے سیاسیات ..... کے نام سے

نواب مرزا یار جنگ بہادر کی کتاب ...... ہند عہد اورنگ زیب میں ...... پر ایک طولانی تبصرہ قلمبند فرمایا تھا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کتاب مسائل سیاسیہ کی خاص کتابوں کے ساتھ رکھنے کی چیز ہے۔ اس کے اسلوب بیان اور طرز استدلال کی داد مختلف حصص ہند سے مصنف کو ملی ہے، اور خود مرزا صاحب نے آپ کی رائے کو قدر کے ساتھ دیکھا ہے۔ مولوی اعجاز حسین صاحب نے جناب امیر کے ارشادات کو اپنے فرزند محمد حمید سلمہٗ کے نام فارسی کا لباس پہنایا ہے۔ آپ کا خطبۂ صدارت جلسۂ تشکر (۱۳۴۴ھ) بھی معلومات سے پر ہے۔

مولوی صاحب کی شادی حکیم مرزا حامد علی خلف حکیم مرزا محمد تقی کی دختر سے ہوئی، اور مسبوق الذکر فرزند کے سوا چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

(۵)

"امیر سلطان (کیپٹن ....) خلف اکبر مولوی آغا محمد علی خاں صاحب معتمد مالگزاری۔ حیدرآباد میں بتاریخ یکم شہریور ۱۲۹۹ف پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی، اور اپنے علمی انہماک اور تفریحی مشاغل کے باعث اساتذہ کو ہمیشہ خوش رکھا۔ کرکٹ، فٹ بال، ہاکی، ٹینس وغیرہ میں خاص ملکہ تھا۔ فٹ بال کے کپتان بھی تھے۔ انہیں خصوصیات کے باعث بعہد ولیعہدی حضور پرنور، متذکرہ بالا مشاغل کے وقت باریابی کی عزت عطا ہوتی تھی۔ حضرت غفران مکان کے دوسرے فرزندوں کی خاطر جب بچوں کی پلٹن بنائی گئی تھی، عرصہ تک سرکاری لفٹنٹ کی حیثیت سے پیشی میں رہ کر خدمتگزاری کا شرف، اور انعامات پانے کا افتخار حاصل کرتے رہتے تھے۔ کیپٹن امیر سلطان

ابھی تعلیم جاری ہی تھی کہ علاقہ افواج سرکار عالی میں ۱۳۱۷ف میں، ملازمت کا تعلق ہو گیا۔ سات سال تک خدمت لفٹنٹی پر مامور رہے۔ نواب عماد جنگ مرحوم کوتوال بلدہ ہوئے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ لفٹنٹ امیر سلطان کو بھی اپنا

شریک کار بنایا۔ بذریعہ فرمان خسروی علاقہ فوج سے علاقہ کوتوالی کو منتقلی عمل میں آئی۔ جس زمانہ سے مالک و مملوک کی خدمت اسی سررشتہ میں انجام دے رہے ہیں۔ اس امر کا اظہار ہمارے لیے ضروری ہے کہ امتحانات قواعد و قوانین فوج و کوتوالی میں کامیابی حاصل کر لینے کے سوا انٹرو پائیٹری و جوڈیشل میں بھی کامیاب ہو چکے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے کہ تحصیل فن سراغرسانی کی خاطر منجانب سرکار انگلستان جانے کیلئے انتخاب ہوا تھا، مگر بلدہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے حسب فرمان روانگی ملتوی کرنی پڑی۔

خاص خاص مواقع پر انتظامات کوتوالی میں حصہ لینے کا ہمارے جواں سال پولس مین کو ہمیشہ موقعہ ملتا رہتا ہے۔ ہز اکسلنسی لارڈ چیمس فورڈ کے تشریف فرمائے حیدرآباد ہونے کے وقت بعض اہم خدمات انجام دئیے تھے، لیکن ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلس کی سیاحت بلدہ سے متعلق آپ کے خدمات کو بطور خاص اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر سرکاری حیثیت سے بمقام بمبئی استقبال اور دیگر مراسم میں شرکت کی عزت حاصل کی تھی۔ اسی طرح لارڈ ریڈنگ کے وارد بلدہ ہونے پر تمام مواقع پر پہرا رہنے کا افتخار حاصل فرمایا تھا۔ طلائی تمغہ اور ذاتی الاونس حضور شہزادہ ویلس کی تشریف فرمائی کا صلہ تھا، تو طلائی تنکس لارڈ ریڈنگ کی یادگار؛ جو ہز اکسلنسی نے بہ نفس نفیس عطا فرمائے تھے۔ اس عرصہ میں بارگاہ خسروی سے کپتان کا فوجی رتبہ (رینک) بھی آپ کو عطا فرمایا جا چکا ہے۔ ایک موقعہ کا ذکر ہے کہ کپتان امیر سلطان کے خدمات شائستہ سے اثر پذیر ہو کر ایک خاص عنایت نامہ کے ذریعہ کرنل پینہے (ریزیڈنٹ) نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔

کپتان امیر سلطان کو کمانڈنگ افسر جمعیت کوتوالی بلدہ کی حیثیت سے خاص خاص انتظامات سپرد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اب سے بہت عرصہ قبل اور اب بھی ایسی مواقع پر جہاں بنی نوع کی امداد ہر شخص پر فرض ہے، اپنے دل سے شریک ہوتے رہے ہیں۔

یا یہ کہ آپ نے سرکاری فریضہ کو اپنا بنالیا ہے۔ طغیانی رود موسیٰ، شیوع امراض طاعون و ذات الصدر (انفلوئنزا) کے وقت اپنے برادران وطن کی امداد میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ اول الذکر دو مواقع پر جبکہ ہزارہا مخلوق بے خانماں اور نذر اجل ہو رہی تھی، اس مرد خدا نے پہرے قائم کر کے لاشوں کے اٹھوانے اور ان کو غسل و کفن دینے میں بڑی تن دہی سے کام لیا، اور انفلوئنزا کی عام پریشانی کے وقت حفاظت جان و مال اور بہم رسانی مایحتاج سے اپنے ابنائے وطن کی مدد کر کے ان کی مصیبت کو کم کیا۔

(۶)

حیدر علیخاں

حیدر علی خاں " (ڈاکٹر ....) خلف حکیم داد علیخاں صاحب المخاطب بہ کوکب الدری ۱۰ جون ۱۸۹۰ء کو بلدہ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے، گھر پر اسلامی تعلیم و تربیت پا چکنے کے بعد مدرسہ عالیہ اور نظام کالج میں درس حاصل کیا۔ میڈیکل اسکول حیدرآباد، گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی، گائز و مڈل سکیس ہاسپٹل لندن، اور رائل کالج آف سرجنس اڈنبرا میں علم طب اور فن جراحی کی تعلیم حاصل کر کے بمبئی سے ایل ایم اینڈ ایس، اور لندن سے ایل آر سی پی، اور ایم آر سی ایس کی ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری اڈنبرا سے حاصل کی۔ دوران تعلیم میں بمبئی یونیورسٹی اسکالرشپ، حیدرآباد ایشیاٹک و یوروپین اسکالرشپ سے آپ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ تعلیم کے زمانہ میں ہر قسم کے میدانی و دریائی کھیلوں کا شوق رہا۔ ایک زمانہ میں فٹ بال کے مشہور کھلاڑی تھے، اور فرصت کے وقت ہاکی کرکٹ ٹینس سے تو اب بھی شوق فرمالیا کرتے ہیں۔ فن تیراکی اور کشتی رانی سے بھی واقف ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریباً ایک سال جے جے اسپتال میں ہاؤس سرجن رہے، اور ساتھ ہی اعزازی اسسٹنٹ سرجن اور فیلو گرانٹ میڈیکل کالج کی خدمت و عزت بھی حاصل کی۔ اسی طرح لندن میں

بچوں کے مخصوص بلگریو اسپتال میں تقریباً ایک سال رزیڈنٹ میڈیکل افسر رہے۔ میٹرو پولیٹن اسپتال لندن کی خدمت ہاؤس سرجنی اس کے علاوہ ہے۔ مڈل سکس اسپتال میں ہمارے نوجوان ڈاکٹر عرصہ تک علم تشریح کا درس دیتے رہے۔

اسقدر تعلیم و تجربہ کے بعد من حیث سول سرجن اورنگ آباد ۱۹۱۹ء میں سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے، اور تقریباً تین سال کے بعد بلدہ کو تبادلہ ہوا۔ یہاں افضلگنج ہسپتال میں مامور ہونے کے سوا، نواب صدر اعظم بہادر کی اسٹاف سرجنی کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ میڈیکل کالج میں پروفیسر پیالوجی کی خدمت حاصل کی۔ پٹنہ یونیورسٹی کو اپنی شاخ طبابت کی صدارت کے لئے کسی حاذق طبیب کی ضرورت پیش آئی، تو ایک جماعت کے مقابلہ کے بعد ڈاکٹر حیدر علی خاں کا انتخاب عمل میں آیا۔ حیدرآباد میں دکن میڈیکل جنرل کی اشاعت ڈاکٹر صاحب کی سعی سے ہوئی۔ مدت تک آپنے اس رسالہ کی اڈیٹری بھی کی ہے۔ آپ کی کتاب الی منٹ آف ذوآلوجی میں اس فن سے متعلق معلومات موجود ہے۔ اپنے پیشہ کے فنون میں آپ کو جراحی کا شوق ہے۔ عہد طفلی میں اپنے والد کے ہمراہ زنجبار تشریف گئے تھے۔ اس کے بعد تقریباً تمام ہندوستان کے مشہور مقامات کو دیکھا۔ حج اور زیارت مدینۂ طیبہ و عتبات عالیات سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

حاجی حیدر علیخاں کی شادی نواب محسن الملک مرحوم کے برادر خرد مولوی سید امیر حسن صاحب تعلقدار کی دختر سے ہوئی؛ جو ایک تعلیم یافتہ خاتون ہونے کے سوا فن طب سے بطور خاص دلبستگی رکھتی ہیں۔ دو لڑکیوں کے سوا اس جوڑے کو ایک فرزند داد علی عطا ہوا۔

(۷)

ڈاکٹر خورشید حسینؒ

خورشید حسینؒ (ڈاکٹر.........) خلف اکبر ڈاکٹر ارسطو یار جنگ بہادر ۶ فروردین ۱۲۹۶ف کو

آپ کی ولادت بلدۂ حیدرآباد میں واقع ہوئی۔ گھر کی مذہبی تعلیم کے بعد مدرسۂ عالیہ میں داخل کیئے گئے جہاں سالانہ امتحانات میں کامیابی حاصل کرتے رہے، اور مڈل کے امتحان میں تو عربی میں اول آنے کے باعث تمغہ حاصل فرمایا۔ وطن میں اپنی تعلیم ختم کرلی تو اس سعی میں کہ والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت حاصل ہو، آپ نے یورپ کا سفر اختیار فرمایا، اور اڈنبرا یونیورسٹی سے ایم بی وسی ایچ بی کی ڈگریاں حاصل کرکے وطن واپس آئے۔

ڈاکٹر خورشید حسین علی کو سب سے پہلے ضلع رائچور کی خدمت سول سرجنی سنہ ۱۳۲۲ف میں عطا ہوئی تھی۔ وہاں صدر شفاخانہ کی انتظامی و عملی حالت کو آپ نے اس درجہ پر پہنچا دیا کہ وہ ممالک محروسہ کے کسی دوسرے اسپتالوں کے بالمقابل دوسرے نمبر پر نہیں رہا۔ حضور پرنور نے ڈاکٹر صاحب کے آلات جراحی کے عجائب خانہ کو بنفس نفیس ملاحظہ فرمایا، تو ایک خاص فرمان کے ذریعہ آپ کا تبادلہ افضل گنج اسپتال کو فرمادیا؛ جہاں اب سرجن کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اپنے اس فرض کے سوا آپ عثمانیہ میڈیکل کالج کے پروفیسر اور مبصر امراض چشم بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے والد ماجد کی طرح آپ بھی فن جراحی کے ماہر اور توجہ کے ساتھ کام کرنے والے طبیب ہیں۔

سنہ ۱۳۳۳ف میں ڈاکٹر خورشید حسین کا عقد اُن کے چچا ملا عبد الطیب صاحب کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ پانچ اولاد کے منجملہ تین فرزند نذیر حسین، اختر حسین، اور بدر حسین ہیں۔

(۸)

سلامت علی صاحب (مولوی سید......) خلف سید احمد حسین صاحب۔ قصبہ سکندرہ ضلع کانپور میں؛ جو شرفاء کی ایک قدیم بستی ہے، آپ کے بزرگ زمینداری پیشہ تھے۔ مگر ولادت ننھیال میں بمقام اورئی ضلع جالون سنہ ۱۸۵۴ء میں واقع ہوئی۔ سکندرہ میں ابتدائی تعلیم پانیکے بعد دیکھو سید سلامت علی صاحب

اٹاوہ تشریف لے گئے؛ جہاں مولوی واجد علی صاحب وجد پھپھوندوی اور دوسرے اساتذہ سے تعلیم پائی۔ مولانا اشہری مرحوم کے پھوپی زاد بھائی اور مولوی میر مظہر حسین صاحب وکیل مرحوم کے چھوٹے بھائی مولوی میر صفدر حسین صاحب وکیل مرحوم آپ کے ہم سبق تھے، اور ان دونوں طالب علموں میں خوب خوب مقابلہ رہا کرتا تھا۔

تعلیم سے فراغت پاکر ملازمت کی جانب متوجہ ہوئے، اور محکمۂ بندوبست ضلع اٹاوہ سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا۔ دس مہینے کے بعد ریونیو بورڈ الہ آباد کے شعبۂ بندوبست میں ملازمت اختیار فرمائی، اور تین سال تک وہاں کام کرتے رہے۔ آپ کی الہ آبادی زندگی کے دوران میں، نواب محسن الملک مرحوم حیدرآباد آچکے تھے، اور عزیزان وطن کی آمد بھی ان اطراف میں ہونے لگی تھی۔ اعزہ کے اصرار سے مولوی صاحب بھی دکن آئے، اور ۱۷ بہمن سنہ ۱۲۸۸ف کو عملہ بندوبست ضلع اورنگ آباد میں ملازم ہوگئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امتحان بندوبست کیلئے انتخاب ہوا، اور آپ سررشتہ مذکور کے صیغہ تعلیم میں منتقل ہوگئے۔ وقت مقررہ پر امتحان دے کر نمایاں کامیابی حاصل فرمائی نتیجہ شایع ہونے کے بعد آپ کا تقرر زائد نائب مددگاری بندوبست ضلع عثمان آباد پر عمل میں آیا۔ مستقل خدمت حاصل کرلینے کے بعد درجہ بدرجہ ترقی یاب ہوکر مددگار مہتمم بندوبست کی خدمت سے پینتیس ۳۵ سال سات مہینے گزرنے پر شہریور سنہ ۱۳۲۳ف میں وظیفۂ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ اس طولانی مدت میں قلمرو آصفیہ کا کوئی ضلع ایسا نہ تھا جہاں کی سرزمین پر آپ نے اپنی یادگار نہ چھوڑی ہو۔ اسی عرصہ میں علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامرا اور اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر میں بھی کار بندوبست انجام دیا۔ جن عالی دماغ لوگوں سے دوران ملازمت میں واسطہ رہا اُن میں سے مسٹر ڈنلاپ، مولوی صاحب کے سب سے بڑے قدردان تھے؛ جن کو آپ کی محنت، صداقت اور تجربہ پر پورا اعتماد تھا۔

راجہ فتح نواز ونت بہادر کا نام اس باب میں ایسا نہیں ہے جو فراموش کیا جاسکے راجہ صاحب موصوف سرکاری وغیر سرکاری طور پر ہمیشہ مولوی صاحب کے بڑے قدرشناس

اور مداح رہے۔ چنانچہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ آپ علاقہ سرکار عالی سے سبکدوش ہو چکے ہیں تو بہ لحاظ ضرورت علاقہ صرفخاص مبارک میں آپ کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرنا چاہا، اور اپنے تحت کار بندوبست پر مامور فرمادیا؛ جہاں اب نیابت مہتمی بندوبست کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولوی سلامت علی صاحب کی شادی اوائل رشد ہی میں بمقام اٹاوہ میر امداد علی صاحب مرحوم کی دختر، اور سید ضمیر حسن صاحب مرحوم سابق وظیفہ یاب مددگار مہتمم بندوبست حیدرآباد کی ہمشیر سے ہوئی تھی۔ آپ کی پانچ اولاد میں سے دو صاحبزادے سید لائق حسین صاحب اور سید فائق حسین صاحب ہیں۔

(۹)

میجر شائق حسین خاں بہادر

شائق حسین خاں بہادر "میجر میر........) خلف میر زین العابدین خانصاحب جاگیردار اسلام پور۔ میر صاحب نسبًا سادات موسوی سے ہیں۔ میر نعمت اللہ جزائری کے فرزند میر نورالدین کے اخلاف میں سید ابو القاسم میر عالم، سید زین العابدین میر میراں، اور سید عبد اللطیف خاں اُن مشاہیر دکن میں گزرے ہیں، جن کو حیدرآباد اور میسور کی تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ شریعت مآب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہٗ اس خاندان کے بنی عم تھے۔ خود میجر صاحب کے والد ماجد ضیغم تخلص کے ساتھ اپنے زمانہ میں روشناس ادب تھے۔

میر شائق حسین کی ولادت ۱۲۹۴ھ میں بمقام بیدر واقع ہوئی؛ جہاں اُس زمانہ میں آپ کے والد ماجد تعلقدار تھے۔ اُن مرحوم نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرمایا تھا، اور اس مقصد کی تکمیل کی خاطر شمالی ہند سے مفتی میر نواب صاحب لکھنوی کو طلب فرماکر اپنے بچوں کو اُن کے آغوش شفقت میں دیدیا تھا۔ چنانچہ آپ نے عربی و فارسی کا درس مفتی صاحب سے حاصل کیا۔ انگریزی اپنے شوق سے پڑھی، مدارس میں کم

گھر پر زیادہ۔ اس سلسلہ میں مدرسۂ دار العلوم، مدرسۂ اعزہ، اور سٹی ہائی اسکول میں تعلیم پانیکا موقعہ آپ کو ہاتھ آگیا تھا۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد فوجی ملازمت اختیار کی۔ رسالہ عبد اللہ میں جو آجکل فرسٹ امپیریل لانسرس کے نام سے موسوم ہے کرنل نیول کے زمانہ میں کیڈٹ کی خدمت پر بھرتی ہوئے۔ مگر کمیشن توپخانہ میں ملا، جہاں ایک مدت تک سب لفٹنٹ اور لفٹنٹ رہے۔ لفٹنٹ ایڈجوٹنٹ کے رتبہ پر دوم پیادہ میں ترقی پائی۔ میجر ممتاز یار الدولہ بہادر خدمت کمانڈنگ افسری پلٹن صرفخاص مبارک سے کنارہ کش ہوئے تو اس خدمت کے بجالانے کیلئے راجہ فتح نواز ونت بہادر نے میر شایق حسین کا انتخاب فرمایا، اور کپتانی کے رتبہ پر امتحاناً ایک سال کے لئے تقرر عمل میں آیا۔ مدت معینہ گزرنے پر میجری کے رتبہ کے ساتھ حضور پرنور نے مستقل فرمادیا۔ آپ کے دوران ملازمت میں جب اعلیحضرت ملک معظم جارج پنجم نے من حیث ولیعہد، بلدہ حیدرآباد میں نزول اجلال فرمایا تھا، نیز اُسوقت کہ شہزادہ ولیعہد جرمنی تشریف فرمائے بلدہ ہوئے تھے، میر صاحب کو ٹرانسپورٹ افسری کی خدمت سپرد کی گئی تھی۔

میجر شایق حسین حیدرآباد کے اُن مخصوصین میں سے ہیں، جنہوں نے باوجود کثرت مشاغل ذوق ادب کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ فن سخن میں آپ کو حضرت امیر مینائی، جناب حبیب کنتوری، اور نواب حیدر یار جنگ بہادر سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ سخن خوب اور نظم سفیر آپ کے دو مطبوعہ دیوانوں کے نام ہیں، اور سفیر ماتم آپ کے مراثی کا مجموعہ ہے۔ تھوڑے عرصہ سے میڈوز ٹیلر کی داستان امیر علی ٹھگ کا ترجمہ انگریزی سے جدید فارسی میں کر رہے ہیں۔

یکے بعد دیگرے میجر صاحب کی چار شادیاں ہوئیں۔ پہلی دو بیگمات کے نونہال لڑکے ہیں، نام سید زین العابدین و سید مظفر الدین محمد ہیں، اور تیسری ایرانی خاتون کے فرزند سید معز الدین اور سید وجیہ الدین عرف علی میاں ہیں۔ پانچویں مگر سب سے بڑے بیٹے کا نام میر تفضل حسین ہے۔

ان سب کے سوا دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔

(۱۰)

غلام پنجتن صاحب

"غلام پنجتن صاحب" (مسٹر سید........) خلف نواب سراج یار جنگ بہادر، رکن ہائیکورٹ دولت آصفیہ ۱۸۸۹ء میں اپنے وطن شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میں پائی، اور باقی علیگڈھ کالج میں ۱۹۱۲ء میں بی اے اور ۱۹۱۵ء میں ایل ایل بی کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ بی اے کے بعد ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش کرنے کا خیال ظاہر کیا تو جامع اوراق نے سختی کے ساتھ اس خیال کی مخالفت کی، اور غنیمت ہے کہ اس کی باتوں کو گوش حقیقت نیوش سے سنا اور قبول کیا۔ آخر الذکر امتحان میں کامیابی حاصل کر لی تو الہ آباد ہائیکورٹ سے سند لیکر وکالت شروع کی، اور کامیابی کے ساتھ چلائی۔

اسی عرصہ میں اٹاوہ کے مقامی معاملات میں حصہ لینے لگے۔ پہلے وہاں کے میونسپل بورڈ کے رکن، ازاں بعد نائب میر مجلس قرار پائے، اور میر مجلسی کا کام انجام دیا۔ انفلوئنزا اور پلیگ کے دور کرنے میں بڑی محنت کی تھی۔ اسی طرح ہندو مسلم یونیورسٹی کے لئے رقم جمع کرنے میں بڑی مدد دی۔ اپنے قیام اٹاوہ تک ہندو مسلم یگانگت کو قائم رکھا، اور محض اپنی کوشش سے رام لیلا اور محرم کے مراسم کو ایک ہی زمانہ میں بخیر وخوبی انجام کو پہنچایا۔ سرکاری حکام نے بھی ان خدمات کا اعتراف فرمایا ہے۔ دوران جنگ عظیم میں جو خدمات مسٹر غلام پنجتن سے ظاہر ہوئے، ان کو لفٹننٹ گورنر اور چیف جسٹس ہائیکورٹ نے پسندیدہ نظروں سے دیکھا، اور حکام نے اہم تر مواقع پر آپ کے مشورہ سے فائدہ حاصل کیا۔

ابتدائے عمر سے علمی وعملی مسائل ملکی سے متعلق مسٹر پنجتن کو تحریر وتقریر کا شوق رہا ہے۔ ابھی میٹرک بھی پاس نہ کیا تھا کہ اردو میں مضامین لکھ کر اخبارات کو بھیجتے رہے۔ دوران جنگ میں نصرت سرکاری کے ساتھ ایک اخبار بھی شایع کیا تھا۔ مضمون نگاری کیسا ہی

شاعری کا شوق بھی طبعی اور کم عمری کی یادگار ہے۔ ان میں اگرچہ مولانا اشہری مرحوم کا اثر نمایاں طور پر موجود ہے، لیکن جب نوجوان شاعر نے اپنی پہلی غزل کے چند اشعار نظر اصلاح پیش کیئے تو غزل کے مقطع کو دیکھکر مولانا نے فرمایا کہ ختم تعلیم تک اس شغل سے باز رہو۔ وہ شعر یہ تھا ؎

غلام پنجتن اتم ان کو چھوڑو، اور کو چاہو
کہ اب ڈھلنے لگا انکا شباب آہستہ آہستہ

بعد کی شاعرانہ زندگی میں ہمارے سرو خراماں، اپنے قد کی مناسبت سے شمشاد کے تخلص کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ایک شفیق بزرگ کی نصیحت پر غزل کہنا تو ملتوی کردیا مگر شعر گوئی کی کرید طبیعت سے نہ گئی۔ شعر کہتے اور اپنے احباب سے داد سخن لیتے۔ ان اشعار میں واقعات و معاملات زیادہ ہوتے تھے، اسلیئے خوب مشہور ہوئے جس زمانہ میں ہم اولڈ بوائے کو لئے علیگڈھ میں پڑے تھے کالج کے طلبہ ہمارے پاس آتے، اور ہمارے حلقہ کے گرد جمع ہوجاتے۔ بڑے بڑے اسحاب لطیف کا دم بھرا کرتے تھے۔ جناب شمشاد سے یہ منظر ایک آنکھ نہ دیکھا گیا۔ موقعہ ملا تو اقبال کی زمین میں غزل کہہ کر سر مشاعرہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لئے ؎

گر یہی عالم رہا منظر کے حلقہ کا تو پھر
قوم اک ہم میں سے پیدا حقیا ہوجائیگی

ملکی و قومی معاملات میں دلچسپی بھی طالب علمی کی یادگار ہے۔ اس وقت سے راجچند جی کی سرزمین پر بن باس لینے تک ملکی ضرورتوں پر تقریریں کرتے اور مضامین لکھتے رہے۔ ہر جلسہ اور ہر کانفرنس میں شرکت کرکے کام کیا۔ ۱۹۱۴ء میں صوبجات متحدہ کی اسلامی کانفرنس کا پہلا اجلاس اٹاوہ میں زیر صدارت آنریبل سر عبد الرؤف منعقد ہوا تو مسٹر پنجتن نے اس کی استقبالی کمیٹی کے معتمد کی حیثیت سے فرائض انجام دے کر اُسکو کامیاب بنایا۔ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں کے سرگرم ممبر اور خلافت کمیٹی کے بڑے کارکن رہ چکے ہیں۔ واقعات حیدرآباد لائے، اور بعد چندے یہیں کے ہوگئے۔ باوجودیکہ یہاں پبلک زندگی کو اپنے پیشہ کی

مشغولیت کے باعث ترک کر دیا ہے، پھر بھی مجلس وضع آئین و قوانین کے رکن اور انجمن وکلاء کے معتمد رہ چکے ہیں۔

مولوی سلامت علی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سے مسٹر غلام پنجتن کی شادی سنہ ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ آپ کے چار بچوں میں سے تین لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ ریاض، صفدر، اور حمید، ان بچوں کے نام ہیں۔

(۱۱)

کیپٹن واگھرے

کیلاش ناتھ واگھرے "کیپٹن ...." خلف منشی جگناتھ رائے صاحب اپنے وطن بنارس میں بتاریخ ۴ مارچ سنہ ۱۸۹۳ء پیدا ہوئے، سیتاپور، بنارس، آگرہ اور لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ہندو کالج سے میٹرک میں کامیابی حاصل کی اور سنسکرت کے پرچہ میں اول آکر انعام پایا۔ آگرہ کالج سے سنہ ۱۹۱۲ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کر کے میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے اور سالانہ امتحان میں ان چھ طالب علموں کے اندر آتے رہے، جن کو وظیفہ مسابقت دیا جاتا ہے۔ آخری امتحان ایم بی بی ایس سنہ ۱۹۱۷ء میں، مسٹر واگھرے نے دوسرے نمبر پر کامیابی حاصل کر کے اعزاز و تمغہ جات حاصل کیے۔ دوران تعلیم میں آپ کے دو بڑے بھائی رائے بیجناتھ صاحب بی اے، ایل ٹی، اور رائے بشیشر ناتھ صاحب بی اے، ایل ایل بی آپ کی تعلیم کے ساتھ اپنی برادرانہ دلبستگی کا اظہار فرماتے رہے، اور استادوں میں سے پنڈت اقبال نرائن گرٹو اور مسٹر ارنڈیل نے توجہ خاص سے کام لے کر اپنے شاگرد کو شکرگزاری کا موقع دیا۔ بابو جگل کشور صاحب بنارسی اپنے وطن کے ایک ہونہار طالب علم کی تعلیم کے ساتھ دلچسپی ظاہر کرتے رہے۔

ڈاکٹر واگھرے جس زمانہ میں اپنے طبی امتحانات سے فارغ ہوئے، ان دنوں جنگ عظیم کے شعلے بلند تھے۔ آپ نے غازیپور، ہردوار، اور سہارنپور میں اسسٹنٹ سرجن کا

حیثیت سے کام کر کے علمی تجربہ حاصل کیا اور جنگ میں شرکت کرنے کا تصفیہ فرمایا۔ اسی طرح مختلف مقامات کے مجروح سپاہیوں کے معالجہ کا موقعہ ہاتھ آگیا۔ جنرل نادر خاں کی سرحدی جنگ میں کپتان کی حیثیت سے شرکت کی، اور جنگ کے خاتمہ پر ملازمت کو خیرباد کہہ کر حیدرآباد چلے آئے۔ یہاں آپ کو چند روز مطب کے بعد اپریل سنہ ۱۹۲۲ء میں ٹرنٹ امپیریل لانسرس میں سرکار عالی کی ملازمت مل گئی۔ اس وقت سے ہماری فوج میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بہ حیثیت محب وطن اور ہمدرد بنی نوع انسان، کپتان واگھرے نے ہر دوا ریڈنٹ شبانہ روز مشغول کار رہ کر مرض ہیضہ کے دور کرنے کی سعی فرمائی تھی۔ اسی طرح سنہ ۱۳۳۳، ۱۳۳۴ ف میں حیدرآباد اور اس کے اطراف میں طاعون کی شدت ہوئی تو ڈاکٹر پالی اور کپتان واگھرے مختلف طبی رضاکار جماعتوں کے علمبردار بنے، اور لوگوں کے گھر پر جاکر بڑی محنت و توجہ سے علاج کرتے رہے۔ ہمارے دوست مسٹر مانک راؤ وٹھل راؤ جو بڑے ہمدرد بنی نوع انسان اور تاریخ دکن کے ماہر ہیں، اس زمانہ میں رضاکار کی حیثیت سے ڈاکٹر واگھرے کے رفیق کار تھے۔ وہ چشم دید گواہ کی حیثیت سے ڈاکٹر واگھرے کی محنت و توجہ کے قائل ہیں۔ خود اپنی ذات سے بھی ہمیں ڈاکٹر صاحب کی محبت کے امتحان کا موقعہ کئی بار ملا ہے۔

کپتان واگھرے کی پانچ اولادیں تین لڑکے ہیں، اور دو لڑکیاں۔ مہندر ناتھ، بھوپندر ناتھ، اور رویندر ناتھ آپ کے تین فرزندوں کے نام ہیں۔

(۱۴)

منشی محمد اصغر

محمد اصغر صاحب "حبیب" (مولوی ....) خلف قاضی محمد اکبر صاحب انصاری ایوبی، شاہان تغلق کے عہد میں آپ کا خاندان وارد ہند ہوا، اور اس کے افراد مناصب شاہیہ پر فائز ہوتے رہے۔ منصب قضا عہد ہمایونی میں عطا ہوا تھا، جس کے لوازم کے طور پر پرگنہ چھپلہ

ضلع بلیا ہاتھ آیا تھا۔ قاضی محمد اکبر صاحب اُس زمانہ میں صوبۂ آگرہ کے سربرآوردہ وکلا میں شمار کئے جاتے تھے جب ہائیکورٹ شہر اکبر آباد میں تھا۔

مسٹر اصغر کی ولادت آپ کے وطن یوسف پور ضلع غازیپور میں ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ عربی و فارسی کی مکتبی تعلیم ملا محمد عمر ولایتی اور مولانا محمد فاروق چریا کوٹی سے پائی۔ وکٹوریہ ہائی اسکول غازی پور سے مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں بدرجۂ اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ میور سنٹرل کالج الہ آباد سے ایف اے لیے، اور محمڈن کالج علیگڈھ سے ۱۹۰۱ء میں بی اے کے امتحانات پاس کئے محمڈن یونین کے الہ آباد میں معتمد قرار پائے۔ علیگڈھ میں سٹوڈنس یونین کلب کے نائب صدر نشین ۱۸۹۸ء میں منتخب ہوئے، اور انجمن اخوان الصفا کے معتمد ۱۸۹۹ء میں بنائے گئے۔ علیگڈھ میں اپنی خوش تقریری کے باعث کانسر اسپیکنگ پر اثر حاصل کیا۔ الہ آباد میں پروفیسر امجد علی مرحوم شاہ محمد حسین مرحوم، اور مولوی کرامت حسین مرحوم جیسے فضلا کی صحبت نصیب ہوئی، اور علیگڈھ میں سرسید، نواب محسن الملک، مسٹر مارلین، اور مسٹر آرنلڈ کی صحبت سے فیضان حاصل کیا۔ نواب صاحب کے ہمراہ سفر میں بھی رہے۔ اور بغرض مسلم یونیورسٹی پر الہ آباد و گورکھپور میں دلنشین تقریریں کیں سٹوڈنس یونین کلب میں ایکبار اس نوجوان مقرر کی خوش بیانی کی تعریف سر ٹامس ریلے نے بھی فرمائی تھی سیاسیات اور فلسفہ سے دلچسپی علیگڈھ ہی اساتذہ کی صحبت میں پیدا ہوئی تھی، جو ہنوز قایم ہے۔

قانون کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ۱۹۰۱ء میں میور سنٹرل کالج کے لا کلاس میں داخل ہو کر پہلے سال کا امتحان پاس کیا، اور اصول قانون میں مولوی کرامت حسین صاحب سے درس لیا۔ لیکن مسٹر اصغر کے خالہ زاد بھائی حکیم عبدالرزاق صاحب طبیب حضرت غفر انمکان نے نصف مصارف کا کفیل ہوکر ولایت روانہ کرنے کا اصرار کیا، اسلئے انگلستان پہنچکر ابتدائی چندروز تو کیمبرج میں گزارے، مگر بالآخر قانون کے مضمون کو خصوصیت کے ساتھ اختیار کرکے اکسفورڈ یونیورسٹی کے اوسٹر کالج میں داخل ہوگئے۔ دوران تعلیم میں اپنے اساتذہ خصوصاً پروفیسر لی کی قانونی زندگی کا اثر

خصوصیت کے ساتھ آپ پر پڑا، اور اپنی آیندہ زندگی کیلئے اُن کا اتباع ضروری قرار دے لیا۔ ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۵ء میں آکسفورڈ یونین میں تقریریں کرنے اور آخر الذکر سال میں وہاں کی مشہور انجمن نورتن کے معتمد ہونے کا موقعہ حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں قانونی سوسائٹی ہارڈوک کے رکن مادام الحیات مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں مڈل ٹمپل کے بیرسٹر بنے۔ قیام لندن کے کے دوران میں سیرت صلاح الدین ایوبی پر ایک بڑے مجمع کے سامنے مبسوط خطبہ ارشاد کیا، اور سید امیر علی، مسٹر بدرالدین طیب جی، میجر سید حسن، اور مسٹر ڈکسن جیسے مشاہیر عصر سے داد سخن حاصل کی۔

۱۹۰۷ء میں چندروز الہ آباد میں وکالت کر کے حیدر آباد آئے، اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پروفیسر قانون مقرر ہوئے، اور جب سے اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ سول سروس قایم ہوا تو بھی مسٹر اصغر پر نظر انتخاب پڑی، اور یہ پانچ سال تک فرائض خدمت انجام دیتے رہے، اور اس کام کیلئے اب مکرر آپ کا انتخاب ہوا ہے۔ آپ کے پیشہ کے متعلق ہنگامہ گلبرگہ (۱۳۴۳ھ) کا مقدمہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ کہیں پہنچنے تک اپنے صرف سے وہاں رہ کر ایک سوستاسی ناکردہ گناہ مسلمان ملزمین کی پیروی کی، اور اُن کو بری کرا دیا۔ اس کے صلہ میں ایک گمنام سیدزادہ نے آپ کو حسن شاہ بہمنی کی تلوار عنایت کی۔

طغیانی رودموسیٰ اور انفلوئنزا کے زمانہ میں مسٹر اصغر کے جوہر انسانیت سے حکام عالیمقام بھی اثر پذیر ہوئے، اور آپ کی قدر افزائی سند اور طلائی تمغے کے ذریعے منجانب سرکار عالی فرمائی گئی۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں اس تحریک کے زبردست معاون اور مقامی خلافت کمیٹی کے معتمد تھے۔ ۱۳۲۳ف میں کانفرنس وکلاء کے صدر نشین ہوئے، اور ۱۳۳۵ف کے لئے انجمن وکلا، ہائیکورٹ اور انجمن بیرسٹران کے نائب صدر قرار پائے۔ کبھی آخر الذکر مجلس کے معتمد بھی تھے۔ انجمن وکلا، اور مجلس صفائی بلدہ کی نیابت مجلس وضع آئین و قوانین میں یکے بعد دیگرے فرما چکے اور اب ۱۳۳۵ف کیلئے رکن

غیر معمولی مقرر کیئے گئے ہیں مرکزی مسلم لیگ کی مجلس انتظامی کے ایک مفید رکن ہیں۔
مسٹر اصغر صوفی بھی ہیں، اور شاعر بھی۔ صوفی تو حضرت حبیب العیدروس صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے حیدر آباد میں ہوئے مگر شاعری کی ابتدا اُسی زمانہ میں کردی تھی، جب علیگڈھ میں مولانا محمد علی، سید سجاد حیدر، چچا ضیاء اللہ خاں، اور محمد اسمٰعیل مچھلی شہری جیسے ذہین و ذکی طلبہ کے ہمدرس تھے۔ ذوق شعری میں باقاعدگی البتہ اُسوقت پیدا ہوئی جب نواب حیدر یار جنگ طبا طبائی سے حیدر آباد میں شرف تلمذ حاصل کیا۔

مسٹر اصغر کی پہلی شادی صغر سنی میں خاندان میں ہوئی تھی۔ دوسری شادی ڈاکٹر انصاری کے محل کی بھتیجی سے ہوئی۔ پہلی نے ایک لڑکا ایک لڑکی یادگار چھوڑکر ۱۹۰۳ء میں داغ مفارقت دیا۔ آپ کے فرزند اکبر مسٹر محمد احمد آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی اے میں کامیابی حاصل کرکے بی سی ایل کے لئے کوشاں ہیں۔ دوسری بی بی کے بطن سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے محمد اطہر و محمد انور ہیں۔

(۱۳)

مرزا محمد بہادر صاحب

محمد بہادر صاحب (مولوی مرزا......) خلف علی مرزا صاحب بہادر مرحوم خیرآبادی۔ دولت آصفیہ سے اس خاندان کا تعلق بعہد وزارت سر سالار جنگ اعظم ہوا، اور مرزا صاحب کے دو بڑے بھائی مرزا نواب بہادر، و بہادر مرزا صاحبان وطن سے حیدر آباد آکر اس سرکار ابد قرار کے متوسل قرار پائے۔

مرزا محمد بہادر کی ولادت خیرآباد ضلع سیتا پور میں واقع ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم لکھنؤ میں اور انگریزی تعلیم میٹرک تک مدرسہ عالیہ میں پائی۔ لیکن اس امتحان میں کامیابی علیگڈھ ہوکر الہ آباد اور پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ علیگڈھ ہی میں قانونی جماعت کے اندر داخل ہوکر مدت مقررہ کے بعد صداقت نامہ لیا، لیکن حیدر آباد میں وکالت درجہ اول کا امتحان پاس کرکے

وکالت الٰہ آباد کا خیال ترک فرما دیا۔ تعلیمی زمانہ نمایاں کامیابیوں سے مملو رہا ہے۔ دوران تعلیم میں جو انعامات حاصل کئے اُن میں وہ انعام بھی قابل ذکر ہے جو بشکل کتب حضرت غفران مآب کے دست مبارک سے پایا تھا۔ فن سپہ گری میں بانک پٹہ مرزا صاحب کا خاندانی فن رہا ہے، اسکو بھی آپ نے زمانۂ تعلیم ہی میں حاصل کیا تھا۔

سنہ ۱۳۰۸ف میں وکالت شروع کی، اور چار سال تک کامیابی کے ساتھ ضلع پربھنی کی مختلف عدالتوں میں اس پیشہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اوائل سنہ ۱۳۱۲ف میں حیدرآباد آئے، اور بہ نیک نامی اس کام کو زیادہ تر ہائیکورٹ میں کرتے رہے جب فرمان خسروی ۔ ارتیر سنہ ۱۳۲۱ف کو جج و مجسٹریٹ ضلع گلشن آباد بیدر کی خدمت پر تقرر ہوا۔ اسوقت سے مختلف مقامات پر فرائض خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ حکام عدالت العالیہ نے نظائر میں آپ کی حسن کارگزاری کا ذکر فرمایا ہے۔ تقرر خدمت پنج سالہ گریڈ منظوری کا حکم عالی ممبر مجلس صاحب ہائیکورٹ نے عطا فرمایا تھا۔

اگرچہ اپنی وکالت کے زمانہ میں انجمن وکلاء عدالت العالیہ کے رکن انتظامی کی حیثیت سے مرزا محمد بہادر فرائض انجام دیتے رہے تھے، لیکن اپنی سرپرستی میں خود اپنے خاندان کے مردوزن کی جو انجمن ایک عرصہ ہوا آپ نے قائم فرمائی تھی، وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے جدید ہے۔ انجمن مذکور، جس کے قیام کی غرض اتحاد و اتفاق کے سوا خاندان کی فلاح و بہبود ہے، ہنوز کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے شعر کہتے ہیں، اور یاور تخلص فرماتے ہیں۔ فن سخن میں نواب حیدر یار جنگ طباطبائی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اکثر اخلاقی نظمیں زمانہ، الناظر، ذخیرہ، تاج، لسان الملک جیسے موقر رسائل میں طبع ہو چکی ہیں۔ تحت لفظ خوانی کے فن میں نواب بہرام الدولہ بہادر کے شاگرد ہیں، جن کی سخن فہمی اور ادا شناسی کا تو راقم الحروف کو بھی اقرار ہے۔ زیارات اہل بیت اطہار کا شوق زیارت مرزا صاحب کو ارض عراق تک لے گیا، جہاں علماء وقت کا فیض صحبت حاصل فرمایا۔

مرزا صاحب کی پہلی شادی جمادی الآخر سنہ ۱۳۰۹ھ میں آقا رضا حسین صاحب حیدرآبادی کی

صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اور دوسری حکیم سید نواب بہادر لکھنوی کی دختر سے۔ پہلی بی بی کی یادگار مسٹر یوسف مرزا بی ایس سی اور شبیر مرزا ہیں، اور دوسری بی بی کے پارۂ جگر، اسد رضا مرزا اور بہادر علی مرزا ہیں۔ مسٹر یوسف نے مدت تک علیگڈھ میں تعلیم پانے کے بعد کلکتہ یونیورسٹی سے بی ایس سی کی سند لی۔ سر علی امام نے اپنے عہد صدارت میں، یورپ میں مکنیکل انجنیرنگ کی تعلیم پانے کیلئے سرکاری وظیفہ عطا فرمایا۔ انگلستان کے فولادی کارخانوں میں چار سال سے زیادہ علمی و عملی تجربہ حاصل کرنے میں گزار چکے ہیں۔